

مفتی محمد کمال مجبوعہ

# خزینۃ الفقہ

فی مسائل

## النِّكَاح

جلد اول

تالیف

مفتی محمد کمال علی سبجانی مرطانی

شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم الہند

شائع کردہ

جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ

بانی پاس روڈ فارمس گنج، اتر پریہ (بہار) الہند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	۱	خزینۃ الفقہ فی مسائل الفلاح
مصنف	:	مولانا مفتی محمد کوثر علی سبحانی
کمپیوٹر کتابت	:	بشری کمپوزنگ سینٹر، دہلی 09811389611
سن طباعت	:	۲۰۰۴ء بمطابق ۱۴۲۴ھ
دوسرا ایڈیشن	:	۲۰۰۵ء بمطابق ۱۴۲۶ھ
صفحات	:	۳۳۴
قیمت	:	مبلغ ایک سو پچاس روپے
ناشر	:	جامعۃ الفلاح دارالعلوم الاسلامیہ بائی پاس روڈ، فارلس سٹریٹ، ضلع ارریا بہار (الہند)
طباعت	:	جید پریس، بلیماران، دہلی

### ملنے کے پتے

مدرسہ اشرف العلوم، داؤد پور الور، راجستھان فون: 0144-2371652  
مدرسہ حمیدیہ انجمن حمایت ملت پانولی بھوج سبھرات فون: 02646-274151  
مکتبہ رشیدیہ متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور  
سائل کتاب گھر، نزد جامعہ مسجد دیوبند  
کتب خانہ عزیز یہ اردو بازار جامع مسجد دہلی  
کتب خانہ رشیدیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی

## صاحب کتاب ایک نظر میں

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى وفق من اراد به الخير للتحقق فى الدين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبیین والمرسلین الذى قال من یرد الله به خیرا یفقهه فى الدین وعلى آله وصحبه اجمعین اما بعد!

کسی کتاب کے ہاتھ میں آتے ہی فطری طور پر صاحب کتاب کے تعارف کی جستجو ہوتی ہے کہ اس کا مصنف کون اور کس حیثیت کا آدمی ہے اگرچہ فقہ و فتاویٰ کا یہ مجموعہ ہی مصنف کے تعارف کیلئے کافی ہے لیکن بعض رفقاء کی رائے ہوئی کہ اس جیسی فقہ و فتاویٰ کی کتاب پر اعتماد بحال ہونے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ مصنف کی ذہانت و فطانت ان کے خط و خال، افکار و خیالات، فقہ و فتاویٰ سے لگاؤ اور ورع و تقویٰ کے نقوش کی تھوڑی نشاندہی ہو جائے کیونکہ صاحب کتاب بالخصوص انتہائی گمنام ہیں۔ ورنہ محض مدح و توصیف کے کلمات دھرائے مقصود نہیں۔ بنابرین میں نے جناب مفتی صاحب سے فرمائش بھی کی۔ لیکن چونکہ موصوف شہرت اور نمائش کو پسند نہیں کرتے اس لئے انھوں نے سختی کیساتھ یہ کہہ کر منع فرمایا کہ وثوق و اعتماد کیلئے بزرگوں کی تقاریظ ہی کافی ہیں مگر میں نے بڑے اصرار کیساتھ عرض کیا کہ کم سے کم اس بہانے ہمارے بھی چند جملے شامل کتاب ہونے دیجئے تو بالآخر مفتی صاحب نے میری دلداری کیلئے بادلِ نخواستہ میری درخواست قبول فرمائی (جزاہ اللہ عنی احسن الجزاء)

حضرت مولانا مفتی محمد کوثر علی صاحب سبحانی ضلع ارریا بہار کے مشہور سرحدی شہر فارس گنج سے جانب جنوب بارہ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی مسلم بستی گھبہا میں ۴ مارچ ۱۹۷۳ء عیسوی میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم جناب مولوی محمد کلیم صاحب دعوت و تبلیغ اور خانقاہ رحمانی مونگیر سے تعلق رکھنے والے متواضع، صاحب

ثروت، حق گو اور نیک خصلت انسان ہیں، سنا اور دیکھا بھی ہے کہ حضر ہو یا سفر ان کی تہجد کی نماز بھی قضا نہیں ہوتی، مفتی صاحب ان کے مجملے فرزند ہیں۔ مفتی صاحب نے مسلم گھرانوں کے عام دستور کے مطابق اپنے آبائی گاؤں کے مدرسہ تعلیم القرآن گوکھلاپور میں اپنے والد محترم ہی سے تعلیم کا آغاز کیا دینیات اور ناظرہ قرآن کی تکمیل کے بعد ۱۹۸۳ء میں بورڈ کے ایک مدرسہ مصباح العلوم سوالدہ مجھوا ضلع ارریا میں مکمل پانچ سال وسطانیہ دوم تک تعلیم پا کر ۱۹۸۸ء میں مدرسہ مطلع العلوم کمن گڈھا بنارس میں داخل ہو کر عربی دوم تک پڑھنے کے بعد ۱۹۹۰ء میں ہندوستان کی عظیم درسگاہ جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور میں داخلہ لیکر عربی سوم مکمل کرنے کے بعد یہ سچا طالب علم جامعہ گلزار حسینہ اجرائہ میرٹھ کی تعلیمی شہرت نگر وہاں داخل ہوئے، شرح جامی اور مختصر المعانی کا نصاب مکمل کرنے کے بعد پھر ۱۹۹۲ء کو جامعہ مظاہر علوم جدید سہارنپور میں داخل ہو کر چار سال تک اپنے اکابر اور بزرگان ملت سے اکتساب فیض کیا وہاں انہیں بڑی صعوبتیں اور مشقتیں جھیلنی پڑیں باتوں بات میں جب وہ اپنے زمانہ طالب علمی کی جفاکشی کے یقینی واقعات سناتے ہیں تو آنکھوں میں آنسو آ جاتا ہے مختصر یہ کہ اساتذہ کی درسی تقاریر لکھنے کے لئے کاغذ کے بھی ان کے پاس پیسے نہ ہوتے بارہا کھانا بیچ کر کاغذ خریدتے خود ایک وقت بھوکے رہتے اور چوبیس گھنٹے کے بعد کھاتے مگر ساتھ میں رہنے والوں کو کبھی اس کا احساس تک نہیں ہونے دیتے اسی کیساتھ محنت و لگن اور تمام طلبہ سے یکسو ہو کر شبانہ روز کتب بینی، تکرار و مطالعہ کے ذریعہ اپنی علمی لیاقت و صلاحیت کا لوہا منوا چکے تھے جامعہ مظاہر علوم میں آپ کی تکرار کا شہرہ تھا، تقریر و تحریر میں بھی آپ کو اسی وقت سے مہارت تھی اسی وجہ سے اپنی ضلعی انجمن کے صدر اور مظاہر علوم کی صدر انجمن فخر الدین لاہوری کے جنرل سکرٹری اور چار سال تک شعبہ مناظرہ کے ناظم رہے موصوف نے بطور مشق کے بہت سارے موضوع پر مناظرے کئے اور کرائے۔ کبھی جب اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس فن میں بھی کتنی گہرائی

ہے انہیں خصوصیات کیوجہ سے اپنے اساتذہ کے منظور نظر تھے۔ اسی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ ہر امتحان میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوتے رہے۔

مفتی صاحب نے ۱۹۹۴ء میں جامعہ مظاہر علوم ہی سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد وہیں ایک سال مشق افتاء کیا اور اس سے فراغت کے فوراً بعد جامعہ محمدیہ جمانگر گجرات کے سابق ذمہ دار جناب مولانا سیف الدین صاحب اسلام پوری (جو فعال اور صالح عالم دین ہیں مفتی صاحب کو آج بھی ان سے والہانہ تعلق ہے اللہم زد فرد) نے سہارنپور جا کر مفتی صاحب کو اپنے جامعہ کیلئے تدریسی خدمات کی دعوت دی چنانچہ ۱۹۹۶ء میں وہاں آپ کی مدرس اول کی حیثیت سے تقرری ہوئی آپ ہی سے مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، بیضاوی شریف وغیرہ کتب حدیث و تفسیر کا آغاز ہوا۔ دورہ حدیث شروع ہونے پر مسلم شریف، ابوداؤد شریف، مشکوٰۃ شریف اور کافہ وغیرہ کتب کے اسباق آپ سے متعلق ہوئے دو سال کے بعد ابوداؤد کے بجائے ترمذی شریف سپرد تدریس ہوئی مکمل پانچ سال کے بعد ۲۰۰۰ء میں جامعہ ابن عباس سرخیز احمد آباد میں موصوف کی تقرری استاد حدیث و تفسیر اور دارالافتاء کے مفتی کی حیثیت سے ہوئی وہاں بھی آپ سے متعلق اونچے اسباق تھے۔ آپ کا اصل ذوق تدریس ہے اسلئے جس کتاب کو لیتے ہیں اس کا حق ادا کرتے ہیں۔ میں نے آپ کے شاگردوں سے سننے کے علاوہ آپ کے درس میں حاضر ہو کر تجربہ بھی کیا ہے کہ جب آپ حدیث کی کتاب پڑھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کتنی ساری کتابوں کے مطالعے کے بعد درس دیر ہے ہیں آواز بھی صاف ہے اور لمبی بحث کو مرتب و مختصر اور مدلل بیان کرنے کا مزاج ہے غرض تدریسی دور کے ۱۰ سال کے عرصے میں اول سے آخر تک خصوصاً دورہ حدیث شریف کی تمام کتابوں کا درس دے چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا احمد حسین صاحب سابق شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ ابن عباس (جو اپنے وقت کے اونچے پائے کے محدث ہیں) آپ کی علمی قابلیت اور تدریسی اہلیت کے بڑے مداح اور قدردان تھے

ان کی دور رس نگاہ نے مفتی صاحب کو بھانپ لیا۔ اور اپنی بخاری شریف ثانی کا درس جو وہ خود پڑھاتے تھے مفتی صاحب کے سپرد کیا چنانچہ دو سال تک احمد آباد میں بخاری شریف بھی پڑھانے کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی۔ پھر ۲۰۰۴ء کے اخیر میں حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کے مشورے سے جامعہ اشرف العلوم الور کے شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے۔ بہر حال حضرت مفتی سبحانی صاحب تجربہ کار مدرس بھی ہیں اور کہنہ مشق مفتی بھی۔ اور کامیاب و با اثر مقرر بھی، اپنے مفوضہ تمام امور کو مکما حقہ انجام دینے کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی قائم کئے ہوئے ہیں چنانچہ معاشرتی و معاملاتی اہم مسائل پر خزانہ الفقہ کی تین جلدوں کا کام کر چکے ہیں آگے سلسلہ جاری ہے (جو ترتیب وار طبع ہو کر منظر عام پر آتی رہیں گی) انشاء اللہ۔

مگر ان گونا گوں خوبیوں کے باوجود عجب و تعلیٰ سے پاک نہایت خلیق و حلیم اور صاحب وقار ایسے سنجیدہ جس میں غضب و کبر کی ملاوٹ نہیں، ایسے متواضع اور منکسر المزاج جس میں ذلت اور کمزوری کا دخل نہیں، بڑوں کا احترام، بزرگوں کیساتھ عقیدت، چھوٹوں پر شفقت انکا خاص مزاج ہے، زہد و تقویٰ انکا وصف ہے جامعہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جو پنوری دامت برکاتہم سے آپ کا اصلاحی تعلق ہے انہیں کی ہدایت کے مطابق اور او و وظائف کا اہتمام ہے۔

نیز شروع سے ہی اپنے علاقہ کی دینی فکران پر سوار ہے زمانہ طالب علمی ہی سے غریب بچوں کو اپنے ساتھ سفر میں لانا اور داخلہ کرا کے پورے سال تعلیمی و تربیتی نگرانی کرنا (جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے) ان کا ذوق ہے۔ ماشاء اللہ ان کی فکر سے سیکڑوں بچے عالم دین اور حافظ قرآن بنے۔ نیز انہوں نے جامگاہی کے قیام کے دوران اپنے گاؤں میں ایک مکتب بھی قائم کیا اور قرب و جوار کے کئی مدارس و مکاتب کا تعلق وہاں سے جوڑا اساتذہ کو تنخواہیں اور خصوصی تعاون دلا کر صحت قرآن کیلئے نورانی

قاعدہ کا سلسلہ شروع کیا، ان دنوں جو اس علاقے میں گجرات کے طرز پر نورانی قاعدہ کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے وہ مفتی صاحب کی دین ہے۔

اب تو ماشاء اللہ ہم جیسے نوجوان علماء کی ایک تنظیم آل انڈیا الفلاح ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے نام سے رجسٹرڈ بھی کرا چکے ہیں۔ الحمد للہ پورے نظم و نسق کے ساتھ اس ادارے کے تحت ہندو نیپال کے سرحدی علاقے میں کئی مکاتب قرآنیہ چل رہے ہیں اور مشہور سرحدی شہر فاربس گنج میں کافی وسیع زمین خرید کر جامعۃ الفلاح دارالعلوم الاسلامیہ اور الفلاح اسلامک اکیڈمی اسکول کا بھی آغاز کیا گیا ہے بفضلہ تعالیٰ خاموشی کے ساتھ یہ ادارہ اپنے مقصد میں ترقی کی سمت رواں دواں ہے۔

بس اخیر میں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعاء گوہوں کہ وہ مفتی صاحب کی عمر میں برکت، اور ان کو تحقیقی و تخلیقی خدمات کا شوق و ذوق اور جذبہ اخلاص عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

تعریف سب سے پہلے خدا کی بیاں کروں      جتنے ہیں نام اس کے ورد زباں کروں  
آخر میں میری آپ سے اتنی ہے التجا      شمس و کوثر کے حق میں آپ ذرا کیجئے دعاء  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

شمس تبریز قاسمی  
ناظم جامعۃ الفلاح  
دارالعلوم الاسلامیہ

# فہرست خزینۃ الفقہ

صفحہ	مضامین
۲۷	انتساب واستدعا
۲۸	دعائیہ کلمات
۲۹	تقاریظ
۳۰	پیش لفظ
۳۳	ہدیہ تشکر و امتنان
۳۵	نکاح کے معنی
۳۵	شریعت میں نکاح کی اہمیت
۳۷	نکاح کرنا آدھادین ہے
۳۸	نیک بخت عورت دنیا کا بہترین سامان ہے
۳۸	شادی کرنے والوں کیلئے فراخی رزق کا وعدہ ہے
۳۹	نکاح کے فوائد
۵۰	نکاح کے احکام
۵۲	نکاح کے ارکان
۵۲	ایجاب و قبول کا بلفظ ماضی ہونا
۵۲	ایجاب و قبول دونوں میں سے کوئی ایک ماضی ہو
۵۳	ایجاب و قبول کے الفاظ صریحہ و کنایہ
۵۴	بذریعہ خط ایجاب و قبول سے نکاح
۵۵	شلیفون کے ذریعہ نکاح
۵۵	گوٹنگا کے نکاح کا طریقہ
۵۶	ناہینا اور بہرے کا نکاح
۵۶	اکراہ کے سبب نکاح



صفحہ	مضامین
۵۶	ولی کی طرف سے جبراً نکاح کرنے کی دو صورتیں
۵۷	ہنسی مذاق سے نکاح
۵۸	انشاء اللہ کے ساتھ ایجاب و قبول سے نکاح
۵۸	نکاح کے اقسام
۵۸	نکاح صحیح کی تعریف
۵۸	نکاح صحیح کے شرائط
۶۲	نکاح میں شرط لگانا
۶۲	نکاح صحیح کی قسمیں
۶۲	نکاح نافذ و موقوف کی تعریف
۶۳	نکاح نافذ کی شرطیں
۶۳	نکاح لازم و غیر لازم کی تعریف
۶۳	نکاح لازم کی شرطیں
۶۵	نکاح غیر صحیح کی تعریف
۶۵	نکاح غیر صحیح کی قسمیں
۶۵	نکاح باطل کی تعریف
۶۵	نکاح باطل کی صورتیں
۶۶	نکاح فاسد کی تعریف
۶۶	نکاح فاسد میں وطی کے بعد مرتب ہونے والے احکام
۶۶	نکاح کی سنتیں و مستحبات
۶۷	نکاح پڑھانے کا طریقہ
۶۸	نابالغ بچوں کے نکاح کا طریقہ
۶۸	نکاح کا خطبہ مسنون

صفحہ	مضامین
۶۹	نکاح میں خطبہ کا حکم
۶۹	خطبہ نکاح بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر
۷۰	ایک مجلس میں کئی نکاح ہو تو ایک خطبہ کافی ہے
۷۰	خطبہ نکاح کے سننے کا حکم
۷۰	نکاح خوانی کیلئے ایک آدمی کو متعین کرنا
۷۰	نکاح خوانی کی اجرت
۷۱	نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا
۷۲	فاسق شیعہ، بدعتی وغیرہ سے نکاح پڑھوانا
۷۲	نکاح کو رجسٹر میں درج کرانا
۷۳	نکاح کسی ماہ اور کسی بھی تاریخ میں درست ہے
۷۳	غیر مسلم کو شرکت نکاح کیلئے مسجد میں لانا
۷۳	ولیمہ کی سنت
۷۳	حضرت ام سلمہ کا ولیمہ
۷۴	حضرت زینت بنت جحش کا ولیمہ
۷۴	حضرت صفیہ کا ولیمہ
۷۵	حضرت عائشہ کا ولیمہ
۷۵	حضرت فاطمہ کا ولیمہ
۷۶	خلاف سنت ولیمہ
۷۶	شادی کی دعوت میں عورتوں کا جانا
۷۷	بلا وجہ دعوت قبول نہ کرنا اور صرف مالداروں کو مدعو کرنا برا ہے
۷۹	ولیمہ کھانا کب مسنون ہے

صفحہ	مضامین
۷۹	ولایت نکاح
۷۹	شریعت میں ولایت نکاح کی حقیقت
۸۱	نکاح میں کن لوگوں کو ولی ہونے کا حق ہے
۸۳	ولایت کی شرطیں
۸۴	ولایت نکاح کی قسمیں
۸۴	ولایت اجبار کا مطلب
۸۴	ولایت اجبار کا مدار
۸۴	ولایت استحباب کا مطلب
۸۵	ولایت استحباب کا مدار
۸۵	ثابالغ لڑکا لڑکی پر ولایت اجبار کا حق صرف باپ دادا کو ہے
۸۵	بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرانے کا حکم
۸۶	ثابالغ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ نے کیا
۶۸	اختیار فسخ کی صورتیں
۸۷	ولایت اجبار کی مصلحت
۸۸	ولایت اجبار کے شرائط
۸۸	ولی قریب کے ہوتے ہوئے ولی بعید کا نکاح کراٹا
۸۹	ولی قریب کی موجودگی میں ولی بعید کے نکاح کرنے کی صورتیں
۸۹	مناسب رشتہ کا ولی قریب اگر انکار کرے
۸۹	ولی قریب میں ولایت کی اہلیت ختم ہو جائے
۹۰	دو برابر کے ولی ہوں تو کیا حکم ہے
۹۰	ولی کے گریز کرنے پر قاضی نکاح کا ولی ہوگا

صفحہ	مضامین
۹۱	بالغ لڑکا لڑکی پر ولایت کا حکم
۹۱	بالغہ کا خود سے کم مہر پر نکاح کرنا
۹۱	بالغہ لڑکی کا نکاح ولی نے بغیر اس کی اجازت کے کر دیا
۹۲	بالغہ کو نکاح کے بعد اطلاع دی گئی
۹۲	نکاح کے وقت اجازت لینے پر خاموش رہنا اجازت ہے
۹۲	لڑکی کی اجازت کی مختلف صورتیں
۹۳	کس شخص کی اجازت لینے پر سکوت اذن ہے
۹۳	بوقت اجازت شوہر کا نام اور مہر کی تعیین کی اطلاع نہ دی
۹۳	بیوہ یا مطلقہ کی اجازت کا حکم
۹۵	بالغ لڑکے کی اجازت کا حکم
۹۵	جوانی کی ابتداء اور اس کی علامتیں
۹۶	وکالت نکاح
۹۶	توکیل بال نکاح کا مطلب
۹۶	وکالت کے شرائط
۹۸	وکالت کی قسمیں
۹۹	وکیل نکاح دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا
۱۰۰	ایک ہی شخص طرفین سے وکیل یا ایک طرف سے وکیل اور اپنی طرف سے امیل ہو سکتا ہے
۱۰۰	مہر کا مطالبہ موکل سے ہو گا نہ کہ وکیل سے
۱۰۱	نکاح فضولی
۱۰۱	کفاءة کا بیان
۱۰۱	کفاءة کے معنی

صفحہ	مضامین
۱۰۲	کفو کی حقیقت اور اس کی مصلحتیں
۱۰۴	کفایت کا اعتبار کن چیزوں میں کیا جائے
۱۰۸	نسب میں کس کا اعتبار ہوگا باپ کا یا ماں کا
۱۰۸	کفایت میں صرف مرد کا عورت کے برابر ہونا ضروری ہے
۱۰۸	کفایت کا اعتبار بوقت عقد نکاح ہے
۱۰۹	غیر کفو میں نکاح کرنے کی وجہ سے نسخ نکاح کا اختیار
۱۱۰	نکاح رشتہ داروں میں کیا جائے یا غیر میں
۱۱۰	رشتہ طے کرنے میں کن باتوں کا لحاظ کیا جائے
۱۱۲	نظر الی الخطوبہ یعنی منگیتر کو دیکھنا
۱۱۳	مخطوبہ کو دیکھنا بقاء محبت کا سبب ہے
۱۱۳	منگیتر کو کب اور کیسے دیکھا جائے
۱۱۵	پیغام قبول کرنے کی امید ہو تب دیکھے
۱۱۵	مخطوبہ کا کتنا جسم دیکھنا جائز ہے
۱۱۶	خاطب کے بجائے رشتہ دار خاتون کا دیکھنا مناسب ہے
۱۱۶	مخطوبہ کو مخاطب کے رشتہ دار مرد وغیرہ کا دیکھنا
۱۱۷	مخطوبہ کا فوٹو دیکھنا
۱۱۸	زوجین کے درمیان عمر کا تناسب
۱۱۸	کنواری لڑکی سے نکاح کرنا بہتر ہے
۱۲۰	بعض مصالح کی وجہ سے بیوہ یا مطلقہ سے نکاح بہتر ہے
۱۲۰	بیوہ، مطلقہ اور جس مرد کی بیوی مر جائے ان کے نکاح کی ضرورت
۱۲۱	لڑکیوں کی وجہ سے لڑکے کی شادی میں دیر کرنا
۱۲۲	نکاح کے وقت کیا عمر ہونی چاہئے

صفحہ	مضامین
۱۲۲	طبی حیثیت سے شادی کا وقت
۱۲۳	رشتہ طے کرنے میں استخارہ اور مشورہ
۱۲۳	استخارہ کی دعاء
۱۲۴	مٹگنی کی شرعی حیثیت
۱۲۵	پیغام پر پیغام دینا جائز نہیں
۱۲۵	رشتہ نکاح کی پیشکش کس کی طرف سے ہو
۱۲۵	مٹگنی کے بعد لڑکی سے آزادانہ ملنا اور خلوت میں رہنا حرام ہے
۱۲۶	مغربی تہذیب
۱۲۶	مٹگنی ہونے کے بعد نکاح نہ کرنا
۱۲۷	(محرمات) یعنی جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے
۱۲۷	محرمات نسبیہ
۱۲۸	محرمات صبریہ
۱۳۰	حرمت مصاہرت نکاح صحیح سے ثابت ہوگی نہ کہ نکاح فاسد سے
۱۳۰	حرمت بسبب زنا و مس و نظر و شہوت
۱۳۲	شہوت کا معیار
۱۳۳	بیوی شوہر پر کن کن وجوہات سے حرام ہو جاتی ہے
۱۳۳	مذاقنا بھی ساس سے جماع کا اقرار کرنے پر حرمت ثابت ہو جائے گی
۱۳۴	سوتیلی ماں کے ساتھ غلط حرکت سے حرمت
۱۳۴	بہوی یعنی لڑکے کی بیوی کیساتھ غلط حرکت سے حرمت
۱۳۵	باپ کی حرکت کی وجہ سے بیوی حرام ہوئی تو اس کا مہر باپ پر ہے
۱۳۵	حرمت مصاہرت کیلئے کتنے مرد کی گواہی ضروری ہے
۱۳۶	نسبی اور صہری رشتے کی مذکورہ عورتوں سے اجتناب کرنا احوط ہے

صفحہ	مضامین
۱۳۶	محرمات رضاعیہ
۱۳۸	حرمت سے کچھ رشتے مستثنیٰ ہیں
۱۳۹	حرمت رضاعت بسبب زنا
۱۴۰	حرمت رضاعت کے شرائط
۱۴۱	رضاعت کی مدت اور اس کا حکم
۱۴۳	دودھ کو کسی سیال چیز میں ملا کر پلانے کا حکم
۱۴۳	دوغورت کا دودھ باہم مل جائے
۱۴۳	دودھ کو جامدات میں ملا کر پلانے
۱۴۴	دودھ کا دہی اور پنیر وغیرہ بنا کر کھلانے کا حکم
۱۴۴	حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے گواہ شرط ہے
۱۴۵	احتیاط کا تقاضا
۱۴۵	کسی عورت نے دو چھوٹی بچی کو جو آپس میں سوکن ہیں دودھ پلا دیا
۱۴۶	بغیر شوہر کی اجازت کے کسی بچہ کو دودھ نہ پلائے
۱۴۶	تفریق قضاء قاضی کے ذریعہ ہوتی ہے
۱۴۶	خون چڑھانے سے حرمیت کا مسئلہ
۱۴۷	حرمیت موقتہ کے کئی اسباب ہیں
۱۴۷	(۱) مالک ہونا
۱۴۸	(۲) مملوکہ ہونا
۱۴۸	(۳) تعلق مع الغیر یعنی کسی کی منکوحہ ہو و معتدہ ہو
۱۴۹	اگر غیر کی منکوحہ سے نکاح کر لیا
۱۴۹	(۴) اختلاف مذہب یعنی غیر مسلم سے نکاح
۱۵۰	اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے نکاح

صفحہ	مضامین
۱۵۱	ان فرقوں سے نکاح جن کی تکفیر کی گئی ہے
۱۵۲	(۵) مطلقہ مثلاً
۱۵۲	(۶) عورتوں کو جمع کرنا
۱۵۳	ذوات الارحام کا جمع کرنا
۱۵۴	ایک بہن کی عدت میں بھی دوسری بہن سے نکاح جائز نہیں
۱۵۴	اگر دو بہنوں سے نکاح کر لیا تو کیا کیا جائے
۱۵۵	اجنبیہ عورتوں کو جمع کرنے کا طریقہ
۱۵۵	توأم یعنی دو جڑی ہوئی عورت سے نکاح
۱۵۷	حاملہ سے نکاح کرنا
۱۵۷	بعض حلال عورتیں جن سے نکاح کرنے میں غلط شبہ پایا جاتا ہے
۱۵۹	ہرمذہب میں چند بیویاں رکھنے کی عام اجازت
۱۶۰	تعدد از دواج کی حکمتیں و فوائد
۱۶۰	پہلا فائدہ اور حکمت
۱۶۱	دوسرا فائدہ اور حکمت
۱۶۱	تیسرا فائدہ اور حکمت
۱۶۳	چوتھا فائدہ اور حکمت
۱۶۳	پانچواں فائدہ اور حکمت
۱۶۳	چھٹا فائدہ اور حکمت
۱۶۴	چند بیویوں کی اجازت پر کی جانے والی تنقیدات کا دفاع
۱۶۴	تعدد از دواج میں شرعی پابندیاں
۱۶۶	مظلوم بیوی کو علیحدگی کا اختیار دیا گیا ہے
۱۶۶	اگر بیوی زوجیت میں رہتے ہوئے اپنا حق معاف کر دے



صفحہ	مضامین
۱۶۶	ایک بیوی پر اکتفا کرنے میں عافیت ہے
۱۶۶	عورتوں کو چند شوہر کرنے کی اجازت نہ دینا عین حکمت ہے
۱۶۸	آپ کے متعدد نکاح کرنے کی حکمتیں
۱۶۸	پہلی حکمت
۱۷۰	دوسری حکمت
۱۷۱	تیسری حکمت
۱۷۱	حضرت عائشہ کی طرف قلبی میلان کی وجہ
۱۷۱	پہلی وجہ
۱۷۲	دوسری وجہ
۱۷۲	تیسری وجہ
۱۷۲	آنحضرتؐ کی خوشگوار زندگی کے اپنی بیویوں کیساتھ چند واقعے
۱۷۳	پہلا واقعہ
۱۷۳	دوسرا واقعہ
۱۷۴	تیسرا واقعہ
۱۷۵	عورت کی غلطیوں پر چشم پوشی کرنے کی وصیت
۱۷۶	عورتوں کو مارنے کا کیا حکم ہے
۱۷۷	بیویوں کو چند ہی غلطیوں پر معمولی مار مارنے کی اجازت ہے
۱۷۸	مرد عورتوں کا ذمہ دار اور حاکم ہے
۱۸۱	مرد و عورت کے مابین مساوات کا نعرہ
۱۸۲	حقوق زوجہ
۱۸۳	مہر کی تعریف
۱۸۳	مہر کی شرعی اہمیت

صفحہ	مضامین
۱۸۴	مہر کے اقسام
۱۸۴	مہر مجل کی تعریف
۱۸۴	مہر مجل کا حکم
۱۸۴	مہر مؤجل کی تعریف
۱۸۴	مہر مؤجل کا حکم
۱۸۶	مہر مسمی کی تعریف
۱۸۶	مہر مثل کا مطلب
۱۸۷	کن کن عورتوں کو کتنا اور کس قسم کا مہر ملے گا
۱۹۱	متعہ کی وضاحت
۱۹۱	متعہ کا حکم اور اس کا معیار
۱۹۱	متعہ مستحب
۱۹۲	نکاح فاسد میں وطی اور خلوت صحیحہ سے قبل فرقت ہو گئی تو مہر و متعہ کچھ بھی نہیں ملے گا
۱۹۳	وطی بالثبہ سے بھی مہر مثل لازم ہوگا
۱۹۳	وطی بالثبہ کی قسمیں
۱۹۴	مہر مسمی میں شوہر نے نکاح کے بعد اضافہ کر دیا
۱۹۵	مہر کی شرعی مقدار
۱۹۵	کوئی چیز مہر بن سکتی ہے
۱۹۶	مہر فاطمی کی مقدار
۱۹۶	حضور کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر
۱۹۷	زیادہ مہر باندھنے کے سلسلے میں غلط معاشرہ
۱۹۸	بہت کم مہر باندھنا بھی غیر مناسب ہے
۱۹۹	مہر نہ ادا کرنے پر وعید

صفحہ	مضامین
۱۹۹	مہر معاف کرانے کا رواج اور اس کا شرعی حکم
۲۰۰	مہر سے چھٹکارے کے لئے غلط حیلہ
۲۰۱	مہر معاف کراتے وقت گواہ کا موجود ہونا
۲۰۱	مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کا حق نہیں
۲۰۱	مہر کے سلسلے میں زوجین کے اختلاف کے وقت شوہر کے قول کا اعتبار ہوگا
۲۰۲	مہر کی مقدار میں اختلاف ہو جائے
۲۰۲	مہر قسط وار ادا کرنا طے پایا
۲۰۲	کسی برادری میں مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کرنا
۲۰۳	طلاق کے بعد دوبارہ اسی شوہر سے نکاح ہوا تو دوہرا مہر واجب ہوگا
۲۰۳	فاحشہ عورت کا مہر
۲۰۳	ثا بالغ کی بیوی کا مہر کس پر ہے
۲۰۴	زوجہ کے مرنے کے بعد مہر وارث کا ہے
۲۰۴	مہر کب واجب اور مکد ہوتا ہے
۲۰۴	خلوت صحیحہ کی تعریف
۲۰۵	زوجہ کا نفقہ
۲۰۶	نفقہ کی مدت جو طے ہو
۲۰۷	نفقہ کا معیار
۲۰۸	خوشحالی اور تنگ دستی میں اختلاف ہو تو
۲۰۹	عورت کی خادمہ کا نفقہ
۲۰۹	عسر اور یسر کا معیار
۲۰۹	نفقہ کی مقدار
۲۱۰	آرائش اور زیبائش کی چیزوں کا حکم
۲۱۰	جس سے صرف آرائش مقصود ہے

صفحہ	مضامین
۲۱۱	دھوبی کا خرچ
۲۱۱	علاج کا خرچہ
۲۱۱	دائی جنائی کی مزدوری
۲۱۲	بیماری کے زمانے کا نفقہ
۲۱۲	بعد کے علماء کی نئی تحقیق
۲۱۳	شوہر پر مالدار بیوی کا بھی نفقہ واجب ہے
۲۱۴	ملازمت وغیرہ کرنے والی خواتین کا نفقہ
۲۱۵	نفقہ عورت کے قبضہ میں آنے کے بعد اس کی ملکیت ہو جاتی ہے
۲۱۶	مدت سے قبل نفقہ ضائع کر دے
۲۱۶	جان بوجھ کر شوہر کا نفقہ ادا نہ کرنا
۲۱۶	غائب شوہر کے مال سے عورت نفقہ لے سکتی ہے
۲۱۸	گزشتہ نفقہ لینے کا حکم
۲۱۹	کوئی عورت نفقہ کی مستحق ہے اور کوئی نہیں
۲۲۰	رخصتی سے قبل بھی نفقہ کی مستحق ہوگی
۲۲۱	نفقہ سے محروم ہونے کی صورتیں
۲۲۱	(۱) مرتدہ یعنی دین سے پھر جانے والی
۲۲۲	(۲) اپنے سوتیلے بیٹے سے ناجائز تعلق کرنے والی
۲۲۲	(۳) عدت و قات گزارنے والی
۲۲۳	(۴) وہ عورت جس کا نکاح نکاح فاسد ہوا
۲۲۴	(۵) وہ منکوحہ جو کسی کی باندی ہو
۲۲۴	(۶) ایسی نابالغہ جس سے جماع نہ کیا جاسکتا ہو
۲۲۵	(۷) ناشزہ (نافرمان بیوی)

صفحہ	مضامین
۲۲۵	ناشزہ کا مطلب
۲۲۷	شوہر کیساتھ سفر سے انکار کرنا شوہر ہے
۲۲۹	موجودہ عرف اور قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاضی کی رائے
۲۳۰	ناشزہ تو بہ کر لے تو نفقہ ملے گا
۲۳۰	جان کے خوف کی وجہ سے شوہر کے گھر نہ جائے تو بھی نفقہ ملے گا
۲۳۱	نافرمان بدچلن بیوی جب شوہر کے گھر ہے تو نفقہ ملے گا
۲۳۱	شرط کے مطابق شوہر پر نفقہ واجب ہے
۲۳۱	(۸) محبوبہ یعنی وہ عورت جو قید کر لی گئی
۲۳۲	(۹) اپنے میکے میں اس قدر بیمار ہو گئی کہ جماع کے لائق نہیں
۲۳۳	(۱۰) ایسی عورت جس کو کسی نے غصب کر لیا
۲۳۳	(۱۱) بغیر شوہر کے حج کرنے والی
۲۳۴	عنین کے ذمہ بیوی کا نفقہ واجب ہے
۲۳۴	مرد کے باپ یا کسی اور نے عقد کے وقت نفقہ کی ضمانت لی
۲۳۴	کسوہ یعنی عورت کا کپڑا
۲۳۵	کپڑا سال میں دو عدد واجب ہے
۲۳۶	سکنی یعنی عورت کی رہائش
۲۳۶	بیوی کا حق سکنی کیا ہے
۲۳۸	مرد اپنے اس مخصوص گھر میں عورتوں کے رشتہ داروں کو بھی آنے سے روک سکتا ہے
۲۳۸	عورت کو والدین اور دیگر رشتہ داروں کے یہاں جانے کا حکم
۲۳۹	شادی کے بعد چولہے کا الگ ہونا ہی بہتر ہے
۲۴۰	والدین و اولاد اور دوسرے اعزہ کے حقوق
۲۴۱	اولاد کا نفقہ

صفحہ	مضامین
۲۴۱	پوتا پوتی کا نفقہ
۲۴۲	والدین کے نفقہ کا حکم
۲۴۲	ذی رحم محرم یعنی دوسرے رشتہ وار کا نفقہ
۲۴۳	بیوی ان قریبی رشتہ دار کے حقوق کیلئے مانع نہ بنے
۲۴۳	شوہر اپنی بیوی سے کتنے دن تک جدا رہ سکتا ہے
۲۴۶	عورت کا حق بجماعت
۲۴۶	میاں بیوی کا باہمی حسن سلوک
۲۴۸	بیوی کے دین کا خیال رکھنا دوسرے حقوق سے زیادہ اہم ہے
۲۵۰	عورتوں پر مردوں کے حقوق
۲۵۱	(۱) خاوند کی اطاعت
۲۵۴	معصیت میں اطاعت نہیں
۲۵۵	(۲) اپنی عصمت و عزت اور شوہر کے مال کی حفاظت
۲۵۷	(۳) شوہر کا احسان مندر ہونا
۲۵۹	(۴) (رضاعت) اولاد کو دودھ پلانا
۲۶۰	کن صورتوں میں دودھ کا پلانا واجب ہے
۲۶۰	کن صورتوں میں ماں کے ذمہ دودھ پلانا واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے
۲۶۱	کب ماں کے ذمہ دودھ پلانا نہ واجب ہے نہ مستحب
۲۶۱	بلا وجہ ماں کو دودھ پلانے سے منع کرنا
۲۶۲	جب ماں کا دودھ نقصان دہ ہو
۲۶۲	ماں باپ دونوں کے باہمی مشورہ سے کسی لڑکے سے دودھ پلوانا
۲۶۲	عورت اپنے بچہ کو دودھ پلائے تو اس کی اجرت کا مسئلہ
۲۶۳	اجنبی عورت کے دودھ پلانے کی اجرت کا مسئلہ

صفحہ	مضامین
۲۶۳	ماں اور اجنبیہ دونوں اجرت پر دودھ پلانے تو کون مقدم ہوگی
۲۶۴	مدت رضاعت
۲۶۴	مدت رضاعت سے قبل دودھ چھڑانے کا حکم
۲۶۵	بغیر شوہر کی اجازت کے دودھ پلانے کا حکم
۲۶۵	رضاعی ماں کی تعظیم و تکریم
۲۶۵	(۵) (حضانت) یعنی چھوٹے بچے کی پرورش کا بیان
۲۶۶	کن صورتوں میں ماں کا حق تقدم ختم ہو جاتا ہے
۲۶۷	ماں کے بعد پرورش کا حق کس کو ہے
۲۶۷	پرورش کرنے کی مدت
۲۶۸	پرورش کے خرچ کی ذمہ داری باپ پر ہے
۲۶۹	بچہ کی دینی و اخلاقی تربیت
۲۷۲	بچہ کے پیدا ہونے کے بعد کیا کرنا چاہئے
۲۷۲	میاں بیوی کا خوشگوار معاشرہ
۲۷۳	اپنے شوہر کی دینداری کا خیال رکھنا
۲۷۳	اس کے علاوہ بیوی پر اور کیا خدمات ہیں
۲۷۳	ساس سر و غیرہ کی خدمات
۲۷۴	بہو کی خدمت کی قدر کی جائے
۲۷۴	زوجین میں سے کسی کے انتقال ہونے پر ازواجی تعلق ختم ہو جاتا ہے
۲۷۶	ایک شبہ کا ازالہ
۲۷۷	بیوی کی تجہیز و تکفین کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے
۲۷۷	رشتہ زوجیت جنت میں باقی رہے گا
۲۷۹	نکاح کے غلط رسومات کا شرعی جائزہ

صفحہ	مضامین
۲۷۹	منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین
۲۸۰	ڈالی مقرر کی کارسم
۲۸۰	شادی کے موقع پر نیوٹہ پوری کرنے کی رسم
۲۸۲	رسم برات کی ابتداء کس طرح ہوئی
۲۸۳	برادری کے لوگوں کو دعوت (بھوج) کھانا نہ کھلانے پر لڑکی والوں کو طعنہ دینا
۲۸۴	شریعت میں جہیز کا حکم
۲۸۵	جہیز فاطمی کے سلسلے میں ایک تحقیق
۲۸۶	موجودہ رسم جہیز کی حقیقت
۲۸۷	رسم جہیز کی تباہ کاریاں
۲۸۹	سامان جہیز کس کی ملکیت ہے
۲۹۰	زیور کا مالک کون ہے
۲۹۰	جہیز کا سامان استعمال سے خراب ہو جائے تو کون ذمہ دار ہوگا
۲۹۰	نکاح میں دف اور باجوں کا حکم
۲۹۱	مذہب احناف کی تحقیق
۲۹۱	مذہب شافعی کی تحقیق
۲۹۲	حنفیہ کا اصل مذہب
۲۹۳	دف کا جواز اگر ہو بھی تو چند شرائط کیساتھ
۲۹۵	آج کا مروجہ طریقہ خلاف شرع ہے
۲۹۵	خلاصہ تحریر اور مذہب حنفی
۲۹۵	گولہ اور پٹاخا کے ذریعہ اعلان
۲۹۶	شادی کے موقع پر عورتوں کا اشعار اور گیت گانا
۲۹۷	مرد کا مہندی لگانا



صفحہ	مضامین
۲۹۷	عورتوں کے لئے ہاتھ وغیرہ پر مہندی لگانا مستحب ہے
۲۹۸	ابٹن لگانا
۲۹۹	نکاح میں سہرا و گجر اور غیرہ باندھنا
۲۹۹	لڑکی سے اجازت لینے کا غلط طریقہ
۳۰۰	نکاح کے وقت جھک کر چلنا
۳۰۰	نکاح کے وقت سلام کرنا
۳۰۱	نکاح کے بعد مصافحہ
۳۰۱	نکاح کے بعد چھو ہارے لٹانا
۳۰۱	دولہا والے سے مسجد یا مدرسہ کا جبراً چندہ لینا
۳۰۲	دولہا سے درباری وغیرہ کا روپیہ لینا
۳۰۲	نکاح کے بعد دوہن کا منہ دکھانا
۳۰۲	شب زفاف کی رسم
۳۰۳	شب زفاف گزارنے کا صحیح طریقہ
۳۰۵	ہم بستری کرنے کے آداب
۳۰۷	صحبت کا غلط طریقہ
۳۰۸	ہم بستری اور خلوت کے راز کو بیان کرنا
۳۰۹	غسل جنابت
۳۰۹	چوٹھاری نہانے کی رسم بد
۳۱۰	بیمار یا بوڑھی اور نابالغہ سے جماع
۳۱۰	بیوی سے حالت حمل میں وطی کرنا
۳۱۱	دودھ پلانے کی مدت میں جماع
۳۱۱	عزل اور زودھ کا استعمال

صفحہ	مضامین
۳۱۲	ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کا شرعی جائزہ
۳۱۴	استقاط حمل
۳۱۴	استقاط الحمل بعد نفخ الروح
۳۱۵	استقاط الحمل قبل نفخ الروح
۳۱۶	شادی کی دیگر رسومات
۳۱۷	غلط رسموں کے اختیار کرنے پر وعید
۳۱۷	جس شادی میں منکرات ہوں اس میں شرکت کرنے کا حکم
۳۱۸	نکاح شغار کی ممانعت
۳۱۹	نکاح متعہ کی ممانعت
۳۲۰	نکاح کے غیر اسلامی طریقے
۳۲۰	زمانہ جاہلیت کے ازدواجی رشتے
۳۲۳	مذہب یہودیت میں عورت
۳۲۴	مذہب عیسائیت میں نکاح
۳۲۵	ہندو دھرم میں شادی
۳۲۷	مسائل متعلقہ
۳۲۷	غیر مسلم میاں بیوی ایک ساتھ ایمان قبول کر لیں
۳۲۷	کافر کی بیوی جب مسلمان ہو جائے تو اس سے نکاح کا حکم
۳۲۸	کافرہ بیوی یا کافرہ مطلقہ عورت مسلمان ہو جائے تو اس سے نکاح کا حکم
۳۲۸	زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے نکاح ٹوٹ جائے گا
۳۲۹	میاں بیوی دونوں ساتھ مرتد ہو جائیں
۳۲۹	ارتد ادکا نقصان عظیم
۳۳۱	مراجعہ و ماخذ

## انتساب واستدعا

میں اپنی اس پہلی کاوش کو مشفق والدین  
خصوصاً محترمہ والدہ مرحومہ (جن کی  
شفقت و محبت اور تعلیم و تربیت اور ان کی  
وعاؤں کے طفیل میں اس علمی خدمت کے  
لائق ہوا) کی طرف منسوب کرتے ہوئے  
قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ دعاء کریں  
کہ اللہ تعالیٰ والدہ مرحومہ کی مغفرت فرما کر  
ان کی قبر کو اپنے انوار سے بھر دے اور جنت  
میں انہیں بلند مقام عطا فرمائے

اور

مادر علمی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور  
کی طرف بھی منسوب کرنے میں فرحت محسوس  
کرتا ہوں جس کے بزرگ اساتذہ اور اکابر  
ملت کی تربیت کے طفیل بندہ اس کا مٹی ہوا

# دعائے کلمات

فدائے ملت امیر الہند

حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم

صدر جمعیت علماء ہند

کتاب خزینۃ الفقہ کو مختلف مقامات سے دیکھ کر بیحد مسرت ہوئی۔ قرآن و حدیث اور فقہی دلائل اور علماء کرام و مفتیان عظام کی تصدیقات نے کتاب کو اعتبار بخشا ہے۔

میری دعاء ان کے ساتھ ہے اللہ رب العزت قبولیت سے نوازے۔ اور علمی و دینی تمام کاموں میں اخلاص و برکت عطا فرمائے۔

والسلام

اسعد مدنی غفرلہ

صدر جمعیت علماء ہند

۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ

## تقریظ

فقہ الاسلام محدث کبیر حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہریؒ  
سابق ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم وقف سہارنپور۔ یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلياً و مسلماً

پیش نظر کتاب ”خزینۃ الفقہ“ عزیز مکرم مولوی مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری کی تالیف ہے جس میں نکاح کے متعلق بہت سے مسائل کا اچھا ذخیرہ جمع کیا ہے، مظاہر علوم سہارنپور، ان کا مادر علمی ہے، یہاں رہ کر انہوں نے ایک عرصہ تک اپنے اکابر اور بزرگان دین سے اکتساب فیض کیا ہے۔ فراغت کے بعد ہی سے تعلیمی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ تعلیم و تدريس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا ذوق بھی رکھتے ہیں، پیش نظر کتاب اسی ذوق کا نتیجہ ہے۔ عزیز موصوف نے جن کتابوں سے اس تالیف میں مدد لی ہے وہ بذات خود اس تالیف کے اعتبار کے لئے ضمانت ہیں میں اپنی مصروفیت اور علالت کے سبب بالاستیعاب نہیں دیکھ سکا، تاہم معتبر مآخذ و مراجع سے ماخوذ و مستفاد ہونا اور بعض معتبر مفتیان عظام اور علمائے کرام کا بالاستیعاب نظر غائر سے دیکھنا انشاء اللہ ہر طرح سے کافی و دافی سند اعتبار ہے، میں بصدق دل خداوند قدوس سے دعا گو ہوں کہ وہ اس تالیف کو شرف قبولیت سے نوازے۔ مؤلف کی عمر میں برکت، دینی خدمت کا شوق و ذوق، اخلاص اور جذبہٴ عمل عطا فرمائے۔

ایں دعاء از من و از جملہ جہاں آمین باد فقط

العبد محمد مظفر حسین المظاہری

۱۳/شوال ۱۴۲۲ھ

## تقریظ

فقہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مدظلہ العالی  
مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام وصلوة على عباده الذين اصطفى  
یہ دیکھ کر دلی مسرت ہے کہ نئی نسل میں لکھنے پڑھنے کا ذوق و شوق شباب پر ہے علماء  
کرام کی جماعت میں تصنیف و تالیف کا حوصلہ اور جذبہ قابل صد مبارکباد ہے۔ ہر سال  
مختلف دینی احکام و مسائل پر نوجوان علماء کی کتابیں چھپ کر آرہی ہیں اور پڑھنے  
والے اس سے برابر استفادہ میں مشغول ہیں۔

مولانا محمد کوثر علی سبحانی فاضل مظاہر علوم سہارنپور کی نئی کتاب (خزینۃ الفقہ فی  
مسائل النکاح) خاکسار کے ہاتھوں میں ہے یہ ان کی پہلی تالیف ہے جو انہوں نے  
نکاح کے مسائل پر مرتب کی ہے۔ ماشاء اللہ نکاح سے متعلق تمام مسائل پر بحث کی ہے  
جیسے مہر۔ ولایت۔ کفالت۔ رضاعت۔ حضانت۔ میاں بیوی کے ایک دوسرے پر  
حقوق اور نفقہ وغیرہ اور جو کچھ لکھا ہے کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے نکاح کی غلط  
رسومات پر بھی روشنی ڈالنے کی سعی کی ہے۔ مختصر یہ کہ مولانا موصوف نے کافی محنت کی  
ہے۔ امید ہے کہ آئندہ مؤلف کا قلم زیادہ رواں دواں ہوگا۔ اور امت کو مولانا کے قلم  
سے زیادہ فائدہ پہونچے گا۔ میں اپنی طرف سے موصوف کی ان کی اس محنت پر مبارک  
باد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو قبول فرمائے اور آئندہ  
ترقی کا زینہ بنائے۔ ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

طالب دعاء

محمد ظفیر الدین مفتی دارالعلوم دیوبند

۳۱ مرزی الحج ۱۴۲۲ھ

## تقریظ

فقہ الملت حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی<sup>۲۱</sup>  
سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

”خزینۃ الفقہ“ نامی اس مجموعہ میں فقہ کی مختلف کتابوں سے نکاح اور اس سے متعلق منتشر جزئیات، نیز مسائل واقوال و فتاویٰ کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، توقع ہے کہ فقہی روایات کا یہ مجموعہ اردو داں حلقہ کے لئے مفید ثابت ہوگا (باقی مؤلف کے تمام نقول سے اتفاق ضروری نہیں ہے)۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مرتب مجموعہ کی اس تالیفی جدوجہد کو قبول فرمائے اور انہیں دیگر فقہی موضوعات پر تحقیقی و تخلیقی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

مجاہد الاسلام قاسمی

۲ جنوری ۲۰۰۲ء

## تقریظ بحر العلوم محدث وقت حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی

استاذ حدیث و ارا العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

مفتی محمد کوثر علی سجانی فاضل مظاہر علوم سہارنپور نے ”خزبنۃ الفقہ“ کے نام سے فقہ کے مختلف ابواب کے مفتی بہ مسائل کو جمع کرنے کی کوشش کیا ہے میرے سامنے ”خزبنۃ الفقہ“ کی پہلی جلد موجود ہے جو نکاح سے متعلق مفتی بہ مسائل اور اس کے دلائل پر مشتمل ہے نکاح ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کا وجود دنیا کے ساتھ آخرت اور جنت میں بھی ہے۔ اور اسی کے ذریعہ جملہ حقوق العباد اور معاشرتی مسائل وجود پذیر ہوتے ہیں۔ اور یہی خاندان کی بنیاد ہے۔ شریعت اور اس کے احکام عین فطرت انسانی کے مطابق ہیں اس کی اہمیت کے پیش نظر احادیث میں جہاں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہیں وہیں قرآن میں بھی نکاح اور نکاح سے متعلق مسائل کو تفصیل سے بیان کیا ہے فقہاء نے بھی قرآن اور حدیث کے پیش نظر تفصیل کے ساتھ اس کے جزئیات کو بیان کیا ہے۔

موصوف نے اپنی اس کتاب میں نکاح کی اہمیت اس کے فوائد اس کے ارکان اور شرائط اور اس کے متعلق مہر ولایت نکاح کفایت محرمات اور نکاح کے سنت طریقے، زوجین کے حقوق نفقہ، سکنی، رضاعت، جہیز، رسومات نکاح اور اس کا شرعی جائزہ زمانہ جاہلیت کے رائج نکاح کے طریقے اور اس کا اسلام سے موازنہ غرض نکاح کے ہر قسم کے مسائل موجود ہیں... اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ جگہ جگہ قرآنی آیات اور احادیث پیش کرنے کیساتھ ہر مسئلہ کو فقہ اور فتاویٰ کی معتبر اور مستند کتابوں کے حوالے سے مدلل کیا ہے جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت اور بڑھ جاتی ہے اسلئے یہ کتاب ہر طبقہ کیلئے مفید ہے۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیت عطاء فرمائے اور مصنف کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے آمین۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

محمد نعمت اللہ

خادم اللہ ریس دارالعلوم دیوبند، سہارنپور (الہند)



## تقریظ

مکتبہ الاسلام محدث زمانہ حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہ

ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! ہمارے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے فارغ التحصیل نوجوان صالح فاضل عزیزم محترم مولانا مفتی کوثر علی صاحب نے عنوان نکاح پر اس سے متعلقہ اہم مسائل اور مفتی بہ اقوال پر ایک مجموعہ مرتب فرمایا ہے۔ مجھے اس کو مفصل طور پر مطالعہ کرنے کا موقع نہیں مل سکا مگر دیگر علمائے کرام نے اس خدمت کو پسند فرمایا ہے۔ اور یقیناً اپنے عنوان کی اہمیت کے پیش نظر یہ ایسی علمی خدمت ہے جس کا فائدہ نقد ہے کیونکہ ہر مسلمان کو عموماً ان مسائل سے واسطہ رہتا ہے اور ہمہ وقت وہ رہبری کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو مفید اور نافع فرمائے۔ اور مسلمانوں کو شریعت الہیہ اور سنت نبویہ کے مطابق زندگی کی یہ اہم ترین ضرورت پوری کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

فقط والسلام

محمد سلمان

ناظم مدرسہ مظاہر علوم

## تقریظ

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب مظاہری، ندوی

استاذ حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!

عزیزم مکرم مولانا مفتی محمد کوثر علی سبحانی کی تصنیف خزینۃ الفقہ فی مسائل النکاح اس لحاظ سے ایک خاص اہمیت رکھتی ہے کہ اس موضوع پر اگرچہ متعدد کتابیں کتب خانوں میں موجود ہیں۔ مگر ان کی تعداد بہت ہی کم ہے مفتی صاحب چونکہ مفتی کیساتھ مدرس بھی ہیں اس وجہ سے ہر وقت علمی اشتغال رہتا ہے اور علم تازہ رہتا ہے جس کا اثر تصنیف پر پڑنا لازمی ہے۔ اسی وجہ سے بڑے بڑے حضرات حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی ظفر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جیسے اکابر نے مہر تصدیق ثبت فرمائی ہے۔

چونکہ مفتی صاحب کی یہ پہلی کاوش منظر عام پر آ رہی ہے اس لئے ابھی ترقی کی گنجائش ہے اور امید کی جاسکتی ہے کہ انشاء اللہ آئندہ بھی وقت کی ضرورت کی بہت سی علمی کاوشیں موصوف کی منظر عام پر آ کر مفید عام و خاص ہوتی رہیں گی۔

ولفقتا الله جميعا الى الحق والصواب وهو ولي التوفيق

عبدالقادر غفرلہ

۱۳/۸/۱۴۲۳ھ

## تقریظ

مجاہد ملت حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی  
صدر آل انڈیا تعلیمی و ملی فاؤنڈیشن، دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلياً اباعدا!

فعال اور صالح نوجوان جناب مولانا مفتی محمد کوثر علی سبحانی فاضل مظاہر علوم  
سہارنپور نے اپنی تالیف خزینۃ الفقہ کی پہلی جلد کا مسودہ براہ حسن ظن پیش کیا اور مجھے  
مطالعہ کے بعد چند جملے لکھنے کو کہا مصروفیت کی وجہ سے پورے طور سے تو نہیں دیکھ سکا  
مگر سرسری فہرست پر نظر ڈال کر کتاب کے چند مقامات کو دیکھا۔ ماشاء اللہ کتاب بہت  
ہی اہمیت کی حامل ہے۔ کیونکہ موصوف نے اس کتاب میں نکاح کے تمام تر مفتی بہ  
مسائل کو بڑی تحقیق و جستجو کے بعد فقہ اور فتاویٰ کی معتبر کتابوں کی عربی عبارتوں سے مدلل  
کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت ہر عام و خاص کے لئے ظاہر ہے۔ یہ کتاب اس  
لافتح ہے کہ مفتیان کرام بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں کیونکہ بہت سے علماء و مفتیان  
کرام نے اس خدمت کو سراہا ہے کتاب دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اس لئے تہہ دل سے  
دعاء کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے اور مؤلف کی عمر دراز  
کر کے دینی، علمی، عملی، ملی، قومی خدمات کا شوق و جذبہ عطا فرمائے اور تمام تر خدمات  
میں اخلاص کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ وما توفیقی الا باللہ

فقط

محمد اسرار الحق قاسمی

کیم جنوری ۲۰۰۲ء

## کلمات تقدیم

حضرت ہر دوئی دامت برکاتہم کے خلیفہ مجاز

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالاحد صاحب قاسمی تاراپوری

صدر آل انڈیا ملی کونسل گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے ایک نوجوان عالم مولانا مفتی محمد کوثر علی سبحانی مظاہری نے اپنی ترتیب دی ہوئی تالیف ”خزینۃ الفقہ فی مسائل النکاح“ کا مسودہ براہ حسن ظن مجھے مطالعہ کے بعد چند کلمات تقدیم لکھنے کیلئے حکم فرمایا میں نے فہرست پر نظر ڈالی اور ایک مرتبہ سرسری طور پر بالاستیعاب دیکھا۔ موصوف ایک سنجیدہ کم گو صاحب علم فاضل ہیں، اس کے ساتھ تحقیق و جستجو اور لکھنے کا ذوق بھی رکھتے ہیں۔

عزیز القدر موصوف نے بڑی ہی تحقیق و جستجو کے بعد مسائل نکاح کا جو مجموعہ ترتیب دیا ہے وہ موضوع سے متعلق تمام ضروری جزئیات کو حاوی ہے مثلاً نکاح کے فوائد و فضائل و احکام کے بعد ولایت، کفالت، کفالت، پیغام نکاح، منگنی، طریقہ نکاح، رسوم نکاح، ولیمہ، جہیز، مہر، محرمات نکاح کے اقسام، حقوق زوجین، حضانت، پرورش، رضاعت وغیرہ مسائل کی موصوف نے سیر حاصل تشریح پیش کی ہے اور احکام پر تقریباً تین سو ذیلی عنوان قائم کر کے کتاب کو تین سو سے زائد صفحات پر عمدگی سے ترتیب دیا ہے۔

خوبی کی بات یہ ہے کہ ہر مسئلے کو حوالے سے مدلل کیا ہے اور اکثر مقامات پر مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے معتبر و مستند فقہ و فتویٰ کی عربی عبارتوں سے کتاب کی وقعت

و افادیت کو اور بڑھایا ہے۔

نکاح ایک ایسی ممتاز عبادت ہے جو عبادت مالیہ و بدنہ کے ساتھ حقوق معاشرت اور عائلی مسائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایسی عبادت بن جاتی ہے جو دوسری عبادتوں کی طرح وقتی اور تحدیدی نہیں ہے، بلکہ نکاح کے مقدس رشتہ میں جڑ کر حقوق کی ادائیگی اور حسن معاشرت سے شب و روز زندگی گزارنے والے دو جنس کو زندگی کے آخری سانس تک اس عبادت کا اجر و ثواب ملتا رہتا ہے۔

مولانا موصوف نے فقہی انداز و ترتیب سے ان تمام مسائل کو گویا قیمتی دانوں کو خوبصورت تسبیح میں پرو دیا ہے جس کی ضرورت ہر خاص و عام مرد و عورت کو ہمیشہ پڑتی ہے۔

یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر پڑھے لکھے مرد و عورت کے ہاتھ میں ہو بلکہ ہر شہر قصبہ کے اہل علم، واعظین کرام، ائمہ مساجد، مدرسین مکاتب اس سے بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔

بارگاہ الہی میں دعا ہے کہ حق تعالیٰ مؤلف موصوف کی اس کتاب کو قبول عام فیض رساں بنا کر اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نواز کر صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

راقم الحروف

عبدالاحد قاسمی تاراپوری

خادم حدیث دارالعلوم تاراپور

مدیر ماہنامہ صوت القرآن احمد آباد

۸/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

حرفے چند

تائید و توثیق

صاحب المکتفی بحل المجتبى

جناب مولانا مفتی امتیاز صاحب

حضرت مولانا احمد حسین صاحب

احمد آبادی

مظاہری پٹنی

مہتمم جامعہ دار القرآن، سرخیز احمد آباد

مہتمم جامعہ کنز العلوم احمد آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين  
وعلى آله واصحابه واهل بيته اجمعين اما بعد!

انسان کو اللہ رب العزت نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور تمام ضرورتوں کے پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے بہتر سے بہتر طریقہ متعین فرمایا ہے کھانا ساری مخلوقات کھاتی ہیں لیکن حضرت انسان کیلئے طہیات کو منتخب فرمایا اور کھانے کے طریقے کو تمام مخلوقات سے اچھا اور بہتر طے فرمایا کہ بیٹھ کر کھائے داہنے ہاتھ سے کھائے مل جل کر ساتھ بیٹھ کر کھائے ایک دوسرے کی رعایت کیساتھ کھائے۔

اسی طرح اس کی ایک ضرورت ایک عمر کو پہنچ کر فطری جذبات ہیں عام جانوروں کیلئے کوئی طریقہ کوئی نسخہ نہیں اپنے فطری جذبات جہاں اور جس جگہ چاہیں اور جس طریقہ سے چاہیں پوری کر لیں۔ لیکن حضرت انسان کیلئے روز اول سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک طریقہ متعین فرمادیا ہے کہ یہ اپنے جذبات کی تسکین ضرور کریگا لیکن اسی انداز اور طریقہ سے جیسے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بتلایا ہے۔ جہاں چاہے اور جب چاہے جیسے چاہے نہیں کر سکتا بلکہ اس کے لئے حدود متعین فرمایا اور محارم کی ایک مستقل فہرست قرآن اور حدیث میں پیش کر دی گئی ہے نیز غیر محارم سے استماع میں نکاح یا ملک یمین کی شرط لگادی۔ اس میں بھی بعض وقتوں کو مستثنیٰ کر کے حالت حیض و نفاس میں

بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اور ان تمام شرائط کے باوجود بے انتہا اخفاء کا حکم فرمایا یہاں تک کہ زوجین کی باہمی بات چیت تک کے افشا کو بدترین گناہ ارشاد فرمایا۔ چونکہ نکاح اور نقض نکاح یعنی طلاق اور خلع وغیرہ ایسے ضروری مسائل اور پیش آنے والی چیزیں ہیں کہ ان کو جتنا کھول کھول کر اور صاف صاف بیان کیا جائے اتنا ہی بہتر ہے بلکہ انسانیت کی سخت ضرورت کی چیز ہے۔ الحمد للہ ہمارے فاضل محترم عزیز گرامی القدر مولانا مفتی محمد کوثر علی سبحانی زید مجدہ نے اس باب میں اور اس جیسے مختلف ضروری ابواب پر قلم اٹھایا ہے اور ان ابواب کے مسائل کو قرآن و حدیث اور اقوال فقہاء کے ذریعہ مدلل طریقہ سے جمع فرمایا ہے اس وقت پیش کردہ خصوصی کتاب نکاح کے سلسلے میں ہے جس کو بندہ نے خوب دیکھا بلکہ بہت سی جگہ تصحیح بھی کی نکاح کے باب میں بہت ہی مفصل اور مدلل کتاب ہے امید کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ امت مسلمہ کیلئے اسے مفید تر بنائے۔ فاضل محترم کی محنت و مشقت جان فشانی اور اس سلسلہ میں اپنے اکابر کی طرف رجوع نے اس کے فائدہ کو دو چند کر دیا ہے اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اسے قبول فرما کر مفتی صاحب اور دیگر ہم تمام رفقاء کے لئے سعادت دارین کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد امتیاز احمد آبادی

خادم دار القرآن

۱۴ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

احمد حسین پٹنی

خادم جامعہ کنز العلوم احمد آباد

۱۲ اکتوبر ۲۰۰۲ء

## پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین الرحمن الرحیم ملک يوم الدين  
والصلوة والسلام على رسوله الكريم سيد الانبياء والمرسلين وعلى  
آله واصحابه الطيبين الطاهرين وعلى مجتهدى ملته واتباعه الى يوم  
الدين ابابعد!

یہ عاجز و در ماندہ قلم۔ خدائے واحدہ لاشریک لہ کے سامنے سر بسجود ہے کہ اس نے  
مجھ جیسے ظلوم و جہول اور تہی دامن کو وادی قرطاس و قلم میں اتار کر اس حقیر سی علمی خدمت  
کو پیش کرنے کی توفیق و سعادت بخشی۔ اس میں تو شک نہیں کہ فقہ اسلامی پر اردو زبان  
میں متعدد کتابیں موجود ہیں۔ ان کتابوں کے ہوتے ہوئے بھی مجھ جیسے کم علم اور قلیل  
البصاعت نے ایک اور کتاب لکھنے کی جرأت کی ہے اس کی ضرورت تھی یا نہیں اہل علم  
حضرات خود تعریض و تنقید سے قطع نظر کر کے نگاہ عمیق اور پر عدل تدبر سے بالاستیعاب  
اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد فیصلہ کر سکتے ہیں کیونکہ اس کے علاوہ دیگر کتابوں  
میں اتنی بسط و تفصیل کیساتھ اصولی و فروعی مسائل پر بحث نہیں کی گئی ہے اور نہ ان  
کتابوں کو قرآن و حدیث اور فقہ و فتاویٰ کی مستند و معتبر کتابوں کے حوالہ جات سے اتنا  
مدلل و مستند کیا گیا ہے جتنا کہ اس کو کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب ”خزینۃ الفقہ“ کا آغاز نکاح اور اس سے متعلقہ مسائل سے کیا گیا  
ہے کیونکہ نکاح ہی کے ذریعہ دنیا کی آبادی کا آغاز ہوا حضرت آدم و حوا کا باہمی تعلق  
جنت میں نکاح ہی کے ذریعہ قائم ہوا اور انہیں دونوں سے دنیاوی خلافت و نظامت کا  
اجراء ہوا اور انہیں دونوں سے پیدا ہونے والی اولاد یعنی بھائیوں اور بہنوں کے درمیان  
اللہ تعالیٰ نے مناکحت کو جائز قرار دیکر نسل انسانی اور دنیا کی آبادی کا دائرہ وسیع کیا اور  
انہیں انسانوں سے دنیاوی نظام کو مضبوط و مستحکم فرماتے ہوئے اخیر میں ہادی عالم محمد  
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا آپ نے زندگی کے ہر شعبہ کو خدائی قانون سے



مکمل فرمایا آپ کے بعد صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین ائمہ مجتہدین و محققین نے اس نسل انسانی کی رہنمائی کا کما حقہ فریضہ انجام دیا اور آج تک دیتے آرہے ہیں۔ پھر زمانہ جس قدر آگے بڑھتا گیا انسانی زندگی میں اتنا ہی بگاڑ پیدا ہوتا گیا آج کے اس دور میں عقائد کی پختگی، معاملات کی درستگی، اخلاق و عادات کی پاکیزگی ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ خصوصاً نکاح اور طلاق اور دیگر معاشرتی مسائل کو بدعات و رسومات و خرافات نے پورے طور سے جکڑ لیا ہے آئے دن ایسے تشویشناک حالات رونما ہو رہے ہیں کہ شریعت و سنت عنقاء بن چکی ہے ایسے بے راہ روی کے دور میں ضرورت تھی کہ معاشرتی و معاملات کی مسائل کے ہر ایک باب پر ایسی کتابیں مرتب ہوں جو مفتی بہ جزوی و کلی مسائل کو حاوی ہوں اور کتاب و سنت اور فقہ و فتاویٰ کی عبارتوں سے آراستہ ہوں۔

چنانچہ زیر نظر کتاب ”خزینۃ الفقہ“ کی جلد اول کی ترتیب اسی غرض سے اس نہج پر ہوئی ہے اس میں نکاح اور اس سے متعلق عام اصول اور ہر اصول کے تحت بہت سی جزئیات کو مدلل پیش کیا گیا ہے مثلاً نکاح کے فضائل و فوائد، ارکان و اقسام، شرائط و احکام، ولایت نکاح، کفالت و کفالت، نکاح کے سنت طریقے، محرمات نکاح کے اقسام، تعدد نکاح اور اس پر کی جانے والی تنقیدات کا دفاع، حضور کے تعدد نکاح کی حکمتیں، حقوق زوجین، مہر، نفقہ، سکنی، رضاعت و حضانت، جہیز، رسومات نکاح اور ان کا شرعی جائزہ، مانع حمل ادویہ کا استعمال اور اسقاط حمل کا حکم، زمانہ جاہلیت کے رائج نکاح اور اس کی شکلیں۔ یہود و نصاریٰ اور ہندو دھرم میں نکاح کے طریقے اور اس کا اسلام سے موازنہ وغیرہ کو خارجِ جی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے ملحقہ کے ساتھ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ جہاں ضرورت محسوس ہوئی اکثر مسائل کی حکمتیں اور مصلحتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ اور ہر باب کے شروع میں اس باب سے متعلق اسلام کی اصولی ہدایات اور شریعت کے عمومی مزاج و مذاق پر بھی تفصیل کیساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔

نیز مسائل کے ساتھ قرآن و حدیث سے اس کے متعلق فضائل اور ترغیبات بھی

بیان کی گئی ہیں۔ سادہ زبان اور عام فہم اسلوب اختیار کیا گیا ہے تاکہ عام طور سے لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اگرچہ اردو ادب اور محاورات کے سلسلے میں مجھ جیسے نااہل سے خطا و غلطی کا احتمال ہی نہیں بلکہ اس کے وقوع کا معترف ہوں۔

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا

غواص کو مطلب ہے گہر سے نہ صدف سے

تاہم قارئین سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اسقام و تسامحات پر اس تہی دامن کو آگاہ فرمادیں تو آپ کا بیحد مشکور ہوں گا تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

یا باری تعالیٰ میری اس حقیر سی محنت کو قبول فرما کر دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین

العبد محمد کوثر علی سبحانی مظاہری ارریاوی

## بدیہ تشکر و امتنان

من لم يشكر الناس لم يشكر الله (الحديث)

ہم اپنے رحیم و کریم آقا و مولیٰ خالق و مالک رب العالمین کے سامنے سجدہ شکر کے بعد ان تمام بزرگوں کے مخلصانہ کرم فرمایوں پر جذباتی حد تک ممنون و مشکور ہیں جنہوں نے صرف اپنی قیمتی تقریظات سے ہی اس حقیری تالیف کی قدر افزائی نہیں فرمائی بلکہ اپنے دست کرم کا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر داد تحسین اور خوب خوب دعا میں دیں ان بزرگوں کی ذرہ نوازی سے میرا حوصلہ بڑھا اور اہلیت و صلاحیت نہ ہونے کے باوجود آگے تحقیقی و تحقیقی خدمات کی ہمت ہوئی ان حضرات کے الطاف و عنایات سے جہاں میں اپنی علمی بے بضاعتی اور ذاتی کمزوریوں کو محسوس کر کے شرمندہ ہو رہا تھا وہیں اس بات کا احساس بھی ہو رہا تھا کہ حقیقت میں یہ مخلصین حضرات جمود و تعصب سے پاک علمی و دینی خدمات کی قدر دانی اور ادنیٰ سا بھی کام کرنے والے سے محبت فرما کر اور لطف و کرم کا ہاتھ پیٹھ پر رکھ کر آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ خواہ کام کرنے والا کسی ملک اور کسی صوبہ کا رہنے والا ہو ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکبت گل نسیم صبح تیری مہربانی

بعدہ محبت گراں ہمارے کرم فرما برادر م حضرت مولانا مفتی امتیاز صاحب احمد آبادی مد فیوضہم کے ہم تہ دل سے شکر گزار ہیں جنہوں نے اس تالیفی مراجع کے لئے اپنے جامعہ دار القرآن سرفیض احمد آباد کی کتابوں سے فائدہ اٹھانے کا خوب موقع دیا اور گاہے بگاہے نیک مشورہ سے نوازتے رہے ان کی عنایات ہمیشہ میرے ساتھ ہیں مفتی صاحب کی وسعت ظرفی ہے کہ جب ہم لوگوں نے خیال بہار سرحدی مسلمانوں کی خستہ حالی اور جہالت و غربت کی وجہ سے بددینی کا احساس دلایا تو انہوں نے ہم چند نو جوان علماء کا ٹرٹی ادارہ الفلاح ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی صدارت قبول فرما کر اسکے تحت سرحدی علاقوں میں مکاتب قرانیہ اور فارلس سنج شہر میں جامعۃ الفلاح اور اسلامی اسکول وغیرہ کا سلسلہ شروع فرما کر ہم لوگوں کو علمی و دینی قوی خدمات کا موقع دیا اور اس کی رہنمائی فرما رہے ہیں ان چیزوں میں حضرت مولانا احمد حسین صاحب مظاہری پٹنی مدظلہ بھی برابر کے شریک ہیں ان کے اہتمام میں مجھے علمی و دینی خدمات کا خوب موقع ملا۔ اللہ ان حضرات کے فیوض کو عام و دائم فرمائے۔

خیر! حضرت مولانا مفتی جمال الدین صاحب خلیق و ہمدرد اور عمر رسیدہ بزرگ ہیں ہر اعتبار سے ہم سے بڑے ہیں مگر ہمارے ساتھ سجدہ قد و اور عزت کا معاملہ فرماتے ہیں ان کی ہی

توجہ اور ذرہ نوازی سے دونوں جلدوں کی طباعت کا کام ہمارے لئے آسان ہوا ہے۔ بڑی احسان فراموشی ہوگی اگر حضرت مولانا عبدالاحد صاحب تارا پوری اور حضرت مولانا قاری عبدالحمید صاحب پانولی مدظلہما کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے بغیر میرے مطالبہ کے پہلی طباعت میں کچھ تعاون فرما کر ہمیں سہارا دیا تھا اللہ ان تمام حضرات کا سایہ تادیر بایں ہمہ فیوض و برکات قائم دائم رکھے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر حضرت مولانا ظلیل الرحمن صاحب قاسمی نیپالی زید مجدہ (شیخ الحدیث جامعہ الفضل جوہا پوری احمد آبادی) کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے ہمد تن مشغول ہو کر میری اس کتاب (خزینۃ الفقہ) کی دونوں جلدوں پر گہری نظر فرمائی اور کافی حد تک اردو محاورات وغیرہ کی اصلاح و ترمیم کی (جزاۃ اللہ عنی احسن الجزاء) ان کے علاوہ مولانا مہتاب عالم صاحب قاسمی شیخ الحدیث جامعہ الفضل احمد آباد و مولانا صدیقی ندوی پٹنی اور یہاں کے مدرس مفتی آفتاب عالم صاحب قاسمی و مفتی ثناء اللہ صاحب قاسمی اور قاری جہانگیر صاحب وغیرہ نے بھی ایک نظر ڈالی (فجزاہم اللہ عنی جمیعاً) اور جہاں تک ہوسکا میں نے بھی از سر نو دیکھا۔ بہر کیف جلد اول کا دوسرا ایڈیشن کچھ مسائل کے اضافہ کے ساتھ اور جلد ثانی کا پہلا ایڈیشن الغرض دونوں جلدیں کافی حد تک غلطیوں سے صاف ستھرا ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے تاہم پھر بھی غلطیوں کے رہ جانے کا احتمال ہے اس لئے قارئین سے درخواست ہے کہ اس نجی دامن کو آگاہ فرمادیں تو آپ کا سچید شکر گزار ہوں گا۔

سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق ہمارے محترم برادر عزیز جناب مولانا ٹس تبریز قاسمی زید مجدہ ہیں جنہوں نے کتاب کی کمپوزنگ و طباعت کی ساری ذمہ داریاں لیکر ہم کو فارغ کر دیا ہے اللہ ان کی محنت کا ان کو بہترین بدلہ عطا کرے۔ نیز مولانا افتخار حسین صاحب مدنی دہلی و مولانا محمد شریف صاحب پٹنی نے بھی اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی کی ہے (حفظہم اللہ و جزاہم عنا خیر الجزاء)

نیز ہمارے شاگرد رشید عزیزان مولوی عبید اللہ عباسی رنجوی و مولوی بشیر عباسی اسلام پوری نے بڑی سعادت مندی کے ساتھ تسوید و تہض میں حصہ لیا۔ (زادہم اللہ علما و توفیقاً) ان کے علاوہ ان تمام احباب کے بھی ہم شکر گزار ہیں جنہوں نے کسی طرح کا بھی تعاون فرما کر خلوص و مودت کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ (فجزاہم اللہ عنی جمیعاً) فقط

العبد

محمد کوثر علی سبحانی مظاہری

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين

محمد واله واصحابه اجمعين

اللهم انى احمدك واستعينك على الجمع والتاليف

## نکاح کے معنی

نفت میں نکاح کے متعدد معنی ہیں۔ ٹل جانا، جماع کرنا، شادی کرنا۔ اور شریعت میں اس کا مطلب ہے، عورت و مرد کے درمیان ایجاب و قبول کے ذریعہ ایسا خاص عقد و معاہدہ جس کے تحت دونوں (مرد و عورت) ازدواجی زندگی میں بندھ جائیں اور ان کے بچے میاں بیوی کا تعلق قائم ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے منافع حاصل کرنا جائز اور ان سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جائے۔

## شریعت میں نکاح کی اہمیت

انسان بچپن کی زندگی گزار کر جب زمانہ شباب کو پہنچتا ہے تو اس کے اندر جنسی خواہشات خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ جوان ہونے کے بعد مرد و عورت کا اجتماع یہ انسان کا طبعی و فطری تقاضا ہوتا ہے۔ مگر اس فطری تقاضے کی تکمیل کے لئے ہر شریعت اور مہذب قوم نے انسان کو ایک خاص معاہدہ کا پابند بنایا ہے جس کو شادی یا عہد کہا جاتا ہے۔ اس عقد و معاہدہ کے بغیر مرد و عورت کا یکجا ہو کر جنسی خواہشات کی تکمیل تمام مذاہب و معاشرہ میں حرام اور گناہ کبیرہ ہی نہیں بلکہ انسانی سطح سے گرا ہوا گھناؤنا فعل

۱۔ ہو۔ عقد يفيد ملك للمتعۃ ای حل لستماع للرجل من امرأة لم يمنع من نكلها مانع شرعی..... قصداً (قوله ای حل لستماع للرجل) ای المرأة لانه عقد يفيد حکمة بحسب الوضع للشرعی وفي البدائع ان من احکمه ملك للمتعۃ وهو اختصام الزوج بمنافع بعضها وسائل اعضائها لستماعاً (درمختلر مع الشامی صفحہ ۵۹ جلد ۱) اما النکاح الصحیح فله احکام بعضها اصلی وبعضها من التولیع اما الاصلیة فمنها حل الوط -- ومنها ثبوت النسب (بدائع الصنائع ص ۶۴۴ تا ۶۴۶ جلد ۲)

سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جتنی شریعتیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اتاری ہیں سب میں نکاح کو نہایت اہمیت حاصل رہی ہے۔ چنانچہ صاحب درمختار فرماتے ہیں۔

لیس لنا عبادة شرعت من عهد آدم الى الآن ثم تستمر في الجنة ان میں نکاح اور ایمان کے علاوہ کوئی ایسی عبادت نہیں جو کہ حضرت آدم سے لیکر جنت تک مشروع ہو؟

صاحب مرقاة ملا علی قاری فرماتے ہیں (ہو اقرب الی العبادات الخ) یعنی نکاح معاملات کے مقابلے میں عبادت سے زیادہ قریب ہے حتیٰ کہ نکاح میں مشغول ہونا محض نفلی عبادت کیلئے تخلیہ و تنہائی اختیار کرنے سے بہتر ہے۔ ۲

ایک حدیث میں ہے کہ تین صحابیؓ نے حضور ﷺ کی غیر موجودگی میں ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس آکر حضور ﷺ کی عبادتوں کا حال دریافت کیا اور آپؐ کی عبادات کو کم سمجھ کر آپس میں گفتگو کرتے ہوئے تینوں نے کہا کہ ہم کہاں اور کہاں جناب آقا ﷺ (یعنی ہمارے اور آپؐ میں کیا نسبت) کیونکہ آپؐ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک صاحب نے تمام رات جاگ کر نماز میں مشغول رہنے کا عہد کر لیا تو دوسرے شخص نے مسلسل روزہ رکھنے اور کبھی افطار نہ کرنے کی نیت کر لی اور تیسرے نے کہا میں تو عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی نکاح ہی نہیں کروں گا جب آپ ﷺ کو ان تینوں کا حال معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو تہدید و انداز میں خطاب فرمایا کہ۔

اما واللہ انى لاخشاكم للہ  
واتقاكم له لكنى اصوم وافطر  
واصلى وارقد واتزوج النساء  
فمن رغب عن سنتى فليس منى  
متفق عليه ۱۔

كان کھول کر سن لو خدا کی قسم میں تم  
لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا  
ہوں اور ان کی نافرمانی سے بچتا ہوں  
اس کے باوجود میں کبھی نفلی روزہ بھی  
رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا رات کے  
ایک حصہ میں نماز میں مشغول ہوتا ہوں تو کبھی زیادہ حصہ رات کا سونے میں گزارتا  
ہوں اور میں نے عورتوں سے شادی بھی کی ہے پس جو میری سنت سے اعراض کرے وہ  
مجھ سے نہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

يا معشر الشباب من استطاع  
منكم الباءة فليتزوج فانه اغض  
للبصر واحسن للفرج ومن لم  
يستطع فعليه بالصوم فانه له  
وجاء متفق عليه ۲۔

اے جوانوں کی جماعت تم میں سے جو  
شخص مجامعت (اور اس کے لوازمات  
نان نفقہ) کی قدرت رکھتا ہو تو اسے  
نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ نکاح کرنا نظر کو  
پنپی کرتا ہے اور شرمگاہ کو بہت  
محفوظ رکھتا ہے اور جو (مجامعت و نان نفقہ) کی قدرت نہیں رکھتا تو اس کو چاہئے کہ وہ  
روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے شہوت شکن (ہتھوڑا) ہے۔

نکاح کرنا آدھا دین ہے

عن انس رضى الله عنه قال قال  
رسول الله ﷺ اذا تزوج العبد  
فقد استكمل نصف الدين فليتق  
الله فى النصف الباقي ۳۔

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نکاح  
کیا اس نے آدھا دین مکمل کر لیا اب  
اسے چاہئے کہ آدھے دین

۱۔ بخاری شریف صفحہ ۷۰۷ جلد ۲ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۷ جلد ۲ کتاب النکاح)

۲۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۸ جلد ۲ کتاب النکاح)

کے سلسلے میں خدا سے ڈرے۔

(فائدہ): انسانی جسم میں دو ایسے اعضاء ہیں جن سے اکثر گناہوں کا صدور ہوتا رہتا ہے ایک شرمگاہ اور دوسرا پیٹ جب نکاح کر لیا تو ایک قسم کے گناہ سے حفاظت ہوگئی تو اب اسے چاہئے کہ حلال کمائی ہی کے ذریعہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی معیشت کا انتظام کرے اور حرام مال استعمال کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

### نیک بخت عورت دنیا کا بہترین سامان ہے

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة ۱  
حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پوری دنیا ایک متاع (یعنی تھوڑی دیر فائدہ حاصل کرنے کا سامان ہے) اور دنیا کی بہترین متاع نیک بخت عورت ہے۔

### شادی کرنے والوں کیلئے فراخی رزق کا وعدہ ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں انسانوں کو شادی کا حکم دیتے ہوئے فراخی رزق کا وعدہ فرمایا ہے کہ

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَأَمْثَلِكُمْ أَنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۲  
اے لوگو! تمام غیر شادی شدہ (آزاد) افراد اور پاکدامن غلام اور باندیوں کی شادی ضرور کر دیا کرو اگر وہ نادار اور مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی بنا دیگا اللہ تو بہت وسعت والا اور بہت زیادہ جاننے والا ہے۔



(فائدہ): شادی بیاہ کرنے سے محتاجی نہیں بلکہ خوشحالی پیدا ہوتی ہے بہت سارے لوگ شادی سے قبل آرام طلبی سستی، کامیابی اور لالچابی پن میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اس کے برخلاف شادی کے بعد بیوی بچے کا بار محسوس کر کے محنت کرنے والے خوش حال بن جاتے ہیں یہ بات صرف تجربہ ہی کی نہیں بلکہ شادی کے بعد فراخی رزق کا قرآن میں وعدہ ہے اور احادیث و آثار سے اس کا ثبوت ہے۔

### نکاح کے فوائد

(۱) نکاح کا سب سے بڑا فائدہ نسل انسانی کی بقاء اور تولید و تناسل کا جاری رہنا ہے۔ (۲) انسان کے اندر جنسی ہیجان اور خواہشات نفسانی بہت بڑا ہلاکت خیز مرحلہ ہوتا ہے جو نکاح کرنے سے ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ (۳) ہر آدمی اپنا گھر بسا کر اہل و عیال کیساتھ سکون سے رہنا چاہتا ہے جو نکاح سے حاصل ہوتا ہے۔ (۴) ہر آدمی کا اپنا ایک کنبہ اور بڑا خاندان ہوتا ہے جس کی حمایت سے اپنے آپ کو مضبوط اور محفوظ محسوس کر کے معاشرہ میں اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے اپنا رعب و اب داب قائم رکھنا چاہتا ہے جو نکاح سے حاصل ہوتا ہے۔ (۵) نکاح کرنے سے آدمی گھربار اہل و عیال کی خبر گیری اور اس کی پرورش کے سلسلے میں برابر محنت کر کے اپنے نفس کو مجاہدہ کا عادی بنا کر لا پرواہی کی زندگی سے دور رہتا ہے اور یہ صرف دنیوی اعتبار سے ہی نفع بخش نہیں بلکہ اخروی اعمال میں بھی اس کی وجہ سے جستی و فکر مندی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ (۶) نکاح کے ذریعہ نیک و صالح اولاد پیدا ہوتی ہے جو صرف دنیا ہی میں اطمینان و سکون، عزت اور نیک نامی کا ذریعہ نہیں بلکہ اخروی طور سے بھی فلاح و سعادت کا سبب ہوتی ہے۔ (۷) ان سب فوائد کیساتھ اجر و ثواب کا بھی مستحق ہوتا ہے کیونکہ میاں بیوی کا پاس بیٹھ کر محبت و پیار کی باتیں کرنا، ہنسی دل لگی میں دل بہلانا بھی نفل نماز سے بہتر ہے۔

## نکاح کے احکام

نکاح کا حکم سب کے حق میں یکساں نہیں ہے شریعت نے انسان کے مختلف حالات کی رعایت کی ہے علامہ ابن نجیم مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں (وصفہ فرض و واجب و سنۃ و حرام و مکروہ و مباح) یعنی نکاح کرنے کا حکم انسانی حالات کے اعتبار سے چھ قسم پر ہے۔

(۱) نکاح فرض :- اس وقت ہوتا ہے جبکہ مرد کی قوت مردانگی اور جنسی ہیجان اس قدر غالب ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو اس کے ساتھ بیوی کے مہر اور اس کے نان نفقہ کی ادائیگی پر بھی قدرت ہو نیز یہ خوف بھی نہ ہو کہ بیوی کیساتھ اچھا سلوک کرنے کے بجائے اس کے ساتھ ظلم و زیادتی کا برتاؤ ہوگا تو ایسے حالات میں نکاح کرنا فرض ہوتا ہے نہ کرنے پر گناہ گار ہوگا۔

(۲) نکاح واجب :- اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ جنسی ہیجان کا غلبہ تو ہو مگر اس قدر نہ ہو کہ زنا میں مبتلا ہو جانے کا یقین ہو۔ نیز مہر اور نفقہ کی قدرت کیساتھ ظلم کرنے کا خوف بھی نہ ہو تو ایسے حالات میں نکاح کرنا واجب ہے نہ کرنے سے گناہ گار ہوگا۔ ہاں! جنسی ہیجان کا غلبہ تو ہو مگر مہر اور نفقہ پر قادر نہیں تو پھر نکاح نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا۔

(۳) نکاح سنت مؤکدہ :- اس وقت ہوتا ہے جبکہ حالت اعتدال کی ہو یعنی مردانگی قوت اور جنسی ہیجان غالب تو نہ ہو لیکن بیوی کیساتھ مجامعت و مباشرت کی قدرت رکھتا ہو اور مہر و نفقہ کی بھی استطاعت ہو کہ صحیح طور پر حقوق زوجہ ادا کر سکے۔ نیز سنت مؤکدہ ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ نکاح کی وجہ سے ترک فرائض و واجبات اور سنن کا خوف نہ ہو۔ تو اس وقت نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے اور سنت کی نیت سے

نکاح کرنے والا اجر و ثواب سے نوازا جائے گا نہ کرنے سے گناہ گار ہوگا۔

(۴) نکاح مکروہ:- اس وقت ہوتا ہے جبکہ بیوی پر ظلم کرنے کا خوف ہو کہ میرا مزاج بڑا سخت اور تیز ہے جس کی وجہ سے خطرہ ہے کہ میں بیوی پر ظلم و زیادتی سے نہیں بچ سکوں گا تو ایسی حالت میں نکاح کرنا مکروہ ہے نکاح کرنے سے گناہ گار ہوگا۔

(۵) نکاح حرام:- اس وقت ہوتا ہے جبکہ بیوی پر ظلم کرنے کا خوف ہی نہیں بلکہ یقین ہو کہ مزاج کی سختی اور تندگی کی وجہ سے بیوی کیساتھ اچھا سلوک قطعاً نہیں کر سکتا بلکہ ظلم کرنا یقینی ہے اور اس کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا تو نکاح کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہوگا ایسے شخص کو نکاح سے بچنا لازم ہے۔

(۶) نکاح مباح:- اس وقت ہوتا ہے جبکہ مرد اپنے ان فرائض و حقوق کو جو بیوی کیلئے ہیں فی الحال تو نہیں آئندہ ادا نہ کرنے کا گمان رکھتا ہو تو ایسی حالت میں نکاح کرنا صرف مباح اور جائز ہے کر لے تو فیہا ورنہ کوئی گناہ نہیں ہے۔

لو صفته فرض و واجب و سنة حوام و مکروه و مباح اما الاول فبان يخاف الوقوع في الزنا لو لم يتزوج بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه الا به لأن ما لا يتوصل الي ترك الحرام الا به يكون فرضا واما الثاني فبان يخلفه لا بالحيثية المذكورة اذ ليس الخوف مطلقا مستلزما بلوغه الى عدم التمكن وبه يحصل التوفيق بين قول من عبر بالافتراض وبين من عبر بالوجوب وكل من هذين القسمين بشروط بشرطين الاول ملك المهر والنفقة فليس من خلفه اذا كان عاجزا عنهما آثما بتركه كما في البدائع الثاني عدم خوف الجور فان تعرض خوف الوقوع في الزنا لو لم يتزوج وخوف الجور لو تزوج قدم الثاني فلا افتراض بل مكروه كما افاده في فتح القدير ولعله لان الجور معصية متعلقة بالعباد والمنع من الزنا من حقوق الله تعالى وحق العبد مقدم عند التعارض لا احتياجه وغنى المولى تعالى واما الثالث فعند الاعتدال وسيأتي بيانه واما الرابع فبان يخاف الجور بحيث لا يمكنه الاحتراز عنه لأنه انما شرع لمصلحة من تحصين النفس وتحصيل الثواب وبالجور يأثم و يرتكب المحرمات فتتعدم المصلحة لرجحان هذه المفاسد واما الخامس فبان يخلفه لا بالحيثية المذكور وهي كراهة تحريم ومن اطلق الكراهة عند خوف الحور فراده القسم الثاني من القسمين واما السادس فبان يخاف العجز عن الأيفاء بمواجبه كذا في المجتبى يعني في المستقبل (بحر الرائق صفحہ ۱۴۰ ج ۳)

## نکاح کے ارکان

نکاح کے دو رکن ہیں ایجاب اور قبول عاقدین میں سے جس کا کلام مقدم ہو مثلاً مرد یا عورت نے پہلے کہا کہ میں نے اپنا نکاح تم سے کیا تو اس کو ایجاب کہا جاتا ہے پھر اسی مجلس میں دوسرا یہ کہے کہ میں نے قبول کیا تو یہ قبول ہے ایجاب و قبول کے وقت عاقدین میں سے ہر ایک کیلئے دوسرے کا کلام سننا ضروری ہے۔ اور ایجاب و قبول کے سننے کی تین صورتیں ہیں۔ ۱۔ بالاصالت یعنی زوجین خود سنیں۔ ۲۔ بالوکالۃ یعنی عاقدین کا وکیل نے (توکیل بالنکاح کی پوری تفصیل آگے آرہی ہے)۔ ۳۔ بالولایۃ یعنی زوجین کا ولی نے (ولایت کی بحث بھی آگے آرہی ہے)

## ایجاب و قبول کا بلفظ ماضی ہونا

ایجاب و قبول میں سے ہر ایک ماضی کے صیغے سے ہونا چاہئے یعنی ایسا لفظ استعمال کیا جائے جس سے یہ بات سمجھی جائے کہ نکاح ہو چکا جیسے عورت خود یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو تمہاری زوجیت میں دیا یا عورت کا ولی مرد سے کہے کہ میں نے اپنی بیٹی یا فلاں عورت کو جس کا نام فلاں ہے تمہاری زوجیت میں دیا یا کسی وکیل نے اپنی موکلہ کے متعلق کہا کہ میں نے اس کا نکاح تم سے کیا اس کے جواب میں مرد نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

## ایجاب و قبول دونوں میں سے کوئی ایک ماضی ہو

دوسری صورت یہ ہے کہ ایجاب و قبول میں سے کوئی ایک ماضی کا صیغہ ہو خواہ دوسرا حال یا استقبال ہو تو بھی نکاح ہو جائے گا جیسے عورت نے کہا کہ تم مجھ سے نکاح کر لو یا عورت کا ولی مرد سے کہے کہ تم میری بیٹی سے یا فلاں عورت سے نکاح کر لو یا وکیل نے کہا کہ میری موکلہ سے نکاح کر لو اس کے جواب میں مرد نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا یا اس کے برعکس مرد کہے کہ میں نے تمہارے ساتھ اپنا

نکاح کر لیا اس کے جواب میں عورت نے کہا کہ میں منظور کرتی ہوں تو بھی نکاح درست ہو جائے گا۔ اور اگر مرد عورت سے یوں کہے کہ کیا تم نے اپنے آپ کو میرے نکاح میں دیا اور اس کے جواب میں عورت - میں نے قبول کیا کے بجائے صرف ہاں کہہ دے تو بھی نکاح ہو جائیگا۔

البتہ گواہوں کے سامنے صرف اس اقرار سے کہ ہم دونوں میاں بیوی ہیں نکاح نہیں ہوگا۔

### ایجاب وقبول کے الفاظ صریحہ و کنایہ

ماضی کے صیغے کی طرح ایجاب وقبول میں نکاح وتزوج کا لفظ صراحۃ استعمال کرنا بھی ضروری ہے مثلاً مرد یا عورت ایجاباً کہے کہ میں نے تم سے نکاح کیا یا تزوج کیا یا نکاح اور تزوج کے ہم معنی کوئی ایسا لفظ استعمال کرے جس سے نکاح کا مطلب صراحۃً سمجھ میں آتا ہو جیسے مرد نے کہا کہ میں نے تمہیں اپنی بیوی بنا لیا یا یوں کہا کہ میں تمہارا شوہر ہو گیا، یا تو میری بیوی ہو گئی تو نکاح ہو جائے گا۔

اور اگر اس نے ایسا لفظ استعمال کیا جس سے کنایۃً نکاح کا مفہوم نکلتا ہو اور اس کو گواہ وغیرہ بھی سمجھ رہے ہوں تو بھی نکاح صحیح ہو جائیگا بشرطیکہ اس لفظ سے فی الحال پوری ملکیت مراد لی جاتی ہو جیسے ہبہ، صدقہ، تملیک، بیع، شراء وغیرہ۔ مگر اس میں نکاح کی نیت کرنا اور نکاح ہو رہا ہو اس پر کسی قرینہ کا پایا جانا اور پھر اس کو گواہ اور خود عاقدین کا سمجھنا شرط ہے۔ نیز ان کلمات کا ترجمہ یا مفہوم عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں

۱۔ وينعقد ملتبعا بايجاب من احدهما وقبول من الآخر وضعا للمضى لان العاضى اذل على التحقيق كزوجت نفسي لو بنتى لو موكلتى منك ويقول الآخر تزوجت وينعقد ايضا بما اى بلقطين وضع احدهما له للمضى والآخر للاستقبال او للحال فالاول الامر بالغ ولا بالقرار على المختار خلاصة كقوله هي امرأتى الغ (درمختار على حاشي الشملی صفحہ ۶۹ تا ۷۴ جلد

بھی ادا کر دیا تو بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔۱

اگر مرد اور عورت دونوں وہاں موجود ہوں اور دلی یا دکیل یا نکاح خواں نے اشارہ سے کہا کہ میں نے تمہارا نکاح اس کیساتھ کر دیا تو بھی نکاح ہو جائے گا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر زوجین وہاں موجود نہیں تو پھر انکا اور انکے باپ کا بھی نام لینا ضروری ہے۔۲

### بذریعہ خط ایجاب و قبول سے نکاح

مرد نے عورت کو یوں لکھا کہ تم مجھ سے اپنا نکاح کر لو پھر عورت نے دو گواہوں کے سامنے مرد کے اس تحریری پیام کو نقل کرتے ہوئے یوں کہا کہ گواہ رہو میں نے اس مرد سے اپنا نکاح کر لیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اگر عورت نے اس تحریر کو گواہ کے سامنے پڑھ کر نہیں سنایا اور صرف یہ کہا کہ میں نے اپنا نکاح فلاں مرد سے کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔۳

(تنبیہ) : تحریر کے ذریعہ صرف ایجاب یا صرف قبول ہو سکتا ہے دونوں تحریری ہی ہوں مثلاً ایک نے ایجاب لکھ کر بھیجا دوسرے نے بھی تحریری قبول بھیج دیا کہ میں نے قبول کیا اور گواہ وغیرہ اس تحریر پر نہیں بنایا یا تحریر گواہوں کے سامنے پڑھ کر نہیں سنایا تو

۱. وانما يصح بلفظ تزويج ونكاح لانهما صريح وما عداهما كناية هو كل لفظ وضع لتعليك عين كاملة فلا يصح بالشركة في الحال الخ كهبه وتعليك وصدقة وعطية - وكل ما تملك به الرقاب بشرط نية او قرينة فهم الشهود المقصود (برمختلر علي حاشي شامي صفحه ۷۸ تا ۸۲ جلد ۱) ۲. ان كانت المرأة حاضرة فلشتر اليها عند التزويج كفي اما ان كانت غائبة حيث لا يسمعون كلامها وعقلها وكيلها فكفي نكر اسمها لو كان الشهود يعرفونها والا فذكر اسمها واسم والدها وجدها بالمصرحة لازم (ردالمختلر ص ۲۷۲ ج ۲) بحواله حاشيه بهشتي زيور ۳. حصه ۱

۴. ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب وصورته ان يكتب اليها بخطبها فلذا بلغها الكتاب لحضرت الشهود وقرأت عليهم وقالت زوجت نفسي منه او تقول ان فلانا كتب اليّ بخطبتي فلشهدوا اني زوجت نفسي منه اما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلاں لا ينعقد لان سماع الشطرين شرط صحة النكاح وبسماعهم الكتاب او التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين (شلي صفحه ۷۳ جلد ۱)

نکاح نہیں ہوگا۔

نیز ایجاب کی تحریر میں لڑکا یا لڑکی (یعنی ایجاب سمجھنے والے) کا نام مع ولدیت پتہ نشان اور مہر کا تذکرہ ضروری ہے۔ نیز تحریری ایجاب وقبول کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تحریر لکھنے والا مجلس عقد میں موجود نہ ہو ورنہ پھر زبانی ایجاب وقبول ضروری ہوگا۔

### ٹیلیفون کے ذریعہ نکاح

ٹیلیفون پر ایجاب وقبول کرنے سے نکاح صحیح نہیں ہوگا کیونکہ ایجاب وقبول کرنے والے عاقدین کی مجلس متحد نہیں ہے ہاں اگر ٹیلی فون پر وکیل بنا دیا جائے تو درست ہے مثلاً لڑکی یا لڑکے نے کسی کو ٹیلیفون پر وکیل بناتے ہوئے یوں کہا کہ میرا نکاح فلاں سے کر دیجئے یا ولی مثلاً باپ نے کسی کو وکیل بنایا کہ میرے لڑکے یا لڑکی کا نکاح فلاں سے کر دو پھر وکیل نے دو شرعی گواہ کے سامنے ایجاب وقبول کرا دیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا جیسے کوئی شخص امریکہ میں ہے اور وہ وہیں سے ہندوستان میں کسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ ٹیلیفون وغیرہ سے کسی کو ہندوستان میں اپنا وکیل بنا دے کہ وہ اس کی طرف سے فلاں لڑکی کے نکاح کو قبول کر لے پھر یہاں مجلس نکاح منعقد کی جائے اور قاضی صاحب یا لڑکی کے والد وغیرہ جو بھی نکاح پڑھائیں وہ کہیں کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح فلاں شخص سے جو امریکہ میں ہے کیا اس کے بعد وکیل کہے کہ میں نے اس لڑکی کو فلاں کے نکاح میں قبول کیا تو اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا۔

### گونگا کے نکاح کا طریقہ

اگر گونگا لکھنا جانتا ہو تو اس کو ایجاب کے کلمات لکھ کر دیئے جائیں اور وہ قبول کو تحریر آپیش کرے اور اگر لکھنا نہیں جانتا ہے تو جس طرح اور چیزوں کو اشارہ سے سمجھایا

جاتا ہے اسی طرح نکاح کے ایجاب کو بھی اشارہ سے سمجھایا جائے اور جب وہ سر یا ہاتھ سے قبول کیلئے اشارہ کر دے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

### نا بیٹنا اور بہرے کا نکاح

ایک آدمی نا بیٹنا بھی ہو اور بہرہ بھی تو اس کے نکاح کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح اور ضروریات اس کو سمجھائی جاتی ہیں اور دریافت کی جاتی ہیں اسی طرح نکاح کے ایجاب کو بھی اس کا ہاتھ وغیرہ پکڑ کر سمجھایا جائے اور پھر وہ اشارہ میں قبول کر لے تو نکاح درست ہو جائے گا۔ ۲۔

### اکراہ کے سبب نکاح

کسی مرد یا عورت سے کسی نے کہا تم اپنا نکاح مجھ سے یا فلاں سے قبول کر لو ورنہ جان سے مار ڈالوں گا اب اگر لڑکا یا لڑکی بخوف جان اس ایجاب کو قبول کر لے تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ نیز اسی طرح اگر ان کے اولیاء کو کسی نے دھمکایا کہ تم اپنی نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح مجھ سے قبول کر لو ورنہ زندگی سے ہاتھ دھو نا پڑیگا اب اگر اولیاء ڈر کی وجہ سے اس نکاح کے ایجاب کو قبول کر لیتے ہیں تو نکاح درست ہو کر منعقد ہو جائیگا۔ ۳۔

### ولی کی طرف سے جبراً نکاح کرنے کی دو صورتیں

ولی کو ولایت اجبار کن عورتوں پر ہے اس کا بیان باب الولایت میں تفصیل کے ساتھ آ رہا ہے مگر یہاں جبراً نکاح کی دو صورتوں کو ذکر کر دیا جا رہا ہے وہ یہ کہ ولی نے

۱۔ فان كان الاخرس لا يكتب وكان له اشارة تعرف في طلاقه ونكاحه وشرائه وبيعه فهو جائز الخ فقد رتب جواز الاشارة على عجزه عن الكتابة فيفيد انه ان كان يحسن الكتابة لاتجوز اشرارته (شامی صفحہ ۵۸۱ جلد ۲ ملخوذ فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۶۰ جلد ۷)

۲۔ وينبغي ان لا يختلف في انعقاده بالاصمين اذا كان كل من الزوج والزوجة اخرس لان نكاحه كما قالو ينعقد بالاشارة حيث كانت معلومة (شامی صفحہ ۲۷۳ جلد ۲ نعمانیہ بحوالہ فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۲۲۳ جلد ۱۰) ۳۔ اذ حقيقة الرضا غير مشروطة في النكاح لصحة مع الاكراه والهزل (شامی صفحہ ۸۶ جلد ۴ زکریا)



ڈرا دھکا کر دو لڑکیوں کا نکاح جبراً کر لیا کہ ان میں سے ایک بالغہ اور دوسری مرہقہ ہے لڑکی نے وحشت کے مارے دہلی زبان میں نکاح کو قبول کرتے ہوئے ہاں کہا مگر لڑکی شوہر کے بچہ ہونے یا کسی اور وجہ سے اس نکاح سے انکار کر دے تو اس کا حکم یہ ہے کہ بالغہ کا نکاح تو اس کے قبول کرنے سے بہر صورت لازم ہو چکا اب بجز موت یا طلاق کے علیحدگی کی کوئی صورت نہیں رہی نابالغہ مرہقہ کا نکاح جبراً اولیا میں سے باپ دادا نے کیا ہے تو اس کا حکم بھی پہلے جیسا ہے کہ نکاح لازم ہو چکا۔ بجز شوہر کی موت اور طلاق کے چھٹکارا کی کوئی صورت نہیں ہاں اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے یہ نکاح جبراً کیا تو پھر لڑکی کو بالغ ہوتے ہی اس نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار ہوگا کسی مسلمان حاکم یا قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر کے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

### ہنسی مذاق سے نکاح

دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں بلا قصد و ارادہ ہنسی مذاق میں بھی ایجاب و قبول ہو گیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا مثلاً دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے مذاقاً لڑکے نے لڑکی سے کہا میں نے تم سے اپنا نکاح کیا۔ یا ولی نے اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کے متعلق کسی سے مذاقاً کہا کہ میں نے اس کا نکاح تم سے کر دیا اور دوسرے نے اس کو قبول کر لیا تو نکاح ہو جائے گا اور لڑکے لڑکی کے مابین زوجیت کا رشتہ قائم ہو جائے گا کیونکہ حضور ﷺ کی حدیث ہے۔

ثلاث جدهن جد وهزلهن جد کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا قصد کرنا النکاح والطلاق والرجعة ۲ بھی قصد ہے اور ہنسی مذاق میں منہ سے نکالنا بھی قصد ہے وہ نکاح، طلاق اور رجعت ہے۔

ہاں اگر ایجاب کرنے والا دوسرے کے قبول کرنے سے قبل مجلس بدل دے یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو جائے جس سے اعراض معلوم ہوتا ہو تو پھر

نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ ۱

## انشاء اللہ کیساتھ ایجاب وقبول سے نکاح

انشاء اللہ کے ساتھ ایجاب وقبول سے نکاح صحیح نہیں مثلاً لڑکی نے ایجاب میں کہا کہ میں نے انشاء اللہ اپنے آپ کو تمہاری زوجیت میں دیا۔ یا لڑکی کے ولی نے کہا کہ انشاء اللہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تم سے کیا۔ یا لڑکے ہی نے قبول کرتے ہوئے کہا کہ انشاء اللہ میں نے اس نکاح کو قبول کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا کیونکہ لفظ انشاء اللہ کیساتھ عقد نکاح کا تحقق نہیں ہوتا۔ ۲

## نکاح کے اقسام

نکاح کی اولاد دو قسمیں ہیں (۱) نکاح صحیح (۲) نکاح غیر صحیح۔ ۳

## نکاح صحیح کی تعریف

نکاح صحیح وہ جس میں نکاح کے تمام ارکان و تمام شرائط پائے جائیں۔  
ارکان تو گزر چکے اور شرائط حسب ذیل ہیں۔

## نکاح صحیح کے شرائط

(۱) ایجاب وقبول دونوں ایک ہی مجلس میں ہوں یعنی ایجاب وقبول کے

لہ من شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس.... ولا يشترط العلم بمعنى الایجاب والقبول فيما يستوى فيه الجدل والهلل اذ لم يحتج لنية به يفني (درمختلر) فلو اختلف المجلس لم ينعقد فلو اوجب لحدما فقام الاخر او اشتغل بعمل اخر بطل الایجاب (شلمی مع در مختلر صفحہ ۷۶ تا ۷۸ ج ۴)

ج ہو ..... عقد يفيد ملك المتعة (درمختلر) للعقد مجموع ایجاب احد المتکلمین مع قبول الآخر او کلام الواحد القائم مقلها (شلمی صفحہ ۵۹ جلد ۴ زکریا) وینعقد بايجاب وقبول وضعا للمضى لان المضى اذل على التحقيق (درمختلر) وقوله على التحقيق أى تحقيق وقوع للحدث (شلمی صفحہ ۶۹ جلد ۴ زکریا) وظاهر ان لا تحقيق مع استئذان (بحوالہ فتاوی دارالعلوم صفحہ ۶۲ جلد ۷)

ج فالنکاح لا یخلو اما ان یکون صحیحا ولما ان یکون فاسدا بدائع الصنائع جلد ۲

درمیان کوئی ایسا کام نہ ہو جس سے ایجاب کا غیر اہم اور نا منظور ہونا سمجھا جائے۔  
(۲) عاقدین میں سے ہر ایک کا (اصالت یا ولایت یا وکالت) ایجاب و قبول کے وقت دوسرے کا کلام سننا شرط ہے۔

(۳) ایجاب و قبول کے وقت ایسے دو گواہ کا ہونا شرط ہے جو مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ ہوں دونوں گواہ مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں (لہذا صرف عورتوں کی گواہی سے نکاح منعقد نہیں ہوگا اگرچہ عورتیں چار ہوں)۔ ۲

نیز دونوں گواہ عاقدین سے واقف ہوں۔ گواہوں کا پرہیزگار ہونا شرط نہیں صرف مستحب ہے البتہ نزاع کے وقت فاسق کی گواہی معتبر نہیں ہوگی۔ گواہوں کا بیٹا ہونا شرط نہیں تا بیٹا بھی گواہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح گواہوں کا زوجین کا رشتہ دار نہ ہونا شرط نہیں رشتہ دار بھی گواہ ہو سکتے ہیں خواہ زوجین کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں مگر ان کی گواہی بھی نزاع کے وقت معتبر نہیں ہوگی۔ (۴) دونوں گواہوں کا ایک ساتھ ایجاب و قبول کا سننا اور سمجھنا شرط ہے یعنی دونوں گواہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ یہ نکاح کا ایجاب و قبول ہو رہا ہے اگرچہ لفظ کے معنی نہ جانتے ہوں اگر دونوں گواہوں نے دونوں کے الفاظ سننے کے بجائے صرف ایجاب کے الفاظ کو سنایا ایک گواہ نے صرف ایجاب اور دوسرے نے صرف قبول کو سنایا دونوں گواہوں نے متفرقاً علیحدہ علیحدہ دونوں کے ایجاب و قبول کو سننا تو ان تمام صورتوں میں نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ (۵) عاقدین (خواہ اصیل ہوں یا ولی یا وکیل) کا عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے لہذا بچہ اور مجنون خود سے اپنا نکاح نہیں کر سکتا (اسکی تفصیل آگے آرہی ہے)۔ ۳

۱. ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس (درمختلر) فلو اختلف المجلس لم ینعقد فلو اوجب احدهما فقام الاخر او اشتغل بعمل اخر بطل الایجاب (شامی صفحہ ۶۶ جلد ۴)  
۲. ولا ینعقد بشهادة المرأتین بغير رجل وكذا الخنثیین اذا لم یكن معهما رجل (علم گیری صفحہ ۲۶۷ تا ۲۶۸ جلد ۱)

۳. وشرط سماع كل من العاقدین لفظ الاخر لیتحقق رضلما وشرط حضور شاهدين حریں او حر وحریتین مکلفین سامعین قولهما معا علی الاصح فلمعین انہ نکاح علی المذهب بحر مسلمین لنکاح مسلمة ولو فاسقین او محدودین فی قذف او اعمیین او ابنی الزوجین او ابنی احدہما (درمختلر) قلنا انعقد بخصور الفاسقین والاعمیین والمحدودین فی قذف وان لم یتوبا وابنی العاقدین وان لم یقبل اداؤهم عند الفلانی (شامی صفحہ ۶۳ جلد ۴)

(۶) نکاح کے صحیح ہونے کے لئے زوجین میں نکاح کی اہلیت کا پایا جانا شرط ہے مثلاً جس عورت سے نکاح کیا جائے وہ محرمات میں سے نہ ہو (محرمات کا بیان آگے آرہا ہے) (۷) اسی طرح نکاح کے لئے یہ شرط ہے کہ زوجین ہم جنس ہوں یعنی انسان کا نکاح انسان ہی سے ہو سکتا ہے کسی انسان کا نکاح دوسری مخلوق مثلاً جنات یا پانی کے انسان سے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح انسان مرد کا نکاح انسان عورت سے ہوگا مرد کا نکاح مرد سے جائز نہیں ہے۔

(۸) نکاح کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ نکاح کسی وقت کیساتھ موقت کئے بغیر مطلقاً کیا جائے اگر کسی وقت کیساتھ مقید کر کے مثلاً دو گواہوں کی موجودگی میں کسی نے صرف دس دن کیلئے نکاح کیا تو یہ نکاح حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باطل ہے مگر امام زفر کے یہاں یہ نکاح صحیح اور لازم ہوگا اور شرط فاسد باطل ہو جائے گی علامہ شامی نے امام زفر ہی کے قول کو ترجیح دیا ہے اور حنفیہ کے یہاں اسی قول پر فتویٰ بھی ہے۔ ۲۔

(۹) نکاح کے ایجاب و قبول سے فوراً انعقاد نکاح کا معلوم ہو جانا شرط ہے لہذا اگر ایجاب و قبول کو آئندہ زمانہ کی طرف منسوب کیا مثلاً کسی نے یکم شعبان کو ایجاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کو تمہاری زوجیت میں دی فریق ثانی نے کہا کہ میں نے دو شعبان کو قبول کیا یا کسی نے ایسے کام پر نکاح کو معلق کیا جس کا آئندہ پیش آنے کا امکان ہو مثلاً قبول کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ نکاح منظور ہے بشرطیکہ میرے والد کو بھی پسند ہو، تو ان صورتوں میں نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ ۳۔

(۱۰) عاقدین کا ہوش میں ہونا شرط ہے کہ دونوں سمجھ رہے ہوں کہ کیا کہہ

۱۔ هو عند الفقهاء عقد بغير ملك المتعة اي حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنفى مشكل والوثنية لجواز نكاحه والمحرم والجنية وانسان الممل لا اختلاف للجنس (درمختلر على حاشي شامی صفحہ ۵۹ تا ۶۱ جلد ۴)  
 ۲۔ والنكاح الموقت بطل مثل ان يتزوج امرأة بشهادة شاهدين عشرة ايام وقال زفر هو صحيح لازم لان النكاح لا يبطل بالشروط الفاسد (هدايہ صفحہ ۳۱۳ جلد ۲) ثم رجع قول زفر بصحة الموقت على معنى انه ينعقد مؤبدا ويلغوا التوقيت (شامی صفحہ ۱۴۹ جلد ۴)  
 ۳۔ ومن شرائط الاجاب والقبول الخ ان لا يكون مضلًا ولا معلقًا كما سيجن (درمختلر) قوله وان لا يكون مضلًا كتر وجتك غذا ولا معلقًا اي على غير كائن كتر وجتك ان قدم زيد (شامی صفحہ ۷۷ ج ۴)

رہے ہیں لہذا معطل الحواس یعنی بے ہوشی کی حالت میں ایجاب وقبول کرانے سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

(۱۱) عقد نکاح کے وقت مہر کا صراحۃً تذکرہ کر دینا ضروری ہے اگر مہر کی تصریح و تعیین نہیں کی گئی تو بھی نکاح صحیح ہو جائیگا مگر مہر مثل لازم ہوگا بشرطیکہ شوہر نے بیوی سے واپس کر لی ہو یا زوجین کے مابین خلوت صحیحہ پائی گئی ہو یا زوجین میں سے کوئی مرجائے ورنہ بغیر واپس اور خلوت صحیحہ یا موت کے صرف متعہ ملے گا۔ (مہر کے بیان میں تفصیل آ رہی ہے)۔ ۱۲

(۱۲) طے شدہ قول و قرار کے مطابق ایجاب وقبول کا ہونا نکاح کیلئے شرط ہے یعنی جتنے مہر پر نکاح ہونا طے پایا ہے اتنے ہی مہر پر عقد نکاح ہو لہذا اگر مرد نے ایک متعینہ مہر (مثلاً دو ہزار روپے) پر ایجاب کیا لیکن عورت نے مہر کی مقدار میں (ایک ہزار) اضافہ کر کے (تین ہزار روپے پر) نکاح کو قبول کیا یا عورت نے ایک متعینہ مقدار (مثلاً تین ہزار روپے) پر ایجاب کیا لیکن مرد نے اس میں (ایک ہزار) کم کر کے (دو ہزار روپے پر) نکاح کو منظور کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا کیونکہ یہ ایجاب کرنے والے کے منشاء کے خلاف قبول ہے جس پر اس کی رضامندی نہیں پائی گئی۔ ہاں اگر اس کا برعکس ہو کہ عورت نے مرد کے ذکر کردہ مہر میں کمی کر دی یا عورت کے ذکر کردہ مہر میں مرد نے اضافہ کر دیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا کیونکہ اس میں ایجاب کرنے والے کا نقصان کے بجائے فائدہ ہے جو اس کے منشاء کے بالکل موافق ہے گویا نکاح تو متعینہ مقدار ہی پر ہوا۔ مگر عورت نے اس میں اپنی طرف سے معاف کر دیا یا مرد نے اپنی طرف سے تبرعاً کچھ بڑھا دیا۔ ۱۳

۱. واما شروطه فمنها العقل والبلوغ والحريه في العلفد الا ان الاول شرط الانعقاد فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل الخ منها سماع كل من العاقدین كلام صاحبه (علم گبر صفحہ ۲۶۷ جلد ۱) ۲. ويصح النكاح وان لم يسم فيه مهر الخ قال وان تزوجها ولم يسم لها مہرا او تزوجها على ان لا مہر لها فلها مہر مثلها ان دخل بها لومات عنها (ہدایہ صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۴ جلد ۲) ۳. ومن شرائط الايجاب والقبول ... ان لا يخالف الايجاب والقبول كقبولت لنكاح لا المهر نعم يصح للحط كزيادة قبلتها في المجلس (بمختلر) قوله نعم يصح الحط اي اذا قال تزوجتك بلف فقالت قبلت بخمسائة يصح ويجعل كلنها قبلت الألف حطت عنه خمس مائة بحر ولا يحتاج الى القبول منه لان هذا اسقاط الاراء بخلاف الزيادة كما لو قالت زوجت نفسي منك بلف فقال الزوج قبلت بالالفين صح النكاح باللف الا ان قبلت في المجلس فيصح بالالفين على المفتي به (شلمی ۷۷ جلد ۱)

(۱۳) نکاح کے منعقد ہونے کیلئے ایجاب کے مکمل ہونے کے بعد قبول کرنا شرط ہے لہذا ایجاب کے کلمات مکمل ہونے سے قبل ہی قبول کر لیا تو نکاح صحیح نہیں ہوگا مثلاً کسی نے کہا میں نے اپنی بیٹی تیری زوجیت میں دی اور لفظ دی کہنے سے قبل فریق ثانی نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ قبول معتبر نہیں ہوگا۔

(۱۴) زوجین کا ہم مذہب یعنی مسلمان ہونا شرط ہے۔ (اسکی پوری تفصیل محرمات کے بیان میں اختلاف مذاہب میں آرہی ہے)۔

### نکاح میں شرط لگانا

مقتضائے عقد خلاف یا شرعاً حرام شرط پر نکاح ہوا تو شرط باطل ہو جائے گی اور عقد صحیح ہو جائے گا مثلاً زوجین نے اس شرط پر نکاح کیا کہ ہم دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہونگے یا شوہر نے کہا کہ ہمارے اوپر نفقہ کی ذمہ داری نہیں ہوگی یا متعین مقدار نفقہ پر نکاح کیا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا میاں بیوی دونوں آپس میں وارث ہوں گے اور شوہر پر نفقہ کی ذمہ داری ہوگی، عورت کو عام دستور کے مطابق ہی نفقہ ملے گا۔

### نکاح صحیح کی قسمیں

نکاح صحیح کی چار قسمیں ہیں (۱) نکاح نافذ (۲) نکاح موقوف (۳) نکاح لازم (۴) نکاح غیر لازم

### نکاح نافذ و موقوف کی تعریف

جس نکاح میں مندرجہ ذیل شرائط پائے جائیں وہ نکاح صحیح نافذ ہوگا اور شرائط

- ۱۔ واذا وصل الایجاب بالتسمیۃ للمهر کان من تملہ ای الایجاب فلو قبل الآخر قبلہ لم یصح لتوقف اول الکلام علی آخرہ (درمختار علی حاشی شامی صفحہ ۷۰ جلد ۱)
- ۲۔ وما لا یبطل بالشروط الفاسدة ستة وعشرون ... والنکاح لا یصح تعلیقہ ولا اضافتہ لکن لا یبطل بالشروط ویبطل الشرط (فتح القدیر صفحہ ۲۱۹ ج ۵ مأخوذ مجموعہ قوانین اسلامی)
- رجل تزوج امرأة علی ان ینفق علیہا فی کل شهر مائة دینار قال ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ النکاح جائز ولہا نفقة مثلہا بالمعروف رجل تزوج امرأة علی الف درهم علی ان لاترتہ ولا یرثہا جاز النکاح ویتوارثان (فتاویٰ قاضی خان علی حاشی الہندیہ صفحہ ۳۲۱ جلد ۱)

کے مفقود ہونے کی صورت میں نکاح موقوف کہلائے گا۔

## نکاح نافذ کی شرطیں

(۱) نکاح کے ایجاب و قبول کرنے والے عاقدین (خواہ اصیل ہوں یا وکیل) عاقل بالغ ہوں۔ لہذا اگر کسی ہوشمند نابالغ لڑکے یا لڑکی نے اپنا ایجاب و قبول خود کیا تو نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر مجنون یا مجنوںہ نے کیا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

(۲) نابالغ یا مجنون لڑکا لڑکی کے نکاح کے نافذ ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کا نکاح کرنے والے ولی اقرب ہو لہذا اگر ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد نے کر دیا تو یہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

(۳) نابالغ یا مجنون لڑکا لڑکی کے دو برابر کے ولی ہونے کی صورت میں نکاح کے نافذ ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ نکاح دونوں کے مشورہ سے ہوا اگر بغیر مشورہ کے کسی ایک نے کر دیا تو نکاح دوسرے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ (تینوں شرطوں کی تفصیل ولایت نکاح میں آرہی ہے)

(۴) وکیل اپنے موکل کے دئے ہوئے اختیارات کے موافق نکاح کرے گا تو نکاح نافذ ہوگا ورنہ موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ (وکالت نکاح میں اس کی تفصیل آرہی ہے)۔

۱۔ اما شرط الانعقاد فنوعان نوع يرجع الى العاقد ونوع يرجع الى مكان العقد بالفعل فلا ينعقد نكاح المجنون والصبي الذي لا يعقل لان العقل من شرائط اهلية التصرف فاما البلوغ فشرط التنفيذ عندنا لا شرط الاعتقاد على ما تذكر ان شاء الله تعالى (بدائع الصنائع ص ۲۳۴ جلد ۲) فان نكاح الصبي وان كان منعقدا على اصل اصحابنا فهو غير نافذ ونفاذه يتوقف على اجازة وليه (بدائع الصنائع ص ۲۳۳ جلد ۲)

۲۔ فلو زوج الابعد حال قيام الاقرب توقف على لجازته (درمختار علی هامش شامی ص ۱۹۹ جلد ۴)

۳۔ اذا وكل رجلا بان يزوجه فلانة بلف درهم فزوجها اباه بالعين ان اجاز الزوج جاز وان رد بطل (فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الہندیہ ص ۲۴۷ جلد ۱)

## نکاح لازم و غیر لازم کی تعریف

نکاح کے بعد زوجین میں سے کسی کو یا ان کے اولیاء کو نکاح ختم کرانے کا اختیار نہ ہو تو وہ نکاح لازم ہوگا اگر فتح نکاح کا اختیار ہو تو وہ نکاح غیر لازم کہلائے گا۔

## نکاح لازم کی شرطیں

(۱) نابالغ لڑکا لڑکی کے نکاح کے لازم ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ ان کا نکاح باپ یا دادا کرے اسی طرح مجنون اور مجنونہ کا بھی نکاح باپ یا دادا یا بیٹا کرے۔ ان کے علاوہ اولیاء نے کیا تو یہ نکاح غیر لازم ہوگا اگرچہ کفو میں مہر مثل کے ساتھ کیا ہو۔ لڑکا لڑکی کو بلوغ کے بعد اور مجنون و مجنونہ کو جنون سے افاتہ کے بعد فتح نکاح کا اختیار ہوگا۔

(۲) بغیر اجازت ولی بالغہ عاقلہ لڑکی کے خود سوانہ نکاح کے لازم ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اپنا نکاح کفو میں کرے ورنہ ولی قضاء قاضی کے ذریعہ نکاح فتح کر سکتا ہے۔ اسی طرح عاقلہ بالغہ اپنا نکاح مہر مثل پر کرے ورنہ ولی کو حق ہوگا کہ شوہر سے مہر مثل پورا کرنے کا مطالبہ کرے اور شوہر کے انکار کی صورت میں ولی قضاء قاضی کے ذریعہ نکاح فتح کر سکتا ہے۔ (۳) ولایت نکاح میں تفصیل آرہی ہے)

(۳) نکاح کے لازم ہونے کی تیسری شرط یہ ہے کہ عورت اور اس کے ولی کو کفایت نکاح کے بارے میں دھوکا نہ دیا گیا ہو اگر شوہر نے دھوکا دہی سے کام لیا تو پھر

۱۔ وان كان المزوج غيرهما اي غير الاب وابيه لا يصح النكاح من غير كف او بغين فاحش اصلا... وان كان من كف وبهر المثل صح ولكن لهما اي لصغير وصغيرة وملحق بهما خيار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده... بشرط القضاء للفسخ (درمختار على هامش شامي ص ۱۷۳ جلد ۱) المعنوه والمعتوه والمجنون والمجنونة كالصغير والصغيرة فللولي انكاحهما اذا كان الجنون مطبقا الخ وابن المجنونة لم يعرف منهما سوء الاختيار مجانة وفسقا وان عرف لا يصح النكاح اتفاقا... وان كان المزوج غيرهما اي غير الاب وابيه الخ لا يصح النكاح من غير كف او بغين فاحش اصلا... وان كان من كف وبهر المثل صح ولكن لهما اي لصغير وصغيرة وملحق بهما خيار الفسخ (درمختار على هامش شامي ۱۷۳ تا ۱۷۴ جلد ۲ نعمانيه)

۲۔ فننكح نكاح حرة مكلفة بلارضا ولي... وله اي للولي اذان كان عصبه الاعتراض في غير الكفو (درمختار) (قوله في غير الكفو) اي فورتويجها نفسها من غير كف وكذا له الاعتراض في تزويجها نفسها باقل من مهر مثلها حتى يتم مهر المثل او يفرق القاضى (شامي ۱۷۴ تا ۱۷۵ جلد ۲ نعمانيه)



عورت اور ولی دونوں کو قضاءِ قاضی کے ذریعہ نکاح منع کرانے کا اختیار ہوگا۔

### نکاح غیر صحیح کی تعریف

نکاح کے ارکان میں سے کوئی ایک رکن اور تمام شرائطِ نکاح میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو تو وہ نکاح صحیح نہیں۔

### نکاح غیر صحیح کی قسمیں

نکاح غیر صحیح کی دو قسمیں ہیں (۱) نکاح باطل (۲) نکاح فاسد

### نکاح باطل کی تعریف

نکاح باطل یہ ہے کہ ارکانِ نکاح ایجاب و قبول کے صحیح نہ ہونے اور عاقدین میں اہلیتِ نکاح مفقود ہونے کی وجہ سے شرعاً منعقد ہی نہ ہو۔

### نکاح باطل کی صورتیں

(۱) سرے سے ایجاب و قبول ہی نہ ہو یا ایجاب و قبول میں کوئی ایسی خالی ہو جس کی وجہ سے ایجاب و قبول اپنے شرائط کے مطابق صحیح نہ ہو (ایجاب و قبول کے بیان میں تفصیل گزر چکی)

(۲) ایجاب و قبول کے الفاظ ادا کرنے والے میں ضروری اہلیت (مثلاً عقل، بلوغ، حریت وغیرہ) موجود نہ ہو۔

(۳) ایسی خاتون سے نکاح کرنا جو نکاح کے لائق نہیں مثلاً عورتِ محرمات میں سے ہو یا کسی کی منکوحہ و معتدہ ہو یا خود نکاح کرنے والے کی مطلقہ مثلاً شہ بغیر حلالہ کے ہو یا موجودہ بیوی کے ساتھ اس کا جمع کرنا حرام ہو جیسے بیوی کی بہن وغیرہ سے یا چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں سے یا ایسی عورت سے جو نہ مسلمان ہے نہ کتابیہ

ل لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی او قادر علی المہر والنفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلاں ابن فلاں فاذا هو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار (در مختار علی ہاشمی ص ۶۷ جلد ۵)  
واما مشروطہ فمنہا العقل والبلوغ والحرية في العاقد الا ان الاول شرط الاعتقاد فلا ينعقد نکاح المجنون والصبي الذي لا يعقل (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۱)

(شرائط نکاح اور محرمات کے بیان میں اس کی تفصیل موجود ہے)  
 (۴) مرد و عورت میں سے کوئی ایک مرتد ہو یا مرد غیر مسلم اور عورت مسلمان  
 ہو (آخر کتاب میں مسائل متعلقہ کے تحت تفصیل آرہی ہے)

## نکاح فاسد کی تعریف

ارکان نکاح اور عاقدین میں اہلیت نکاح تو موجود ہو مگر شرائط نکاح میں سے  
 کوئی شرط مفقود ہو تو وہ نکاح فاسد ہے۔ باطل کے علاوہ جتنی صورتیں ہیں وہ سب نکاح  
 فاسد ہیں دخول سے قبل اس کا حکم وہی ہے جو باطل کا ہے یعنی احکام نکاح میں سے کوئی  
 حکم اس پر مرتب نہیں ہوگا۔ البتہ دخول کے بعد نکاح کے کچھ احکام اس پر مرتب  
 ہو جاتے ہیں۔

نکاح فاسد میں وطی کے بعد مرتب ہونے والے احکام  
 مہر متعینہ جس کی مقدار مہر مثل سے کم ہو نکاح اور وطی کرنے والے مرد پر  
 واجب ہوگا اگر بوقت نکاح مہر مقرر نہیں ہوا تھا تو مہر مثل میں سے جو کم ہو واجب ہوگا۔  
 اولاد کا نسب ان شرائط کے ساتھ ثابت ہوگا جو خزینۃ الفقہ جلد ثانی کے نسب  
 کے بیان میں مذکور ہے۔

تفریق یا متارکت کے بعد عورت پر عہد واجب ہوگی۔  
 (خزینۃ الفقہ جلد ثانی میں عدت کے بیان میں تفصیل آرہی ہے)

## نکاح کی سنتیں اور مستحبات

(۱) جب نکاح کا ارادہ ہو تو پیغام دینے سے قبل ایک دوسرے کے حالات

۱۔ اما النکاح الفاسد فلا حکم له قبل الدخول (بدائع الصنائع صفحہ ۳۳۵ جلد ۲)  
 ۲۔ وان كان قد دخل بها فلها الاقل مما سمي لها ومن مهر مثلها ان كان ثمة مسمى وان لم يكن ثمة  
 مسمى فلها مهر المثل بالغاً ما بلغ (فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۳۳۰ جلد ۱)  
 ۳۔ ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد وتعتبر مدة النسب من وقت الدخول عند  
 محمد وعليه الفتوى (فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۳۳۰ جلد ۱)  
 ۴۔ وتجب العدة بعد الوطى لالخلوة للطلاق للموت من وقت التفريق او مفارقة الزوج وان لم  
 تعلم المرأة بالمفارقة في الاصح (درمختار علی هامش شامی صفحہ ۴۸۱ تا ۴۸۴ جلد ۲)

واطوار اور ان کے گھر کے ماحول وغیرہ کی اچھی طرح تحقیق کر لے۔ (۲) جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہوا سے پہلے ایک نظر دیکھ لے۔ (مخطوبہ کے دیکھنے کی تفصیل آگے آئے گی)۔ (۳) لڑکا لڑکی کے انتخاب میں دینداری کو ترجیح دینی چاہئے۔ (۴) منگنی کے بعد جو تاریخ طے کی جائے وہ جمعہ کا دن ہو جمعہ یا عصر کی نماز کے بعد ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ (۵) نکاح مسجد کے اندر ہو مسجد چھوڑ کر شادی ہال میں نکاح کرنا خلاف اولیٰ ہے خاص طور سے عورت کا اجتماع ہو تو ناجائز ہے۔ (۶) نکاح کی مجلس اعلانیہ طور سے منعقد کی جائے جس میں طرفین کے رشتہ دار و احباب اور بعض نیک لوگ بھی ہوں مجلس نکاح میں علماء و صلحاء کا جتنا زیادہ مجمع ہو بہتر ہے تاکہ انکی دعائیں بھی شامل حال ہوں جو رحمت و برکت کے نزول کا باعث ہے۔ (۷) نکاح سے قبل خطبہ مسنون کا پڑھنا سنت و مستحب ہے۔!

(۸) نکاح عالم دین یا نیک آدمی پڑھائے۔ (۹) اگر لڑکی کا ولی نکاح پڑھانے کا طریقہ سنت کے مطابق جانتا ہو تو خود نکاح پڑھائے جیسا کہ حضورؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح خود پڑھایا تھا اگر نکاح پڑھانا نہیں جانتا تو کسی کو اختیار دیدے مگر ایجاب و قبول کے وقت وہاں موجود رہے اگر ولی نہیں تو اسکا وکیل موجود رہے۔ (۱۰) گواہ نیک اور پرہیزگار آدمی کو بنایا جائے (اگرچہ فاسق آدمی کی گواہی بھی معتبر ہے جیسا کہ گذر چکا)۔ (۱۱) عقد نکاح کے بعد مجلس ہی میں اگر وسعت ہو تو چھوہارے تقسیم کرا دیئے جائیں۔ (۱۲) نکاح کے بعد بلا کسی تکلف کے دلہن کو دو لبہا کے گھر بھیج دیا جائے دو لبہا شب زفاف منا کر سنت کے مطابق ولیمہ کر لے۔ (۱۳) نکاح کے بعد دوست و احباب مبارکبادی دیں جس کیلئے حدیث پاک میں یہ وعاء آئی ہے۔ (بارک اللہ لک و بارک علیکمما و جمع بینکمما فی خیر) ۲

### نکاح پڑھانے کا طریقہ

نکاح سے قبل مہر کی مقدار، مؤجل و مقبل یا مہر مطلق کی وضاحت کے بعد دو

شرعی گواہ اور پوری مجلس کی موجودگی میں نکاح پڑھانے والا مسنون خطبہ پڑھے اور دولہا کی طرف متوجہ ہو کر لڑکی اور اس کے باپ کا نام بلند آواز سے لے تاکہ حاضرین میں سے کچھ لوگ کم سے کم دو مرد اچھی طرح سن لیں اسی کے ساتھ مہر کی مقدار اور گواہوں کا نام لیکر قبول کرائے مثلاً یوں کہے کہ زید کی صاحبزادی فاطمہ کو بعوض گیارہ سو اکاون روپے سکہ رائج الوقت دین مہر گواہ جناب عبدالجید و عبدالرحیم صاحبان اور پورے حاضرین مجلس کی موجودگی میں آپ کی زوجیت میں دی گئی کیا آپ نے قبول کیا (یہ ایجاب ہوا) اس کے بعد دولہا کو چاہئے کہ بغیر شرماتے ہوئے بلند آواز سے کہے کہ میں نے قبول کیا اس کے بعد زوجین اور ان کے خاندان کے مابین محبت و تعلقات قائم دائم رہنے کی دعاء ہو اور لا دکیلئے اس وقت زور سے دعاء کرنا مناسب نہیں ہے۔

### نابالغ بچوں کے نکاح کا طریقہ

نابالغ بچے کا کیا ہوا عقد چونکہ معتبر نہیں مانا جاتا کیونکہ عاقدین کا آزاد، عاقل، بالغ ہونا شرط ہے اس لئے نکاح خواں، بچہ اور بچی کے بجائے ان کے باپ سے ایجاب و قبول کرائے مثلاً۔ پہلے نابالغ بچی کے باپ سے مخاطب ہو کر یوں کہے کہ آپ نے اپنی لڑکی جس کا نام فلاں ہے بعوض گیارہ سو اکاون روپے مہر فلاں صاحب کے فلاں لڑکے کے نکاح میں دی۔ اس پر وہ کہے کہ میں نے دی (یہ ایجاب ہوا) اس کے بعد نکاح پڑھانے والا نابالغ بچہ کے باپ سے مخاطب ہو کر یوں کہے کہ آپ نے فلاں صاحب کی فلاں بچی کو اتنے مہر کے عوض اپنے فلاں بچہ کے نکاح میں قبول کیا اس پر نابالغ کا باپ کہے گا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

### (نکاح کا خطبہ مسنون)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ  
أَنْفُسِنَا (وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا) مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا

هَادِي لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (أَمَّا بَعْدُ)  
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا  
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ  
اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا) يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا  
وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ  
أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي (وَقَالَ) فَمَنْ رَغِبَ  
عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ  
وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا.

### نکاح میں خطبہ کا حکم

نکاح میں خطبہ پڑھنا مسنون ہے رکن اور شرط نہیں نکاح اگرچہ بغیر خطبہ کے  
بھی ہو جائے مگر وہ نکاح بے برکت رہتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ کل خطبہ  
لیس فیہا تشہد فہی کالبد الجذماء ۲۔ جس خطبہ میں تشہد (یعنی خدا کی حمد  
و ثنا) نہ ہو وہ کٹے ہوئے ہاتھ کی طرح ہے۔ صاحب مظاہر حق فرماتے ہیں کہ اسی طرح  
خطبہ کے بغیر نکاح بھی بے فائدہ اور خیر و برکت سے خالی رہتا ہے۔ ۳۔

### خطبہ نکاح بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر

نکاح کا خطبہ بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر دونوں طرح سے پڑھنا جائز ہے مسلم  
شریف اور الادب المفرد میں ایک حدیث آئی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک خطبہ بیٹھ کر  
پڑھا۔ شراح حدیث نے اس مقام پر تحریر کیا ہے کہ یہ خطبہ جمعہ نہیں نکاح کا خطبہ تھا  
حضرت مفتی محمود صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کا کھڑے ہو کر پڑھنا

۱۔ یہ خطبہ اللہ ابنِ مسعود کی روایت سے منقول ہے مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۷ جلد ۲ (ع مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

۲۔ ماخوذ و مستفاد مظهر حق صفحہ ۴۸ جلد ۴ و فتاویٰ دارالعلوم ۱۰۹ جلد ۷)

کسی کتاب میں نہیں دیکھا بیٹھ کر پڑھنے کا ہی معمول ہے۔  
ایک مجلس میں کئی نکاح ہو تو ایک خطبہ کافی ہے

اگر ایک مجلس میں چند دولہوں کا نکاح ہو رہا ہو تو صرف ایک مرتبہ خطبہ پڑھ کر سب سے ایجاب و قبول کرنا کافی ہے الگ الگ ہر ایک کیلئے مستقل خطبہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ ۲۔

### خطبہ نکاح کے سننے کا حکم

خطبہ نکاح اگرچہ سنت ہے مگر حاضرین پر اس کا سننا واجب ہے اور یہ حکم صرف خطبہ نکاح ہی کا نہیں بلکہ تمام خطبوں کا یہی حکم ہے اول سے آخر تک پورے خطبہ کا سننا واجب اور ضروری ہے نہ سننے والا گناہ گار ہوگا۔ ۳۔

### نکاح خوانی کیلئے ایک آدمی کو متعین کرنا

نکاح خوانی شرعاً کسی خاص شخص یا کسی خاص خاندان کا حق نہیں ہے شارع کے امر مطلق کو کسی کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں ہے مناسب بلکہ بقاعدہ شرعیہ لازم ہے کہ اس حکم کو عام ہی رکھا جائے کسی خاص شخص کو متعین نہ کیا جائے اور کسی کی رعایت سے مخلوق کو اپنے حوائج ضروریہ کے پورا کرنے میں مجبور نہ کیا جائے جس سے بھی نکاح پڑھا لیا جائے نکاح کو درست سمجھا جائے۔ ۴۔

### نکاح خوانی کی اجرت

اگر نکاح پڑھانے والا صرف ایک ہی شخص متعین ہے اس کے علاوہ کسی اور کو

۱۔ فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۳۹۶ و ۳۲۲ جلد ۱۸ ۲۔ فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۱۴۸ جلد ۷

۳۔ وفي الخلاصة كل ما حرم في الصلوة حرم حال الخطبة ولو امرنا بمعروف وفي السيد استماع الخطبة من اولها الى اخرها واجب الخ وكذا استماع سائر الخطب كخطبة النكاح والحثم (طحطاوى على مراقي الفلاح صفحہ ۵۱۹)

۴۔ فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۱۶۴ جلد ۷

نکاح پڑھانے کا اختیار نہیں تو اس متعین شخص کو اجرت لینا جائز نہیں جیسا کہ حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ ۱۔ اور اگر کوئی ایک شخص متعین نہیں نکاح پڑھنے پڑھانے کا عام اختیار ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اجرت دینے والے اگر دولہا والے ہیں اور قاضی یا نکاح خواں کو بلوانے والے دولہن کے رشتہ دار وغیرہ ہوں جیسا کہ اکثر دستور یہی ہے تو دولہا والے سے یہ اجرت لینا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اجرت بلانے والے کے ذمہ تھی دوسرے پر یہ بارڈالنا جائز نہیں اور اگر دولہا والے نے نکاح خواں کو مدعو کیا خواہ اپنے آدمی کی معرفت یا دولہن کے متعلقین، رشتہ دار کو بھیج کر بلوایا تو نکاح خواں کو دی ہوئی اجرت لینا جائز ہے مگر اس میں بھی تفصیل یہ ہے کہ اجرت دینے والے نے پوری رقم اسی کی ملک کر دی تب تو سب رکھنا جائز ہے اور اگر یوں کہہ کر دیا کہ اتنا تم رکھ لینا اور اتنا قاضی کو دیدینا تو اس کو اپنا حصہ رکھ لینا درست ہے اور قاضی (متعین شخص) کا حصہ رشوت ہے واپس کر دینا واجب ہے قاضی کو دینا اور قاضی کو اس رقم کا لینا جائز نہیں اور اگر صاف نہ کہا مگر دستور ایسا ہی ہو کہ کچھ رقم نکاح خواں کیلئے اور کچھ قاضی کیلئے سمجھی جاتی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نکاح پڑھایا کسی اور نے اور اجرت قاضی یا نائب قاضی کیلئے ہو تو یہ ناجائز اور حرام ہے قاضی سے نکاح پڑھوانا واجب نہیں ہے۔ ۲۔

### نکاح کے وقت کلمہ پڑھانا

بعض جگہوں میں بوقت عقد نکاح دولہا اور دولہن کو کلمہ پڑھایا جاتا ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں نہ احادیث نبوی اور نہ صحابہ و مجتہدین کے اقوال میں اس کا وجود ہے البتہ دولہا و دولہن کے متعلق یہ علم ہو کہ ان کے عقائد اچھے نہیں بلکہ خلاف شرع ہیں تو پھر ان کو تجدید ایمان کیلئے کلمہ پڑھانا ضروری ہے اور جس کے عقائد اچھے ہوں اس کو پڑھانا ضروری نہیں ہر جگہ اس کا التزام کرنا غلط ہے خاص کر دولہن کو کلمہ پڑھانے

میں فتنہ کا اندیشہ ہے یا تو اس کی آواز کی وجہ سے یا لوگوں کی بدگمانی یا اعتراض کی وجہ سے، اور اگر اس کے عقیدے کی خرابی کا علم نہ ہو بظاہر عقائد درست معلوم ہوں تو پھر اس کو کلمہ پڑھانے کی اس وقت کیا خاص ضرورت ہے صرف خطبہ مسنونہ پڑھ کر ایجاب و قبول کرا دیا جائے اور اگر عقیدہ کی خرابی کا علم ہو تو ضرورت تجدید ایمان کرائی جائے ایسی حالت میں بالغہ لڑکی کو بھی اس طرح زور سے کلمہ پڑھنا چاہئے کہ آس پاس کے ایک دو آدمی سن لیں نابالغہ کو پڑھانے کی ضرورت نہیں اگر احتیاطاً بلا التزام و بلا مفاسد پڑھایا جائے تو زور سے پڑھانے کی ضرورت نہیں آہستہ پڑھنا پڑھانا کافی ہے۔

### فاسق، شیعہ، بدعتی وغیرہ سے نکاح پڑھوانا

نکاح کوئی بھی پڑھائے نکاح ہو جاتا ہے خواہ شیعہ، بدعتی اور فاسق ہی پڑھائے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اصل ایجاب و قبول شوہر اور بیوی نے کیا ہے۔ اگر شیعہ یا کوئی غیر مسلم ہی محض خطبہ پڑھ کر ایجاب و قبول کی تصدیق زوجین سے کرا لے تو نفس نکاح میں کوئی خرابی نہیں آئے گی تاہم مستحب اور بہتر ہے کہ دیندار صالح آدمی سے خطبہ اور نکاح پڑھوایا جائے۔

### نکاح کو رجسٹر میں درج کرانا

عقد نکاح سے قبل یا عقد کے وقت ہی نکاح کو رجسٹر میں درج کرانا ضروری نہیں بغیر درج کرائے بھی نکاح ہو جاتا ہے رجسٹر میں درج کرنے اور نہ کرنے سے نکاح کے نفوذ میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے البتہ یادداشت یا نزاع کے وقت تصفیہ کیلئے درج کرنا ہو تو بعد میں درج کرایا جائے اور اگر پہلے ہی درج کرایا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔



## نکاح کسی ماہ اور کسی بھی تاریخ میں درست ہے

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ دو عیدوں کے درمیان شادی کرنے سے شادی کامیاب نہیں رہتی (ایسے ہی ہندوؤں کی طرح بعض مہینوں کو ننگن کا دن ماننا) بالکل غلط گمان ہے حضرت عائشہؓ کی شادی شوال میں ہوئی تھی ان سے زیادہ کامیاب شادی کس کی ہو سکتی ہے بہر کیف شریعت میں شادی کا کوئی مہینہ کوئی موسم اور کوئی دن متعین نہیں ہے۔ (البتہ جمعہ کے دن کرنا بہتر ہے)

## غیر مسلم کو شرکت نکاح کیلئے مسجد میں لانا

غیر مسلم کو نکاح کی مجلس میں خصوصاً مسجد میں لا کر بیٹھانا مناسب نہیں ہے البتہ شادی وغیرہ کی دعوت دے سکتے ہیں گھر پر مدعو کر کے کھانا وغیرہ کھلا سکتے ہیں مگر عقد نکاح جب مسجد میں ہو تو اس میں شریک نہ کیا جائے۔ (بعض غیر مسلم فطرتاً اچھے ہوتے ہیں لہذا ان سے ملنساری کیساتھ ملنا اور اپنی دنیاوی خوشی میں شریک کرنا اسلامی تعلیمات میں سے ہے) مگر دینی تقریبات میں شریک کرنا مناسب نہیں) ۲

## ولیمہ کی سنت

ولیمہ اس کھانے کو کہا جاتا ہے جو زوجین کے باہم جمع ہونے کی تقریب و خوشی میں کھلایا جائے ولیمہ بالاتفاق مسنون ہے حضورؐ سے بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے ولیمہ کیا ہے۔

## حضرت ام سلمہؓ کا ولیمہ

حضرت صفیہ بنت شیبہؓ کہتی ہیں کہ

اولم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضور ﷺ نے اپنی بعض زوجہ مطہرہ (صاحب علی بعض نسائه بمدین من شعیب رواہ البخاری ۱) دو مد تقریباً پونے دو کیلو جو سے کیا۔ ۲

### حضرت زینب بنت جحشؓ کا ولیمہ

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ

اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین بنی زینب بنت جحش کیساتھ شب زفاف گزارنے کے بعد جحش فاشیع الناس خبزاً ولحماً روای البخاری ۳

اسی سلسلہ میں ایک حدیث حضرت انسؓ سے ہی منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ما اولم رسول اللہ ﷺ علی احد من نسائه ما اولم علی زینب ولیمہ کسی اور زوجہ کے نکاح میں نہیں کیا چنانچہ ان کے نکاح میں ایک بکری کا ولیمہ کیا۔

### حضرت صفیہؓ کا ولیمہ

حضرت انسؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ:

اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین خیبر والمدینۃ ثلاث لیل بینی علیہ بصفیۃ فدعوت المسلمین الی ولیمتہ وما کان در میان ایک مقام پر تین رات قیام فرمایا (اور حضرت صفیہؓ سے نکاح کے بعد) ان کے ساتھ شب زفاف

۱ مشکوٰۃ ۲۷۸ ج ۱ مظهر حق صفحہ ۱۱۲ جلد ۴

۲ مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۸ جلد ۲ ج ۱ مشکوٰۃ ۲۷۸ جلد ۲

فیہا من خبز ولا لحم وماکان دعوت ولیمہ میں بلایا۔ ولیمہ میں نہ گوشت قالقی علیہ الصمر والاقط تھا اور نہ روٹی آپ نے دسترخوان والسمن رواہ البخاری بچھا دینے کا حکم فرمادیا جب دسترخوان بچھا دیا گیا تو اس پر کھجوریں (اور دہی سے بنا ہوا ایک قسم کا کھانا) پیر اور گھی رکھ دیا گیا (اور یہی حضرت صفیہؓ کے نکاح کا ولیمہ تھا)۔

### حضرت عائشہؓ کا ولیمہ

حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں کہ نہ اونٹ ذبح ہوا نہ بکری بلکہ سعد بن عبادہؓ کے گھر سے دودھ کا ایک پیالہ آیا تھا بس وہی ولیمہ تھا۔

### حضرت فاطمہؓ کا ولیمہ

حضرت فاطمہؓ کی شادی کے بعد حضورؐ نے حضرت علیؓ سے ولیمہ کرنے کو کہا تو حضرت علیؓ نے چند صاع جو کی روٹی کچھ خرے اور کچھ مالیدہ سے ولیمہ کیا۔ (ایک صاع تقریباً ساڑھے تین کلو ہوتا ہے)

یہی ولیمہ تھا حضورؐ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا۔  
(فائدہ) حضور ﷺ کے ان ولیموں سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شادی کے موقع پر دولہا کی جانب سے ولیمہ کھانا سنت ہے وہیں پر یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ

۱۔ مشکوٰۃ ۲۷۸

۲۔ ما اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عائشۃ الصدیقۃ بشئ سوی ان قد حاملوا من اللبن اھدی الیہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم من بیت سعد بن عبادۃ شرب بعضہ وشریت عائشۃ منہ۔ تاریخ الخمیس ۸۵۲ ملخوۃ حلشیہ بہشتی زیور صفحہ ۴۴ حصہ ۶

۳۔ روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی زوجہ قال لعلی زوجہ بفاطمۃ یا علیؓ انہ لا بد للعرس من ولیمۃ فقال سعد عندی کیش وجمع لہ عدد من الانصار اصواعا من الذرۃ وکان ذلک ولیمہ عرسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تاریخ الخمیس صفحہ ۲۶۲ جلد ۱ ملخوۃ حلشیہ بہشتی زیور صفحہ ۴۴ جلد ۶)

ولیمہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلف و بغیر تفاخر کے کھانے پینے کی جو بھی چیز میسر ہو رکھ دی جائے اور اپنے خاص لوگوں کو بلا کر کھلا دیا جائے اس میں کسی طرح کا التزام نہ کیا جائے۔

### خلاف سنت ولیمہ

آج ہم ذرا غور کریں اپنے ولیمے اور شادی بیاہ کا جائزہ لیں کہ ہم کتنا اس سنت پر عمل پیرا ہیں آج کتنی دھوم دھام سے شادی کی تقریب منائی جاتی ہے رشتہ داروں اور برادریوں کے علاوہ دور دور تک دعوت دی جاتی ہے شامیانے قمقمے وغیرہ سے شادی خانہ کو سجایا جاتا ہے۔ قوالی باجے گاجے سے لیکر ویڈیو اور فلموں تک کا عام رواج ہے آتش بازی، پٹانے پھوڑ پھوڑ کر ہزاروں روپے کو خاک میں ملا دیا جاتا ہے مزید المیہ یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط مشتبہ لڑکیوں کا ننگا ناچنا اس قدر ہے کہ شیطان مردود بھی شرمائے ان خرافات و رسومات نے فضول اخراجات کا ایسا بوجھ لا دیا ہے کہ غریب کی غربت کا پوچھنا کیا ایک متوسط آدمی کی حلال کمائی سے یہ قرضہ ادا نہیں ہو سکتا مجبوراً قرض لیتا پڑتا ہے قرض نہ ملے تو حرام ذرائع کا سہارا لیتا پڑتا ہے یہ سرفانہ رسوم اندر ہی اندر مسلمانوں کی دولت و عزت کو کھن کی طرح کھائے جا رہی ہیں مگر مسلمانوں کو اس کا احساس نہیں جو بھی خرچ ہو جائے اس کیلئے جو کچھ بھی کرنا پڑے مگر ناک نہیں کنفی چاہئے حالانکہ اتنے سارے تکلفات کرنے میں کچھ نہ کچھ شکایتیں اور بدنامیاں تو ہو کر ہی رہتی ہیں جس ناک کی حفاظت کیلئے یہ سب مصیبتیں مول لی جاتی ہیں وہ ناک آخر کار کٹ کر ہی رہتی ہے۔

### شادی کی دعوت میں عورتوں کا جانا

شادی بیاہ کے موقع پر عورتوں کو دعوت دینا اور عورتوں کا اس دعوت میں جانا خلاف شریعت ہے حضرت تھانویؒ نے اصلاح الرسوم میں عورتوں کے اس طرح جمع ہونے کو مفاسد اور تمام برائیوں کی جزا قرار دیا ہے صاحب درمختار تحریر فرماتے ہیں کہ:

ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتہم والولیمة وان اذن کانہا عاصیین (قال العلامة الشامی) قوله والولیمة ظاہرہ ولو کانت عند المحارم لا نہا تشتمل علی جمع فلا تخلوا من الفساد عادة ۱

شوہراپنی بیوی کو اجنبی مردوں کی زیارت اور ان کی عیادت اور ولیمہ میں شرکت کرنے سے منع کرے اگر اجازت دیدی تو میاں بیوی دونوں گناہ گار ہوں گے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ مصنف کی عبارت سے ولیمہ میں شرکت کی ممانعت واضح ہے اگرچہ محارم (یعنی باپ بھائی اور دوسرے

رشتہ دار) ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ وہاں عورت و مرد کا مجمع ہے جس کے ساتھ اختلاط عام طور سے فساد سے خالی نہیں ہوتا اس میں شرکت کی اجازت دینا گناہ ہے تو پھر غیر محرموں کے یہاں ولیمہ وغیرہ میں شرکت کیسے جائز ہوگی اور شوہر کا خاموش رہنا اور جانے پر منع نہ کرنا کیونکر روا اور گناہ سے خالی ہوگا لہذا جس تقریب میں عورتوں کو دعوت دی جائے اس میں شرکت نہ کی جائے خصوصاً علماء اور مقتدا حضرات کو تو اس سے بہت ہی پرہیز اور احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

بلا وجہ دعوت قبول نہ کرنا، اور صرف مالداروں کو مدعو کرنا برا ہے

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شر الطعام طعام الولیمہ یدعی لہا الاغنیاء ویترک الفقراء ومن ترک الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ متفق علیہ ۲

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے اور جس شخص نے دعوت کو (بلا کسی عذر کے) قبول نہ کیا تو اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔

**تشریح:-** اس حدیث میں دعوتِ دلیمہ کا حکم ہی نہیں بلکہ دعوتِ قبول کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے مگر غرباء و مساکین کو چھوڑ کر صرف اہل ثروت اور مالداروں کو مدعو کرنا حدیث کی رد سے بدترین دلیمہ ہے لیکن آج ہمارا یہ حال ہے کہ غریبوں کو نظر انداز کر کے صرف مالداروں کو مدعو کرتے ہیں اگر بلا تے بھی ہیں تو مالداروں جیسی قدر نہیں کرتے الگ تھلگ تھوڑا بہت ڈال دیا اگر بہ نیت تحقیر اس طرح کیا جائے تو ایسی دعوتوں کا قبول کرنا اور اس میں شرکت ضروری نہیں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ مدعو اپنے مرتبے یا شان اور تکبر کی راہ سے دعوتِ رد نہ کرے اگر داعی کو حقیر سمجھ کر دعوتِ قبول نہ کرے گا تو آنحضرت ﷺ کی نافرمانی اور اسوۂ حسنہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا پھر دعوت سے بھی وہ دعوت مراد ہے جو دائرۂ شریعت کے اندر ہو اور ظاہر ہے کہ جس دعوت کا منشاء اخلاص پر نہ ہو یوں ہی محض ریا و نمود یا رسم و رواج کی پابندی پر ہو تو اس کو قبول کرنا ضروری نہیں، ایسی دعوت کا رد کرنا حکمت کے خلاف نہ ہوگا بلکہ عین منشاء شریعت کے مطابق ہوگا خود آنحضرت ﷺ نے ولیمہ کے تیسرے دن کھانے کو (من سمع اللہ بہ) ریا و سمعہ فرما دیا اور جو لوگ ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے کے لئے دعوت دیں ان کی دعوت قبول کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ:

المتباریان لا یجابان ولا یوکل      تفاخر و مقابلہ کے طور پر دعوت کرنے  
طعامهما ۱۔      والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے اور

نہ ان کے یہاں کھانا کھایا جائے نیز اسی طرح ایک حدیث میں فاسقوں کی دعوت قبول کرنے کی بھی ممانعت مذکور ہے۔ ارشاد ہے۔

نہی رسول اللہ ﷺ عن اجابة  
طعام الفاسقين۔  
کہ حضور ﷺ نے فاسقوں کی دعوت  
قبول کرنے سے منع فرمایا۔

### ولیمہ کھانا کب مسنون ہے

شادی کی تقریب میں کھانا کھلانے کا نام ولیمہ ہے مگر بسا اوقات عقد نکاح پہلے ہو جاتا ہے اور خستی کافی دنوں کے بعد ہوتی ہے تو اب سوال یہ ہے کہ ولیمہ عقد کے بعد سنت ہے یا خستی کے بعد اس سلسلے میں صاحب شرع الاسلام فرماتے ہیں کہ:

وكذا الوليمة سنة الخ  
واختلفوا ايضا في وقت الوليمة  
قال بعضهم بعد الدخول بها و  
قال بعضهم عند العقد وقال  
بعضهم عندهما جميعا ۲  
ولیمہ سنت ہے البتہ اس کے وقت میں  
علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا نکاح  
کے وقت بعض نے کہا کہ دخول کے  
بعد اور بعض نے کہا دونوں وقتوں میں  
یعنی نکاح کے وقت اور دخول کے بعد  
بھی ولیمہ سنت ہے۔

### ولایت نکاح

(ولی نکاح کی تعریف) ولی کے معنی لغت میں کارساز اور منتظم کے ہیں۔  
اصطلاح شرع میں نکاح کا ولی ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی عورت کے نکاح کا متولی  
اور ذمہ دار ہوتا ہے بایں طور کے اس عورت کے نکاح کا اختیار اس شخص کو حاصل  
ہوتا ہے۔

### شریعت میں ولایت نکاح کی حقیقت

نکاح شریعت اسلامیہ میں ایک اہم چیز ہے اس میں بہت سارے دینی اور  
دنیاوی مصالح مضمر ہیں پورے عالم کا عائلی نظام اس پر موقوف ہے، دو خاندانوں کے

آپس میں جڑنے اور ان کے درمیان موافقت و موافقت، تعلقات و محبت پیدا ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔ بنا بریں اتنی بڑی اہم چیز کو کلی طور سے صرف عورتوں کے حوالہ نہ کیا گیا کہ وہ بالکل شتر بے مہار بن کر بغیر ذمہ داروں کی مرضی کے محض اپنی پسند سے بے محل و موقع صرف وقتی جذبات و محرکات سے مغلوب ہو کر جہاں چاہیں شادی رچا بیٹھیں کیونکہ وہ ناقصات العقل ہیں مصالح اور اونچ نیچ کو سمجھے بغیر ایسے خاندان اور برادری میں نکاح کر سکتی ہیں جس سے صرف خاندانی شرافت میں دھبہ لگانا اور ان کے عزت و وقار کو محجروح کرنا ہی نہیں بلکہ اپنے مستقبل کو ناکام اور پریشان کن بنانا ہے ایسے خود سرانہ نکاح کو حدیث میں زجر و توہیناً بدکاری کہا گیا ہے۔

چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

ولا تزوج المرأة نفسها فان الزانية هي التي تزوج نفسها  
 کوئی عورت اپنا نکاح خود نہ کرے بے شک زنا کرنے والی عورت ہی ایسی ہوتی ہے جو اپنا نکاح خود کر لیتی ہے کیونکہ ایسا خود سرانہ نکاح عام طور سے وہی لڑکیاں کرتی ہیں جو خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو کر شرم و حیا کو پامال کر جاتی ہیں بیشتر حدیثوں میں بغیر ولی کی مرضی کے نکاح پر روک لگاتے ہوئے صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے (لا نکاح الا بولی) بغیر ولی کے نکاح ہوتا ہی نہیں بعض علماء اسی حدیث کی وجہ سے کہتے ہیں کہ بغیر ولی کی مرضی کے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ جبکہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ نکاح تو ہو جاتا ہے مگر سخت ناپسندیدہ بلکہ بعض صورتوں میں ولی کو نکاح کے فسخ کرانے کا مکمل اختیار ہوتا ہے (مسائل کے تحت اس کی تفصیل آرہی ہے)

مگر شریعت میں عورتوں کے اختیار کو بالکل ختم کر کے نکاح کے معاملے کو صرف ولی ہی کے حوالہ نہیں کیا گیا کہ عورتوں کی حیثیت انسانی بالکلیہ ختم ہو کر وہ محض دیگر حیوان کی طرح رہ جائیں کہ نکاح کے معاملے میں ان سے اجازت بھی نہ لی جائے بلکہ



شریعت نے عورت کو اتنا اختیار ضرور دیا ہے کہ جب وہ جوان ہو جائے اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھنے لگے تو وہ اپنے رفیق حیات کا انتخاب کر سکتی ہے۔ اگر انتخاب میں دینی و دنیوی معاملات کا اتنا لحاظ کر رہی ہو کہ اس کے خاندان کے ہمسرا اور ہم پلہ ہو تو پھر ولی کو اس رشتہ سے روکنے کا قرآن نے حق بھی نہیں دیا ہے چنانچہ قرآن کہتا ہے کہ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكَحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ کہ جب عورتیں اپنی رضامندی اور معروف طریقے سے نکاح کر رہی ہوں تو تم ان کو اس کام سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہر سے نکاح کر لیں۔

اس آیت میں عورتوں کو نکاح کرنے کا اختیار ایک قید کیساتھ دیا گیا ہے وہ یہ کہ نکاح جب معروف طریقہ پر ہو یعنی عورت کفو اور ہمسری کا لحاظ کرتے ہوئے مہر مثل پر نکاح کر لے تو پھر دلی کو اعتراض کا حق نہیں۔

خلاصہ: قرآن وحدیث کے ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شریعت نے نہ تو نکاح کا کلی اختیار ہر قسم کی عورتوں کو دیدیا ہے کہ وہ اپنے اولیاء کی مرضی اور خاندانی مصلحتوں کے خلاف جس کو چاہیں خاندان کا داماد بنالیں اور نہ نکاح کا پورا معاملہ ولی کے حوالہ کر دیا ہے کہ وہ اپنی ماتحت عورت کا نکاح بغیر اس کی مرضی اور پوچھ تاچھ کے جہاں چاہیں کر دیں بلکہ شریعت نے بین بین کا راستہ اختیار کرتے ہوئے ولی اور مولیہ دونوں کی رضامندی اور رائے پر نکاح کو موقوف رکھا ہے تاکہ ہر طرف کے مصالح کی رعایت ہو سکے۔

**نکاح میں کن لوگوں کو ولی ہونے کا حق ہے**

نکاح میں ولی ہونیکا حق سب سے پہلے ان رشتہ داروں کو ہوتا ہے جو عصبہ بنفسہ ہوں اور عصبہ بنفسہ میں بھی وہ مقدم ہوگا جس کو وراثت میں حق تقدم حاصل ہے عصبہ بنفسہ کی چار صفیں ہیں۔

(۱) جزء یعنی بیٹا پوتا نیچے تک (۲) اصل یعنی باپ دادا اور پر تک (۳) اصل قریب کی فرع یعنی باپ کی اولاد بھائی بھتیجے (۴) اصل بعید کی فرع یعنی دادا کی اولاد چچا، چچا کا لڑکا۔

(۱) وراثت میں تو بلا خلاف حق تقدم پہلی صنف جزئیت کو حاصل ہوتا ہے مگر نکاح میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے یہاں جزء یعنی بیٹا پوتا کو اصل یعنی باپ دادا پر حق تقدم نکاح میں بھی ہے مگر یہ صرف معتوہ (کم عقل پاگل مجنونہ) بیوہ کے اوپر حاصل ہوگا امام محمد کے نزدیک مطلقاً باپ ہی کو حق تقدم حاصل ہے خواہ معتوہ ہو یا غیر معتوہ صاحب در مختار نے شیخین ہی کے قول کو اختیار کیا ہے اور علامہ ابن ہمام نے خلاصہ سے جو عبارت نقل کی ہے وہ اسی کی تائید کرتی ہے۔

(۲) علی اختلاف القولین دوسرے نمبر پر بالاتفاق ولایت نکاح باپ کو حاصل ہے اگر باپ نہ ہو تو دادا۔ دادا نہ ہو تو پھر پر دادا اور پر تک اگر ان میں سے کوئی نہیں تو پھر (۳) تیسرے نمبر پر فرع اصل قریب یعنی باپ کی اولاد مذکر حقدار ہے جن میں سب سے پہلے حقیقی بھائی ولی ہوگا۔ اس کے نہ ہونے کی صورت میں علاقائی یعنی سوتیلا بھائی پھر بھائی کا لڑکا بھتیجا پھر بھتیجے کا لڑکا ان کے بعد ان کا پوتا ولایت نکاح کا حقدار ہے اگر یہ سب بھی نہ ہوں تو (۴) چوتھے درجے میں فرع اصل بعید یعنی دادا کی اولاد مذکر حقدار ہے ان میں بھی سب سے پہلے عینی چچا پھر علاقائی چچا یعنی باپ کا سوتیلا بھائی پھر سگے چچا کا لڑکا پھر اس کا پوتا پھر سوتیلے چچا کا لڑکا پھر اس کا پوتا ولی ہوگا۔

اگر ان چاروں اصناف میں سے کوئی نہیں تو پھر باپ کا چچا اور اس کے لڑکے

۱. فيقدم ابن المجنونه على ايها (درمختار بر حاشیہ شامی ۱۹۱ ج ۴) والترتيب في ولاية النكاح كالترتيب في الارث... فتقدم عصبة النسب والاولاد الابن وابنه وان سفل ولا يتأتى الا في المعتوهه وهذا قولهما خلافا لمحمد فلانه يرى أن الاب مقدم على الابن الخ في الخلاصة ولوزوجها الابن فهو كالاب بل اولى ثم الاب (فتح القدیر صفحہ ۱۷۵ جلد ۲)

پوتے پر پوتے ولی ہونگے اگر ان میں سے بھی کوئی نہیں تو دادا کا چچا پھر اس کے لڑکے پوتے پر پوتے وغیرہ ولی ہوں گے اگر ان مذکورہ رشتہ داروں میں سے بھی کوئی نہیں تو پھر ماں ولیہ ہوگی اس کے بعد دادی پھر نانی پھر حقیقی بہن پھر علاقائی بہن پھر اخیانی بھائی بہن یعنی وہ بھائی بہن جو صرف ماں شریک ہوں پھر اخیانی بھائی بہن کی اولاد۔ پھر ذوات الارحام میں سے پھوپھیاں پھر ماموں پھر خالہ وغیرہ۔

اگر مذکورہ بالا رشتہ داروں میں سے کوئی ولی موجود نہیں تو اخیر میں امیر و خلیفہ کو ولایت حاصل ہوگی یا اس قاضی کو جسے ولایت نکاح سپرد کی گئی ہے پھر نائب قاضی کو جسے قاضی نے اختیار دیا ہے۔

(فائدہ) ولایت کی مذکورہ بالا ترتیب کا مطلب یہ ہے کہ اگر ولی قریب موجود نہیں تو بعد کے ولی کی طرف ولایت منتقل ہو جائے گی اگر ولی قریب کے رہتے ہوئے بعد کے ولی نے نکاح کرایا تو ولی قریب کی اجازت پر نکاح موقوف رہے گا۔

### ولایت کی شرطیں

ولی ہونے کیلئے شرطیں یہ ہیں کہ وہ عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان ہو لہذا غلام، مجنون یا بالغ غیر مسلم کسی کا ولی نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کو خود اپنے نفس پر ولایت حاصل

۱۔ الولی العصبۃ المراد العصبۃ بنفسه الخ علی ترتیب الارث والحجب ای قدم الجزء وان سفل ثم الاصل وان علا ثم جز الاصل القریب کالآخ ثم بنوه وان سفلوا ثم جزء الاصل البعید کالعم ثم بنوه وان سفلوا ثم عم ابیہ ثم بنوه وان سفلوا ثم عم جدہ ثم بنوه الا قرب فالاقرب ثم الترتیب بقوة القرابة ای قدم الاعیانی علی العلاتی بشرط حرۃ وتکلیف واسلام الخ ثم الام ثم فوالرحم الاقرب فالاقرب (شرح الوقایہ صفحہ ۲۴ تا ۲۵ جلد ۲)

۲۔ ثم للسلطان ثم لقلضی .. ثم لنوابه ان فوض له ذلك والا لا (درمختار بر حلیہ شامی ۱۹۶ جلد ۱)

۳۔ وللولی الابد بعد التزویج بغیۃ الاقرب فلز زوج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجلته (درمختار علی حملش شامی صفحہ ۱۹۹ جلد ۴)

نہیں تو دوسرے کا بدرجہ اولیٰ ولی نہیں بن سکتا ہے۔

## ولایت نکاح کی قسمیں

مذکورہ بالا اولیاء کو جو نکاح میں ولایت کا حق حاصل ہے اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) ولایت اجبار (۲) ولایت استحباب۔

## ولایت اجبار کا مطلب

ولایت اجبار یہ ہے کہ ولی نے بغیر اذن و رضائے مولیٰ و مولیہ اس کا نکاح کر دیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا نکاح کے منعقد ہونے کے لئے لڑکے و لڑکی کی اجازت شرط نہیں۔ اور نہ بلوغ کے بعد لڑکی کو نفخ کا اختیار ہوگا۔

## ولایت اجبار کا مدار

ولایت اجبار کا مدار صغر پر ہے یعنی نابالغ لڑکا، لڑکی پر ولی کو ولایت اجبار حاصل ہے اگر وہ اجازت نہ بھی دے تو بھی ان کا نکاح ہو جائے گا۔ (صغیرہ خواہ باکرہ ہو یا شیبہ)۔

تنبیہ: ولایت اجبار کا مطلب یہ نہیں کہ لڑکا اور لڑکی کو مار پیٹ کر زبردستی نکاح کر دیا جائے جیسا کہ ظاہر لفظ سے معلوم ہو رہا ہے۔

## ولایت استحباب کا مطلب

دوسری قسم ولایت استحباب ہے وہ یہ ہے کہ بغیر اذن مولیٰ و مولیہ نکاح منعقد نہیں ہو سکتا ہے لڑکا اور لڑکی خود اپنا نکاح کر سکتے ہیں ولی کی اجازت کی ان کو ضرورت نہیں مگر بہتر اور مستحب ہے کہ ولی کی اجازت و رضامندی سے نکاح کریں۔

## ولایت استحباب کا مدار

اس ولایت کا مدار بلوغ پر ہے یعنی بالغ لڑکے اور لڑکی پر ولی کو ولایت استحباب حاصل ہے ولایت اجبار نہیں (خواہ بالغہ یا کرہ ہو یا شیبہ کا)

نابالغ لڑکا لڑکی پر ولایت اجبار کا حق صرف باپ دادا کو ہے نابالغ لڑکا لڑکی پر ولایت اجبار تمام اولیاء میں صرف باپ دادا کو حاصل ہے کہ جہاں چاہیں ان کا نکاح کر دیں ان کے علاوہ نہ تو خود اس لڑکے اور لڑکی کو اختیار ہے کہ اپنا نکاح کر لیں اور نہ باپ دادا کے علاوہ دیگر اولیاء یا غیر اولیاء کو حق ہے کہ باپ دادا کی مرضی کے بغیر ان کا نکاح کہیں کرادیں اگر کر دیا تو باپ دادا کی مرضی پر موقوف رہے گا اگر اجازت دیدیں تو ٹھیک ورنہ قانوناً ان کو حق ہے کہ عدالت کے ذریعہ نکاح کو نسخ کرادیں۔

## بالغ ہونے کے بعد نکاح نسخ کرانے کا حکم

اگر کسی نابالغ لڑکا اور لڑکی کا نکاح پہلے اور دوسرے درجے کے ولی یعنی باپ یا دادا نے کیا ہے تو یہ نکاح لازم ہوگا بلوغ کے بعد نسخ کرانے کا اختیار نہ ہوگا خواہ باپ یا دادا نے کفو (میل) میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں یا مہر مثل سے کم ہی پر کیوں نہ کیا ہو ان کا کیا ہوا نکاح باقی رہے گا۔ بلوغ کے بعد لڑکے کو وہ رشتہ پسند نہیں تو بیوی کو طلاق دیدے اور اگر لڑکی اس نکاح کو پسند نہ کرے تو مہر معاف کر کے طلاق کا مطالبہ کر کے

۱۔ الولایۃ فی النکاح نوعان ولایۃ ندب واستحباب وهو الولایۃ علی البالغۃ العقلۃ بکراً کلنت او ثیباً ولولایۃ اجبر ولو الولایۃ علی الصغیرۃ بکراً کلنت او ثیباً وکذا الکبیرۃ المعتوۃ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۷ جلد ۲)

۲۔ ولولایۃ اجبر علی الصغیرۃ ولو ثیباً... وهو ای لولی شرط صحۃ نکاح صغیر (درمختلر صغیر الخ) الموصوف محذوف ای شخص صغیر الخ فی شمل الذکر والانثی (شامی صفحہ ۱۰۰ جلد ۴)

خلع کر لے اس کے علاوہ چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔

نوٹ:- باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کا بلوغ کے بعد بھی باقی رہنا اور نابالغ کو فسخ کا عدم اختیار اس وقت ہے جب کہ باپ یا دادا نے خود سے یہ نکاح کیا ہو۔ اگر باپ یا دادا نے کسی کو وکیل بنا دیا اور وکیل نے ان کا نکاح کر دیا تو پھر بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔

## نابالغ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ نے کیا

اگر نابالغ لڑکا لڑکی کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) اول یہ کہ نکاح کفو میں کیا ہو اور مہر بھی مہر مثل مقرر کیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ مگر بلوغ کے بعد ان کو اختیار ہوگا اگر اس نکاح کو برقرار رکھنا چاہیں تو ٹھیک ورنہ شرعی قاضی کے ذریعہ یا قاضی نہ ہونے کی صورت میں شرعی پنچایت میں اپنا معاملہ پیش کر کے نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں خود سے فسخ نہیں کر سکتے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ باپ دادا کے علاوہ ولی نے غیر کفو میں نکاح کیا یا لڑکی کے نکاح میں مہر مثل سے کم اور لڑکے کے نکاح میں ان کی زوجہ کے مہر مثل سے زیادہ مقرر کر دیا تو یہ نکاح سرے سے صحیح اور منعقد ہی نہ ہوگا اگر لڑکا لڑکی اس رشتہ کو پسند کرتے ہیں تو نابالغ ہونے کے بعد پھر سے نکاح کر لیں ورنہ آزاد ہیں جہاں چاہیں کریں۔

## اختیار فسخ کی صورتیں

بلوغ کے بعد جن صورتوں میں فسخ نکاح کا اختیار ہے وہ تین ہیں۔ (۱) اول یہ کہ لڑکی کو اپنے نکاح ہونے کی خبر پہلے سے ہے اور شوہر نے اس سے صحبت بھی نہیں کی

۱۔ وللولیٰ نکاح الصغیر والصغیرۃ جبراً ولوئیماً..... ولولزم النکاح ولو بغین فالحش بنقص مہرہا و زیادۃ مہرہ او زوجہا بغیر کف ان کلن الولی المزوج بنفسہ بغین ابا او جدا (برمختل) المزوج بنفسہ لحتزبہ عما اذا وکل وکیلا بتزویجہا (شملی صفحہ ۱۷۱ جلد ۴)

ہے تو بالغ ہوتے ہی اسی وقت اسی مجلس میں اپنی ناراضگی و ناپسندیدگی کا اظہار کر دے کہ میں اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتی اگرچہ ایسی تنہائی میں ہو کہ کوئی دوسرا وہاں موجود نہیں بلوغ کے بعد اگر ایک لمحہ بھی توقف کیا تو اختیار ختم ہو جائے گا۔

نوٹ: اس ناراضگی کے بعد قضاء قاضی نسخ نکاح کیلئے ضروری ہے محض ناراضگی اور انکار سے نکاح ختم نہیں ہوگا۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو پہلے سے اپنے نکاح کی خبر نہیں تھی۔ تو بالغ ہونے کے بعد جس وقت خبر ملی ہے فوراً اسی وقت اسی مجلس میں نکاح سے انکار کرے اگر ایک لمحہ بھی چپ رہی تو اختیار ختم ہو جائے گا۔ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ بالغ ہونے سے قبل شوہر نے اس سے وطی کر لی تھی تو بالغ ہوتے ہی یا خبر پاتے ہی انکار کرنا ضروری نہیں بلکہ جب تک اس کی رضامندی کا حال معلوم نہ ہو جائے تب تک نکاح میں رہنے اور نہ رہنے کا اختیار باقی رہے گا چاہے جتنا زمانہ گزر جائے ہاں اگر اس نے صاف زبان سے منظور کر لیا کہ میں اس نکاح کو پسند کر کے اپنے شوہر کی زوجیت میں رہنا چاہتی ہوں یا کوئی ایسی بات پائی گئی جس سے رضامندی ثابت ہو جاتی ہے جیسے اپنے شوہر کیساتھ میاں بیوی کی طرح خلوت صحیحہ کر لیا تو پھر اختیار ختم ہو کر نکاح لازم ہو جائے گا۔

### ولایت اجبار کی مصلحت

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ باپ دادا کو اپنی نابالغ اولاد پر ولایت اجبار حاصل ہے ان دونوں کا کیا ہوا نکاح باقی رہے گا بلوغ کے بعد بھی اختیار نہ ہوگا وجہ یہ ہے کہ باپ دادا اپنی اولاد کے حق میں بدخواہ نہیں ہوتے وہ لڑکا لڑکی کا فائدہ اونچ نیچ اور

۱. وان كان المزوج غیرهما ای غیر الاب وایبہ۔۔۔ لایصح النکاح من غیر کف او بغین فلحش اصلاً... وان کا من کف وبہر المثل صح ولكن لهما ای لصغیر وصغیرة وملحق بهما خیلر الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده... بشرط القضاء للفسخ (درمختلر بر حاشیہ شامی ۱۷۳ تا ۱۷۶ جلد ۴)

ساری مصلحتوں کو سامنے رکھتے ہوئے کہیں رشتہ طے کرتے ہیں اسلئے ان کا کیا ہوا نکاح ہمیشہ کیلئے نافذ سمجھا جائے گا۔

### ولایت اجبار کے شرائط

باپ دادا اپنی اولاد کے خیر خواہ تو ہوتے ہیں مگر جب آدمی گناہ میں جری اور حرص و لالچ میں پھنس جاتا ہے یا اس کے ہوش و حواس خراب ہو جاتے ہیں تو پھر اس کے قول و عمل کا اعتبار نہیں ہوتا ہے کیونکہ جب وہ خود اپنے نفس کا خیر خواہ نہیں تو دوسرے کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے اس لئے علماء نے ولایت اجبار کے سلسلے میں تین شرطیں لگائی ہیں اگر ان میں سے کوئی بھی شرط مفقود ہوگئی تو پھر باپ دادا کیلئے ولایت اجبار کا حق ختم ہو کر ان کا کیا ہوا معاملہ باطل سمجھا جائے گا۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شخص بے باک اور بے غیرت نہ ہو کہ گناہ کرنے میں اسے کوئی شرم محسوس نہ ہو۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ شخص حریص اور لالچی نہ ہو اگر معلوم ہو جائے کہ اس نے لالچ میں آکر غیر کفو اور غلط جگہ شادی کی ہے تو یہ نکاح باطل سمجھا جائے گا۔ (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ وہ ہوش و حواس میں نکاح کرے، اگر نشے، یا مرض شدید یا جنون کی وجہ سے اس کے ہوش و حواس ختم ہو گئے ہوں تو ان کا کیا ہوا نکاح باطل سمجھا جائے گا۔

### ولی قریب کے ہوتے ہوئے ولی بعید کا نکاح کرانا

ولی قریب کی موجودگی میں ولی بعید نے نابالغ لڑکا لڑکی کا نکاح کر دیا مثلاً

۱۔ ولزم النکاح ولو بغین فلحش۔۔۔۔۔ او۔۔۔۔۔ بغیر کف، ان کان الولی۔۔۔۔۔ ابا وجدا۔۔۔۔۔ لم يعرف منهما سوء الاختیار مجلۃ وفسقا وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لو کان سکران فزوجها من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرقة ذنیۃ لظہور سوء اختیاره (درمختلر) حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفہ او لطعمه لایجوز عقده اجماعاً (شامی صفحہ ۱۷۲ جلد ۴)



باپ کے ہوتے ہوئے دادا نے نکاح کر دیا اور باپ سے رائے نہیں لی تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا اجازت دیدی تو درست ورنہ نکاح فاسد سمجھا جائے گا۔  
ولی قریب کی موجودگی میں ولی بعید کے نکاح کرنے کی صورتیں

ولی قریب مثلاً باپ زندہ ہے مگر بہت دور دوسرے ملک میں ہے یا کوئی پتہ نہیں کہاں ہے ادھر نابالغ لڑکا یا لڑکی کا مناسب رشتہ آچکا ہے اگر ولی قریب کا انتظار کیا جائے یا اسکو خبر دی جائے تو رشتہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو اس صورت میں ولی بعید (مثلاً دادا) نکاح کر سکتا ہے بعد میں ولی قریب آکر رشتہ نہیں توڑ سکتا۔ مگر ولی قریب اتنا قریب ہے کہ آسانی سے بلوا سکتے ہیں یا رائے لی جاسکتی ہے تو پھر دوسرے ولی کا کیا ہوا نکاح اس کی اجازت اور مرضی پر موقوف رہے گا۔ ۲

مناسب رشتہ کا ولی قریب اگر انکار کرے

نابالغ لڑکا لڑکی کا مناسب رشتہ آچکا ہے مگر ولی قریب بلا وجہ ذاتی رنجش کی وجہ سے لڑکا لڑکی کا نکاح وہاں نہیں کرتا بلکہ اس رشتہ کا انکار کرتا ہے تو پھر ولی قریب کی موجودگی میں بعد کا ولی نکاح کر سکتا ہے۔ ۳

ولی قریب میں ولایت کی اہلیت ختم ہو جائے

ولی قریب میں اہلیت ولایت ختم ہو جائے مثلاً باپ پاگل ہو جائے یا بھائی ہے جو نابالغ ہے تو پھر نااہل ولی قریب کی موجودگی میں ولایت نکاح منتقل ہو کر ولی بعید

۱ فلوزوج الابد حال قیلم الاقرب توقف علی لجزئته (برمختلر علی ہامش شلمی ۱۹۹ جلد ۴)

۲ وللولی الابد التزویج بغیبة الاقرب ... مسافة القصر — ولا یبطل تزویجه السابق بعود الاقرب لحصوله بولاية (برمختلر علی ہامش شلمی صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۲ جلد ۴)

۳ وثبت للابد من لولیل النسب الخ التزویج بفضل الاقرب ای بامتناعه عن التزویج اجماعاً (برمختلر علی ہامش شلمی صفحہ ۲۰۱ جلد ۴)

کے پاس آجائے گی اور ولی بعید کے نکاح کرنے سے نکاح صحیح ہو جائیگا۔  
دو برابر کے ولی ہوں تو کیا حکم ہے

اگر دو برابر کے ولی ہوں مثلاً دو بگے بھائی ہیں اور ان سے پہلے کا ولی موجود نہیں تو ان دونوں اولیاء کو مشورہ کر کے اپنی نابالغ بہن کا نکاح کرانا چاہئے اگر کسی ایک نے بغیر دوسرے سے مشورہ لئے نکاح کر دیا تو دوسرے کی اجازت پر نکاح موقوف رہیگا اگر دونوں نے الگ الگ جگہ کر دیا تو پہلے شخص کا کیا ہوا نکاح منعقد ہوگا اور اگر دونوں نے الگ الگ جگہ ایک ہی وقت میں کیا ہے تو پھر کسی کا نکاح صحیح نہیں ہوگا دونوں کا کیا ہوا باطل شمار ہوگا۔ ۲

ولی کے گریز کرنے پر قاضی نکاح کا ولی ہوگا

ایسا مناسب رشتہ آپکا جس میں لڑکا لڑکی کا فائدہ و مصلحت اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں ضرر یقینی ہے مگر ولی بلا عذر معقول اس رشتہ سے گریز کرتا ہے تو پھر قاضی کو اختیار ہوگا کہ اس لڑکا اور لڑکی کا نکاح کر دے خواہ لڑکا لڑکی نابالغ ہوں یا بالغ یا مجنون (جہاں قاضی نہیں وہاں ولی البعد کو اختیار ہوگا، اگرچہ بعض فقہاء نے ولی البعد کو مقدم رکھا ہے) مگر ولی کے گریز کرنے پر قاضی نے جو نکاح کیا ہے اسکی دو صورتیں ہیں (۱) نکاح سے گریز کرنے والا ولی باپ دادا ہے تو بوقت بلوغ اور بوقت جنون سے افاقہ نابالغ اور مجنوں کو اختیار منسوخ حاصل ہوگا۔ (۲) اگر گریز کرنے والا باپ دادا کے علاوہ ہے تو بعد میں بوقت بلوغ و افاقہ نکاح کو رد کر نیکا اختیار نہیں ہوگا۔ ۳

۱۔ ولا ولاية لعبد ولا صغير ولا مجنون لانه لا ولاية لهم على انفسهم فالولى ان لا يثبت على غيرهم (هداية صفحه ۳۱۸ جلد ۲) ۲۔ ولو زوجها وليان مستويان قدم السابق فان لم يدر او قضا معا بطلا (درمختلر على هلمش شلمى صفحه ۱۹۹ جلد ۱) ۳۔ ويثبت للابعد من اولياء للنسب شرح و هبلنية لكن فى القهتسلنى عن الغيائى لولم يزوج الاقرب زوج القاضى عند فوت الكف التزويج بعضل الاقرب اى بامتناعه عن التزويج اجماعاً خلاصه ولا يبطل تزويجه السابق بعد الاقرب لحصوله بولاية تامة (درمختلر) والعرض بان العاضل ظالم بالامتناع فقام السلطان مقلده فى دفع الظلم (شلمى ۲۰۱)

## بالغ لڑکا، لڑکی پر ولایت کا حکم

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ بالغ لڑکا لڑکی پر ولی کو ولایت اجبار نہیں ولایت استحباب حاصل ہے انکے نکاح کے انعقاد کیلئے ولی کی اجازت شرط نہیں وہ خود اپنا رشتہ پسند کر کے نکاح کر سکتے ہیں خواہ ولی خوش ہو یا نازاں حضورؐ نے فرمایا (الایم احق بنفسها من ولیها) کہ شوہر دیدہ عورت اپنے نکاح کا معاملہ طے کرنے میں اپنے ولی سے زیادہ خود حق دار ہے۔ لیکن اگر اس نے اپنا نکاح غیر کفوؑ (اپنے سے کم ذات والے) میں کیا ہے کہ اس برادری کو ولی ناپسند کر رہا ہے تو یہ نکاح باطل سمجھا جائیگا۔

## بالغہ کا خود سے کم مہر پر نکاح کرنا

بالغہ نے نکاح تو کفو میں ہی کیا مگر اپنے مہر مثل سے بہت کم مہر پر کیا تو نکاح صحیح ہو جائیگا مگر ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا اگر مہر مثل کے برابر شوہر نے مہر کر دیا تو اعتراض کا حق ختم ہو جائیگا مہر مثل کے برابر نہ کرنے پر ولی کو حق ہے کہ قاضی کے پاس معاملہ پیش کر کے نکاح کو فسخ کرادے۔

نوٹ: اس اعتراض کا حق ان اولیاء کو ہے جو ماں سے پہلے عصبہ بنفسہ ہیں۔

## بالغہ لڑکی کا نکاح ولی نے بغیر اس کی اجازت کے کر دیا

(اگر کسی ولی نے بالغہ جوان لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کر دیا تو نکاح اس لڑکی کی اجازت پر موقوف رہیگا اگر لڑکی نے اجازت دیدی تو ٹھیک ورنہ اسکے انکار پر یا اجازت نہ دینے پر نکاح ختم ہو جائیگا۔

۱۔ وله ای للولی..... الاعتراض فی غیر الکف الخ و یفتی فی غیر الکف بعدم جوازه اصلا (برختلر حلیہ شامی صفحہ ۱۵۵-۱۵۶ جلد ۴)۔

۲۔ عما لو تزوجت بدون مہر المثل فقد علمت ان للولی الاعتراض ایضا والظہر انه لا خلاف فی صحة العقد الخ فلذا قالوا لا الاعتراض حتی يتم مہر المثل او یفرق القلضی فلذا اتم السہو زال سبب الاعتراض (شامی ۱۵۶-۱۵۷ جلد ۴)۔

## بالغہ کو نکاح کے بعد اطلاع دی گئی

جوان کنواری لڑکی کا نکاح ولی قریب نے کر نیلے بعد اطلاع دی یا تو خود ولی نے دی یا کسی کو بھیج کر آگاہ کیا کہ تمہارا نکاح فلاں مرد سے کر دیا گیا ہے اس پر وہ صراحتہً اجازت دینے کے بجائے خاموش رہی تو اس سکوت کو اجازت پر محمول کر کے نکاح صحیح سمجھا جائیگا۔ اگر ولی کے بھیجے ہوئے آدمی کے علاوہ کسی اور نے خبر دی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں (۱) خبر دینے والا نیک اور معتبر آدمی ہے تو بھی سکوت کو اجازت مانا جائے گا اور اگر خبر پہنچانے والا غیر معتبر ہے تو پھر نکاح صریح اجازت پر موقوف رہے گا سکوت کافی نہیں ہوگا۔

## نکاح کے وقت اجازت لینے پر خاموش رہنا اجازت ہے

جوان کنواری لڑکی سے ولی نے آکر کہا کہ میں نے تمہارا نکاح فلاں سے کر دیا یا یوں کہا کہ کر دیتا ہوں اس پر لڑکی خاموش رہی یا مسکرا دیا یا بغیر آواز کے رونے لگی تو یہ اجازت ہے اسکے بعد ولی نے نکاح کر دیا تو نکاح صحیح ہو جائیگا زبردستی زبان سے کہلانا اسی طرح ولی یعنی باپ دادا بھائی کے علاوہ بقیہ محرم مرد کا اجازت لینے کیلئے جانا انتہائی برا ہے (رسومات کے بیان میں تفصیل آرہی ہے)۔

## لڑکی کی اجازت کی مختلف صورتیں

لڑکی بالغہ ہو یا بالغہ کنواری ہو اس کے خاموش رہنے اسی طرح رونے اور ہنسنے وغیرہ کو فقہاء نے اجازت پر محمول کیا ہے مگر آواز سے رونے اسی طرح ہنسا استہزاء ہو

۱۔ فان استأذنها هو ای الولی وهو السنة او وکیلہ او رسولہ او زوجها ولیہا واخبرها رسولہ او فضولی عدل فسکت عن ردہ مختارة فهو اذن (درمختلر علی هامش شامی ۱۵۹ تا ۱۶۰ جلد ۱) وان بلغها الخبر من رجل واحد ان كان ذلك الرجل رسول الولی یكون سکوتها رضا سوله کلن الرسول عدلا او غیر عدل کذا فی المضمرات وان کان المخبر فضولیا شرط فیہ العدد او العدالة الخ ان کان المخبر رجلا واحد غیر عدل فان صدقته عن ذلك ثبت النکاح وان کذبته لایثبت (علم گیری ۲۸۷-۲۸۸ جلد ۱) (بہشتی زیور ۷ جلد ۱)۔

تو اجازت پر محمول نہیں کر سکتے صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمام اسی کے قائل ہیں :-  
 مگر علامہ ومولانا عبدالحی لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ اسکا تعلق عرف وعادت پر ہے ہندوستان میں لڑکیاں شادی کی خبر سن کر تیز آواز سے روتی ہیں اور یہ والدین کے گھر اور رشتہ داروں کی جدائیگی کے غم میں ایسا کرتی ہیں تو اسکو اجازت سمجھا جائیگا اسی طرح ہنسنے وغیرہ کے درمیان بھی عادت وحالات کے اعتبار سے فرق کیا جاسکتا ہے اسکے بعد علامہ نے فتح القدیر کی عبارت نقل کی ہے جسکا حاصل بھی مذکورہ تفصیل ہے کہ قرائن وغیرہ سے شحک اور بکاؤ کو معلوم کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے اور اگر قرینہ ماحوال سے بھی معلوم نہ ہو تو احتیاط کرنا چاہئے بغیر معلوم ہوئے اجازت پر محمول نہ کرنا چاہئے ہاں قرینہ سے معلوم ہو جائے تو پھر زبان سے کہلانے کی ضرورت نہیں۔ ۲

### کس شخص کی اجازت لینے پر سکوت اذن ہے

سکوت وغیرہ کو اجازت پر اس وقت محمول کیا جائیگا جبکہ پوچھنے والا ایسا ولی ہو جسکو اس وقت ولایت کا حق حاصل ہے جیسے باپ وہ نہیں تو دادا وہ نہیں تو بھائی وغیرہ تو سمجھئے کہ ولی قریب مثلاً باپ نے اجازت لی یا باپ کے بھیجے ہوئے آدمی نے اجازت مانگی تو سکوت کو اجازت سمجھا جائے گا اگر ولی قریب کے ہوتے ہوئے ولی بعید نے اجازت مانگی تو اب خاموش رہنا کافی نہیں بلکہ زبان سے صراحتہ اجازت دینی ضروری ہے ہاں اگر ولی بعید کو ولی قریب مثلاً باپ نے اپنے لڑکے کو اجازت لینے بھیج دیا تو پھر اس سکوت کو اجازت پر محمول کر لیا جائیگا۔ ۳

(مسئلہ) جن صورتوں میں زبان سے اجازت ضروری ہے اگر ان میں زبان

۱۔ قيل اذا ضحكك كالمستهزئ لا يكون رضا وضحك الاستهزاء لا يخفى على من يحضره واذ ابكت بلا صوت لا يكون ردا اختير للفتوى (فتاوى القدیر ۱۶۱ جلد ۳)۔

۲۔ والمعمول عليه اعتبار قرائن الا حوال في البكك والضحك فان تعلقوا او اشكل احتياط (فتح القدیر صفحہ ۱۶۱ جلد ۳)۔

۳۔ فان استأنفها غير الاقرب كما جنبى او ولى بعيد فلا عبرة لسكوتها بل لابد من القول كالطيب البالغه (برمختار علی ہلمش شلمی صفحہ ۱۶۱ جلد ۴)۔

سے اجازت نہیں دی تو نکاح موقوف رہے گا ہاں جب شوہر اس کے پاس جائے اور وہ صحبت اور مباشرت سے منع نہ کرے تو پھر نکاح منعقد ہو جائیگا۔

### بوقت اجازت شوہر کا نام اور مہر کی تعیین کی اطلاع نہ دی

ولی نے لڑکی سے اجازت لیتے وقت نہ شوہر کا نام لیا اور نہ مہر کا تذکرہ کیا اور نکاح مہر مثل سے کم پر طے کیا تو پھر لڑکی کا خاموش رہنا اجازت نہیں سمجھی جائے گی بلکہ صراحۃً شوہر کا نام اور مہر کی تعیین کی اطلاع لڑکی کو دیکر پھر سے اجازت لینی پڑے گی۔

### بیوہ مطلقہ کی اجازت کا حکم

اب تک اس باخذ کی اجازت کا بیان تھا جو کنواری ہو لیکن اگر لڑکی کنواری نہیں بلکہ اس سے قبل اس کا نکاح ہوا تھا شوہر کے مر جانے یا طلاق دینے کے بعد اب دوبارہ نکاح کیلئے ولی نے اجازت لی تو ایسی عورت کا خاموش رہنا اجازت نہیں سمجھی جائے گی صراحۃً زبان سے کہنا ضروری ہے اگر زبان سے اجازت دیئے بغیر ولی نے اس کا نکاح کر دیا تو نکاح اس کی اجازت صریح پر موقوف رہے گا اگر اجازت دیدی تو صحیح در نہ نکاح فسخ ہو جائے گا ہاں اگر عورت نے مہر طلب کر لیا یا شوہر کو وطی پر قدرت دیدی یا شادی کی مبارک بادی کو قبول کر لیا یا خوشی کے مارے ہنسنے لگی تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

۱۔ یثبت بالتکین من الوطء بالاولی لانہ انزل علی الرضا (شلمی صفحہ ۱۶۵ ج ۴)  
 ۲۔ المعبر فی الاستیصال ان یذكر اسم الزوج علی وجه حصلت به المعرفة فلو سکت ان استامرها الوالد قبل النکاح ولم یسم الزوج کما لم یصرح المهر لم یکن سکوتها عبارة عن رضاهما (عالم گیری صفحہ ۲۶۲ جلد ۲ ملخوذ حاشیہ بہشتی زیور صفحہ ۷ حصہ ۴)  
 ۳۔ ولو استأذن اللبیب فلا بد من رضاهما بالقول وكذا اذا بلغها الخبر هكذا فی الکافی وكما یتحقق رضاهما بالقول كقولها رضت وقبلت ولحسنت وامسبت وبارک الله لك اولنا ونحوه یتحقق بلذلة كطلب مهرها ونفقتها وتمکینها من الوطء وقبول التهنة والضحك بالمعروف من غیر استنزال (عالم گیری صفحہ ۲۸۹ جلد ۱)

## بالغ لڑکے کی اجازت کا حکم

جو حکم بیوہ اور مطلقہ کا ہے وہی حکم بالغ لڑکے کا بھی ہے خواہ لڑکا شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اس کا صاف زبان سے اپنی رضا کا اظہار کرنا اور نکاح کو قبول کرنا ضروری ہے اس کا خاموش رہنا کافی نہیں ہوگا۔

## جوانی کی ابتداء اور اس کی علامتیں

لڑکے کی جوانی و بلوغ شریعت میں مختلف علامتوں سے پہچانی جاتی ہے وہ چار ہیں۔ (۱) احتلام ہونا۔ (۲) شہوت کے ساتھ انزال ہونا۔ (۳) اس سے کسی عورت کو حمل ٹھہر جانا۔ (۴) اگر ان تینوں علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو اخیر میں پندرہ سال پورے ہونے پر لڑکا بالغ شمار ہوگا۔

لڑکی کی علامت بلوغ پانچ ہیں۔ (۱) حیض کا آنا۔ (۲) احتلام ہونا۔ (۳) حمل ٹھہر جانا۔ (۴) بیداری کی حالت میں شہوت کے ساتھ منی کا نکلنا۔ (۵) اگر ان چاروں علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو اخیر میں (۵) لڑکی پندرہ سال پر بالغ شمار ہوگی۔

**نوٹ:** لڑکے کے بالغ ہونے کی کم سے کم مدت بارہ سال اور لڑکی کے بالغ ہونے کی کم سے کم مدت نو سال ہے اس سے پہلے نہ لڑکا بالغ ہو سکتا ہے نہ لڑکی۔

۱. فسکت ای البکر البالغه بخلاف الابن الكبير فلا يكون سكوته رضا حتى يرضى بالكلام (شامی صفحہ ۱۶۰ جلد ۱)

۲. بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والا نزال... والجلرية بالاحتلام والحیض والحبل... فان لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتي... وادنى مدته له اثنتا عشرة سنة ولها تسع سنين هو المختلر (درمختلر علی ہلمش شامی ۲۲۵ تا ۲۲۷ جلد ۱)

## وکالت نکاح

وکالت کے معنی: نگرانی، حفاظت، چارہ سازی اور کار سازی کے ہیں اسی سے توکیل کا لفظ نکلا ہے توکیل کے معنی لغت میں سپرد کرنا۔ کسی پر بھروسہ کر کے کام چھوڑ دینا ہے اصطلاح میں غیر پر اعتماد کر کے اس کو کسی کام پر اپنا قائم مقام بنانے کو توکیل اور وکیل بنانا کہتے ہیں۔ کام سپرد کرنے والے کو موکل اور جو ذمہ داری قبول کرتا ہے اس کو وکیل۔ اور جس کام کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے اس کو موکل بہ کہتے ہیں۔

### توکیل بالنکاح کا مطلب

نکاح میں وکیل بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر عاقل بالغ مرد و عورت جو خود اپنا یا دوسرے کا دلی بن کر نکاح کرنے کا مختار ہے وہ اس بات کا بھی مجاز ہے کہ اپنا نکاح یا اپنی زیر دلایت لڑکا لڑکی کا نکاح خود کرنے کے بجائے کسی اہل کو وکیل بنادے اور نکاح سے متعلق اپنے اختیارات اسے سونپ دے۔

### وکالت کے شرائط

شرائط وکالت و طرح کے ہیں بعض موکل کیلئے اور بعض وکیل کیلئے موکل کیلئے شرط یہ ہے کہ موکل، مؤکل بہ کا مالک اور اس میں تصرف کرنے کا اہل ہو لہذا جس کا وہ خود مالک نہیں (نہ اصل ہونے کے اعتبار سے اور نہ ولی ہونے کی حیثیت سے) تو وہ دوسرے کو وکیل بھی نہیں بنا سکتا دوسری چیز اہلیت تصرف ہے لہذا نابالغ بچہ اور مجنون جس طرح عدم اہلیت کی وجہ سے نہ اپنا عقد نکاح خود کر سکتا ہے اور نہ دوسرے کا

۱۔ والتوکیل صحیح بالکتاب والسنة قال تعالى (فابعثوا احکم بقرکم) ... وهو اقله الغير مقام نفسه ترفها او عجزا فی تصرف جائز معلوم (درمختلر علی ہامش شلمی صفحہ ۲۳۹ تا ۲۴۱ جلد ۸ کتاب التوکیل)

۲۔ فننقد نکاح حرة مکلفة بلا رضا ولی والاصل ان کل من تصرف فی ماله تصرف فی نفسه ومالا فلا (درمختلر علی ہامش شلمی صفحہ ۱۰۰ جلد ۴ باب الولی)



ولی بن سکتا ہے اسی طرح وہ کسی کو اپنا وکیل بھی نہیں بنا سکتا خلاصہ یہ ہے کہ مؤکل کے اندر ملکیت مؤکل بہ۔ اہلیت تصرف۔ بلوغ اور عقل کا ہونا شرط ہے۔

وکیل کیلئے عقل اور تمیز کا ہونا شرط ہے اس لئے مجنون اور بے عقل بچہ کسی کا وکیل نہیں بن سکتا البتہ نابالغ بچہ اگر عقلمند ہے تو وہ وکیل بن سکتا ہے چنانچہ کسی نے عقلمند بچے کو نکاح کا وکیل بنایا اور بچہ نے اس کا نکاح صحیح طور پر کر دیا تو نکاح درست اور منعقد ہو جائے گا۔

وکیل کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ نکاح کی وکالت کرتے ہوئے نکاح کی نسبت اپنی طرف کرنے کے بجائے مؤکل کی طرف کرے لہذا پیغام دیتے وقت یا عقد نکاح کرتے ہوئے صاف صراحت بیان کر دے کہ وہ اپنی طرف سے پیغام نہیں دیرہا ہے یا اپنا عقد نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ فلاں مؤکل کا وکیل اور اس کا نمائندہ ہے اگر نکاح کی نسبت مؤکل کی طرف کرنے کے بجائے اپنی طرف کر دیا تو یہ نکاح وکیل ہی کا ہوگا۔ ۲۔ نیز اسی طرح نکاح کے وقت ولی قریب اگر خود اجازت لینے کے بجائے کسی کو اپنا وکیل بنا کر اپنی زیر ولایت لڑکی کے پاس اجازت لینے بھیجا تو اس وکیل یا قاصد کو چاہئے کہ وہ لڑکی کے سامنے تصریح کر دے کہ وہ اس کے ولی کی طرف سے بحیثیت

۱. وأما الشرائط فلنواع بعضها يرجع إلى المؤكل وبعضها يرجع إلى الوكيل وبعضها يرجع إلى المؤكل به أما الذي يرجع إلى المؤكل فهو أن يكون فمّن يملك فعل ما وكل به بنفسه لأن التوكيل تفويض ما يملكه من التصرف إلى غيره فما لا يملكه بنفسه كيف يحتل التفويض إلى غيره فلا يصح التوكيل من المجنون والصبي للذي لا يعقل أصلاً. وكذا من الصبي العاقل بما لا يملكه بنفسه كالطلاق والعنق والهبة والصنعة ونحوها من التصرفات الضارة المحضة. وأما الذي يرجع إلى الوكيل فهو أن يكون عاقلاً فلا تصح وكالة المجنون والصبي الذي لا يعقل لما قلنا وأما البلوغ والحرية فليسا بشرط لصحة الوكالة فتصح وكالة الصبي العاقل (بدائع الصنائع صفحة ۱۵ تا ۱۶ جلد ۵ كتاب الوكالة)

۲. وكل عقد يضيفه إلى موكله كالفكاح والخلع والصلح عن دم العمد فإن حقوقه تتعلق بالمؤكل دون الوكيل. لأن الوكيل فيها سفير محض الاترى أنه لا يستغنى عن إضافة العقد إلى الدول ولو لضافه إلى نفسه كان الفكاح له (هداية صفحة ۱۸۰ جلد ۳ كتاب الوكالة)

وکیل یا قاصد اس سے اجازت حاصل کرنے آیا ہے۔

(نوٹ) یہ بات گزر چکی ہے کہ ولی اقرب یا اس کا وکیل یا قاصد اجازت طلب کرے تو لڑکی کی طرف سے صاف صراحتہ اجازت ضروری نہیں ہے بلکہ لڑکی کا خاموش رہنا یا ایسی چیزوں کا اظہار جو عرف میں اجازت کی علامت ہے اجازت اور رضا مندی سمجھی جائے گی۔ ہاں ولی اقرب یا اس کے وکیل کے بجائے کوئی دوسرا آدمی کنواری لڑکی سے اجازت لے تو پھر صاف اور صراحتہ اجازت ضروری ہے۔

## وکالت کی قسمیں

وکالت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ عمومی۔ ۲۔ خصوصی۔ (وکالت عمومی) یہ ہے کہ عاقل بالغ مرد یا عورت نے کسی عقلمند شخص کو اپنا وکیل بناتے ہوئے یوں کہا کہ تمہیں اختیار ہے کہ میرا نکاح جہاں اور جتنے مہر میں چاہو کرو تو وکیل جہاں اور جس سے جتنے مہر پر نکاح کر دیگا نکاح صحیح ہو جائے گا بشرطیکہ کفو اور مہر مثل کے قریب قریب مہر پر نکاح کیا ہو۔ اگر وکیل نے اپنے مؤکل و مؤکلہ کا نکاح غیر کفو میں کیا یا کفو ہی میں ایسے لڑکے لڑکی سے نکاح کر دیا جس میں کوئی بڑا اور نمایاں عیب ہو تو یہ نکاح نافذ نہیں ہوگا بلکہ مؤکل اور مؤکلہ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔

اسی طرح مرد کے وکیل نے مہر مثل سے اتنا زیادہ مہر مقرر کیا جو مروج مقدار سے نمایاں طور سے زیادہ ہے یا لڑکی کے وکیل نے اس کے مہر مثل سے اتنی کم مقدار مقرر کی جو اس کے خاندان کیلئے باعث عار ہے تو یہ نکاح بھی اس پر نافذ نہ ہوگا بلکہ نکاح فضولی کے حکم میں ہو کر موقوف رہے گا مؤکل اور مؤکلہ نے اس نکاح کو قبول کر لیا تو

۱۔ فان استأذنها هو ای الولی وهو العنة أو وکیلہ اور سوله أو زوجها ولیہ... فسکت عن ردہ مختلرة أو ضحکت غیر مستهزئة أو تبسمت أو بکت بلا صوت ..... فهو اذن ای توکیل فی الاول (در مختلر) قوله أو وکیلہ او رسولہ الاول ان يقول وکلتک تستأذن لی فلانة فی کذا، والثانی ان يقول انذهب ای فلانة وقل لها ان اخاک فلان يستأذنک فی کذا (شامی صفحہ ۲۰۰ تا ۲۰۱ جلد ۱)

منعقد ہو جائے گا ورنہ باطل سمجھا جائے گا۔

(وکالت خصوصی) یہ ہے کہ عاقل بالغ مرد یا عورت نے کسی عقلمند آدمی کو اپنا وکیل بناتے ہوئے کہا کہ تمہیں اختیار ہے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے اتنے مہر میں کر دو تو وکیل کو چاہئے کہ شخص متعین اور مہر متعینہ پر ہی نکاح کرے اس کے خلاف کیا تو نکاح نافذ نہیں ہوگا بلکہ موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ مثلاً کسی مرد نے وکیل سے کہا کہ میرا نکاح ہندہ سے ایک ہزار روپے مہر پر کر دو۔ وکیل نے اس کا نکاح ایک ہزار روپے پر ہندہ سے کر دیا تو درست اور نکاح نافذ ہوگا بلکہ لیکن اگر اس نے ہندہ کے بجائے خالدہ سے کر دیا یا ہندہ ہی سے ایک ہزار کے بجائے دو ہزار پر کیا تو یہ نافذ نہیں ہوگا بلکہ موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا موکل نے اجازت دیدی تو ٹھیک ورنہ نکاح باطل سمجھا جائے گا۔ ۲۔

## وکیل نکاح دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا

وکیل نکاح کو حق نہیں ہے کہ وہ بھی کسی اور کو اپنا وکیل بنائے اگر اس نے ایسا

۱۔ التوکیل صحیح۔ وهو خاص وعام كانت وکيلي في كل شيء عم الكل حتى الطلاق (درمختلر علی هامش شامی ۲۳۹ تا ۲۴۰ جلد ۸) ولو قال لها أزوك من فلان أو فلان وذكر جماعة فسكتت فهو رضا بزوجه الأولى من إيهام شلم۔ وهذا كله إذا لم تفوض الأمر إليه أما إذا قالت أنا راضية بما تفعله أنت بعد قوله أن لقوانا يخطبوك أو زوجني من تخلفه ونحوه فهو استئذان صحيح (عالمگیری صفحہ ۲۸۸ جلد ۱) ولو زوج امرأة بكثر من مهر مثلها جاز في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى ولا يجوز في قول صاحبيه رحمهما الله تعالى إذا زوج بكثر من مهر مثلها بما لا يتغابن الناس فيه ولو زوج امرأة رتقه أو مقعدة أو مجنونة قيل بأنه يجوز عند الكل والصحيح أنه على الاختلاف أيضاً۔ ولو وكله بأن يزوجه امرأة ولم يسها فزوج امرأة ليست بكت له جاز في قول أبي حنيفة لا طلاق للفظ كما هو الأصل عنده وعندهما في القياس جاز وفي الاستحسان لا يجوز ولو وكلت المرأة رجلاً أن يزوجه فزوجها من غير كثر الصحيح أنه لا يجوز في قولهم ولا يجوز للوكيل أن يزوجه صبياً أو مجنوباً أو مجنوناً (فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الہندیہ صفحہ ۴۶ جلد ۳ فصل فی التوکیل بالنکاح والطلاق والعلاق)

۲۔ إذا وكل رجلاً بأن يزوجه فلانة بلف درهم فزوجها إياه بالدين أن لجلز الزوج جاز وإن رد بطل (فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الہندیہ صفحہ ۳۴۷ جلد ۱)

کیا اور وکیل ثانی نے پہلے وکیل کی موجودگی میں نکاح پڑھایا تو نکاح درست ہو جائے گا اور اگر وکیل اول وہاں موجود نہیں تو نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

ایک ہی شخص طرفین سے وکیل یا ایک طرف سے وکیل اور اپنی طرف سے اصیل ہو سکتا ہے

ایک ہی شخص مرد و عورت دونوں کی طرف سے وکیل یا اپنی طرف سے اصیل اور دوسرے کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے مثلاً عاقل بالغ لڑکا اور لڑکی دونوں نے ایک ہی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا تو وہ وکیل ایک کی طرف سے ایجاب اور دوسرے کی جانب سے قبول کر لے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر عاقل بالغ لڑکی نے ایک شخص کو اپنا وکیل بناتے ہوئے کہا کہ میرا نکاح تو اپنے ساتھ کر سکتا ہے تو اس وکیل نے اگر اس عاقل بالغ کی طرف سے ایجاب اور اپنی طرف سے قبول کر لیا تو اس کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ صحیح ہو کر منعقد ہو جائے گا۔<sup>۲</sup>

**مہر کا مطالبہ موکل سے ہو گا نہ کہ وکیل سے**

عورت مہر کا مطالبہ اپنے شوہر موکل سے کریگی نہ کہ وکیل بالنکاح سے کیونکہ نکاح کے وکیل کی حیثیت محض ایک سفیر اور نمائندہ کی ہے عقد نکاح کی ساری ذمہ داری

۱۔ والوکیل بالتزویج لیس له ان یوکل غیره فان فعل فزوجه الثلثی بحضرة الاول جلد ۲ (فتاویٰ قلضی خان صفحہ ۵۸۰ جلد ۳ ماخوذ فتاویٰ رحیمیہ) صفحہ ۱۰۱ جلد ۲

۲۔ (وینولی طرفی النکاح واحد) بابایب يقوم مقام القبول فی خمس صور کان ولیا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب وکیلا او ولیا من اخر او ولیا من جانب وکیلا من اخر کزوجت بنتی من مؤکلی لیس تلك الواحد و بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الرلج لان قبوله غیر معتبر شرعا لما نقرر ان الایجاب لا ینوقف علی قبول غائب (برمختار علی ہامش شفی صفحہ ۲۲۴ تا ۲۲۵ باب الکفانۃ جلد ۴)

موکل پر عائد ہوگی وکیل پر نہیں۔

## نکاح فضولی

فضولی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو نکاح کرنے کا شرعاً کچھ بھی اختیار نہیں یا تو اپنے اندر اہلیت کے مفقود ہونے کی وجہ سے یا کسی کا ولی یا وکیل نہ ہونے کی وجہ سے۔ تو ایسا شخص بلا شرعی اختیار کے اپنا یا کسی اور کا نکاح بغیر اس شخص کی اجازت کے جس کو اس معاملہ میں شرعاً اختیار ہے کر دیا تو یہ نکاح۔ نکاح فضولی ہے اگر صاحب اختیار نے فضولی کے اس نکاح کو منظور کر لیا تو نکاح نافذ ہوگا ورنہ باطل ہو جائے گا۔

مثلاً کسی نے عاقل بالغ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کر دیا تو یہ نکاح فضولی ہے جو عاقل بالغ کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اسی طرح کسی نابالغ لڑکا لڑکی، یا مجنون و معتوہ کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر کر دیا گیا یا ہوشمند نابالغ لڑکا لڑکی نے بغیر ولی کی اجازت کے اپنا نکاح خود کر لیا تو یہ تمام صورتیں نکاح فضولی کی ہیں جو اولیاء کی اجازت پر موقوف رہیگا صاحب اختیار (یعنی ولی) نے اجازت دیدی تو نکاح نافذ ہوگا ورنہ باطل ہو جائے گا۔ ۲

## کفایت کا بیان

### کفایت کے معنی

کفایت کے معنی لغت میں مساوات اور برابری کے ہیں۔ اصطلاح شرع

۱۔ ولنا ان الوکیل فی النکاح معبر ومفیر والتلنغ فی الحقوق نون التعبیر ولا ترجع الحقوق الیہ (ہدایہ صفحہ ۳۲۲ جلد ۲ فصل فی الوکلاء بالنکاح)

۲۔ شروع فی بیان للفضولی وبعض لحکملہ وهو من يتصرف لغيره بغير ولاية ولا وكالة او لنفسه وليس اهلا له (البحر الرائق صفحہ ۲۴۲ جلد ۲) ونکاح عبد وامة بغير اذن السيد بوقوف على الاجازة كنکاح للفضولی لئ لا توقف عقوده کلها ان لها مجیز حالة العقد (درمختار) وقال فیها فی فصل بیع الفضولی لو باع للصبی مله او لشتری او تزوج او زوج امه او کاتب عبده ونحوه توقف عن اجازة الولی فلو بلغ هو فلجلز نفذ (درمختار مع الشلی صفحہ ۷۷۵ تا ۷۷۶ جلد ۴)

میں چند خاص امور میں خاوند کا بیوی کے ہم پلہ اور برابر ہونا کفایت ہے۔

## کفو کی حقیقت اور اس کی مصلحتیں

شریعت مطہرہ نے مسلمانوں کی حیثیت اور فرق مراتب کا لحاظ صرف ایمان، اعمال صالحہ، تقویٰ اور اخلاق حسنہ کے تفاوت ہی کی وجہ سے کیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ایک کو دوسرے پر فضیلت و فوقیت پانے کا معیار اور ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرمایا (اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۝۲) کہ تم میں سے جو زیادہ متقی ہے وہی اللہ کے یہاں باعزت اور مکرم ہے۔ مذہب اسلام میں کسی عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر، کسی ملک اور صوبہ میں رہنے والے کو دوسرے ملک اور صوبہ میں رہنے والے پر اور مالداروں کو غریبوں پر، کوئی فوقیت و برتری نہیں دی گئی ہے فضیلت و فوقیت کا معیار یہاں صرف تقویٰ ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ حسب و نسب، اور قومیت و برادری کا لحاظ کئے بغیر ایک مسلمان دوسرے مسلمانوں کے یہاں بلا تکلف رشتہ نکاح کر لیتے۔ مگر شریعت اسلامیہ نے ان چیزوں کا لحاظ کرتے ہوئے نکاح میں کفو کی قید لگا دی ہے کہ رشتہ نکاح قائم کرنے میں دینی و معاشی اور معاشرتی مناسبت کا اعتبار کیا جائے وجہ یہ ہے کہ نکاح کے بہت سے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ زوجین اور ان کے خاندانوں کے مابین اس قدر الفت و محبت پیدا ہو جائے کہ ایک دوسرے سے بالکل اجنبیت محسوس نہ کریں از دواجی زندگی ہمیشہ کیلئے خوشگوار ہو جائے اور یہ پیریں کفو کا لحاظ کئے بغیر کن ایسے بیونکہ ذرا بھی متش رہنے والا اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتا کہ ماحول اور طرز معاشرت کے مختلف ہو جانے سے

۱. الکفایۃ بفتح مصدر واسم منه للکف وهو النظیر من کفاه اذا سلواه فہی معتبر فی النکاح (عناية علی الہدایۃ مع فتح القدیر صفحہ ۱۸۶ جلد ۳) ۲. سورہ حجرات آیت ۱۳

مزاجوں اور عادتوں میں عموماً اختلاف پیدا ہو ہی جاتا ہے ایک خاص ماحول، شیشہ مزاج مہذبہ و مشرعبہ، علمی و دینی خاندانوں میں پلٹی ہوئی لڑکی کا نکاح اگر ایسے شخص سے کر دیا جائے جس کا خاندانی پیشہ آنتوں کی چربی نکالنا، جھاڑو لگانا یا اس کے مثل کوئی خسیس پیشہ ہو جس کی وجہ سے اس کا پورا بدن بدبو سے متعفن رہتا ہو۔ تو بھلا سوچئے کہ اس نازک مزاج لڑکی کے دل و دماغ پر کیا اثر ہوگا اس کے لئے یہ رشتہ خوشگوار ہونے کے بجائے نہایت تلخ بلکہ ہمیشہ کیلئے جہنم کا نمونہ بن کر رہ جائیگا۔ جس دین فطرت میں اس قسم کے پیشہ وروں کا بغیر پاکی و صفائی حاصل کئے جماعت میں شرکت کے لئے مسجد میں آنا اسلئے ناپسند قرار دیا گیا ہے کہ تھوڑی دیر دوسرے کو تکلیف ہوگی تو کیا وہی شریعت مستقل کسی کی تکلیف و اذیت برداشت کر سکتی ہے۔ بس انہیں مصالح کی وجہ سے کفایت کا لحاظ کیا گیا ہے اور غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں چند مخصوص شرائط کیساتھ فسخ نکاح کا اختیار دیا گیا ہے اسی وجہ سے نو مسلم و غیر مسلم کے مابین رشتہ نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ ایک موحد اور بت پرست کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ہے لیکن اہل کتاب سے یہ اختلاف ذرا کم ہو جاتا ہے اس لئے مسلم مرد کو کتابیہ عورت سے نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس کے برعکس مسلمہ عورت کا نکاح کتابی مرد سے ممنوع اور ناجائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ عورت اکثر مغلوب ہو کر شوہر کے تابع ہو جاتی ہے جس سے اہل اسلام کے مغلوب اور اہل کتاب کے غالب ہونے کا احتمال تھا۔ حضور ﷺ نے خود کفایت کا لحاظ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تخبروا لنطفکم وانکحوا الا کفاءۃ کہ اپنے نطفہ کیلئے اچھے رشتے کا انتخاب کرو اور اس کا نکاح برابری میں کرو دوسری جگہ تفصیل سے بیان فرمایا۔

اذا اتاكم من نرضون خلقه ودينه      کہ جب کوئی ایسا رشتہ آجائے جسکے  
فزوجوه الا نفعلوا تکن فتنه فی      دین و اخلاق سے تم راضی ہو تو اس  
الارض وفساد عریض      سے نکاح کرلو ورنہ بڑا فتنہ اور فساد  
زمین میں برپا ہو جائے گا۔

اسی طرح دارقطنی کی حدیث میں ارشاد ہے۔ (لا تنکحوا النساء الا  
الا کفء) کہ عورتوں کی شادی ان کے کفو ہی میں کرو۔  
کفوأت کا اعتبار کن چیزوں میں کیا جائے۔

کفوأت میں چھ چیزوں کا لحاظ کیا گیا ہے۔ (۱) کفوأت میں سب سے پہلے  
اسلام کا لحاظ ضروری ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ کافر مسلمان کا کفو نہیں لہذا زوجین  
عقیدہ کے لحاظ سے مسلمان ہیں تو ٹھیک ورنہ رشتہ نکاح قائم نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ کافر نکاح  
کا وکیل اور گواہ بھی نہیں ہو سکتا، نو مسلم اور قدیم خاندانی مسلمان ایک دوسرے کے کفو  
ہیں۔ (۲) حریت یعنی آزادی کا بھی کفو میں لحاظ کیا گیا ہے لہذا غلام اور باندی آزاد  
شخص کے برابر نہیں۔

(۳) دین داری اور تقویٰ کا بھی لحاظ ضروری ہے یعنی ایسا شخص جو دین کا پابند  
نہیں لیا، لنگا، آوارہ، شرابی، بدکار ہے تو وہ نیک، بخت، پارسا، دین دار عورت کے برابر  
کا نہیں۔

کشفکی وادو، ہن، شمالی گجرات۔

۱ ابن ماجہ صفحہ ۱۶۱ جلد ۱)

۲ (فتعتبر حرية و اسلاما) افادان الاسلام لا يكون معتبرا في حق العرب كما اتفق عليه ابو  
حنيفة وصاحبا له لانهم يتفخرون به وانما يتفخرون بالنسب فعرابي له اب كافر يكون كفوا  
لعربية لها ابله في الاسلام واما الحرية فهي لازمة للعرب لانه لا يجوز استرقاقهم نعم الاسلام  
معتبر في العرب بالنظر الى نفس الزوج لا الى ابيه وجده (شلمی ۲۱۱ ج ۴)

۳ تعتبر الكفافات في الديانة وهذا قول ابي حنيفة وابي يوسف وهو للصحيح كذا في الهداية  
فلا يكون الفاسق كفوا للصالحة كذا في المعجم سوله معان للفقہ اولم يكن (عالم گیر صفحہ  
۲۹۱ جلد ۱)



(۳) مالدارۃ میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ بالکل مفلس محتاج شخص مالدار عورت کے برابر کا نہیں اگر بالکل مفلس نہیں ہے بلکہ جتنا مہر پہلی رات میں دینے کا دستور ہے اتنا مہر دینے کی استطاعت ہے اور نان نفقہ بھی ادا کر سکتا ہے تو وہ مالدار لڑکی کے میل کا ہے اگرچہ سارا مہر ایک مرتبہ نہ دے سکے یہ ضروری نہیں کہ جتنی مالدار لڑکی ہے اتنا ہی مالدار لڑکا بھی ہو یا اس کے قریب قریب ہو۔

(۵) پیشہ میں برابری کا تو کوئی خاص لحاظ نہیں کیا گیا ہے کہ حرفت و پیشہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے رشتہ نہ کیا جائے اور کر لیا تو فسخ کا حق ہوگا۔ کیونکہ اب تو ہر طرح کا پیشہ عام ہے کسی برادری کیساتھ کوئی پیشہ خاص نہ رہا۔ البتہ بعض پیشہ اب بھی معاشرہ میں گھناؤنا اور گرا ہوا سمجھا جاتا ہے تو نکاح میں اس کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا جیسے نائی، دھوبی، بھنگی وغیرہ کا پیشہ اعلیٰ قسم کے لوگ اختیار نہیں کرتے تو ان پیشوں میں کفو کا لحاظ ہوگا علامہ شامی نے اس پر مبسوط کلام کیا ہے حاصل یہ ہے کہ اس کا مدار عرف پر ہے عرفاً خیس پیشہ والا اعلیٰ پیشہ والے کا کفو نہیں۔ ۱

(تنبیہ) فقہاء نے پیشہ کا لحاظ اس لئے کیا ہے کہ ہم پیشہ لوگوں کا رہن سہن ایک جیسا ہوتا ہے ان کے یہاں شادی کرنے میں سہولت ہوتی ہے معاشی اعتبار سے بھی فائدہ ہوتا ہے مگر اسلامی نقطہ نظر سے یہ سمجھنا کہ کسی پیشہ کیساتھ عزت اور کسی پیشہ

۱ (منہا الکفالة فی المال) وهو ان يكون مملکاً للہر والنفقة وهو المعتبر فی ظہر الروایۃ حتی ان من لا یملکهما اولاً یملک احدهما لا یكون کفا کذا فی الہدایۃ موسرۃ کلنت المرأة او معسرۃ هكذا فی التجنیس والیزید ولا تعتبر الزیادۃ علی نلک حتی ان من کان قاصر اعلی المہر والنفقة کان کفألاً وان کلنت ہی صلیحۃ اموال کثیرۃ ہو للصیحیح من المذہب (علم کبری صفحہ ۲۹۱ جلد ۱)

۲ (وحرۃ) ذکر الکرخی ان الکفلاء فیہا معتبر عند ابی یوسف وان ابا حنیفۃ بنی الامر فیہا علی عادۃ العرب ان موالیہم یعملون ہذہ الاعمال لا یقصدون بہا الحرف فلا یعیرون بہا واجاب ابو یوسف علی عادۃ اهل البلاد وانہم یتخذون نلک حرۃ فیعیرون بالنسۃ منہا فلا یكون بینہما خلاف فی الحقیقۃ بدائع فعلى هذا لوکان من للعرب من اهل البلاد من یحترف بنفسہ تعتبر فیہم الکفلاء فیہا وحينئذ فنكون معتبرۃ بین العرب والعجم... وفى الفتح ان الموجب هو استنقاص اهل العرف فیہدومعہ (شلمی صفحہ ۲۱۰ جلد ۱)

کیساتھ ذلت کچھ ملتی ہے کہ جہاں کچھ غلط ہے دو پشت کوئی خاص پیشہ اختیار کیا بس وہ ہمیشہ کے لئے ذلیل ہو گیا چاہے بعد میں کتنا ہی اچھا پیشہ کیوں نہ اختیار کر لے اور کتنا ہی خوبیوں کا مالک کیوں نہ ہو جائے یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ حضرت امام اعظمؒ سے ایک قول منقول ہے وہ فرماتے ہیں۔

ان الحرفة ليست بلازمة وبمعنى التحول عن الخسيسة الى النفيسة  
 کہ پیشہ کسی کیساتھ ہمیشہ چٹا نہیں رہتا بلکہ ممکن ہے کہ ایک آدمی گھٹیا کام چھوڑ کر اچھا کام کرنے لگے۔

(۶) نسب کی شرافت اور اس کی فضیلت کا اعتبار شریعت نے تو کیا ہے اور کفو میں اس کا اعتبار بھی کیا گیا ہے کہ ادنیٰ نسب والا اعلیٰ نسب والے کا کفو نہیں مگر یہ جب ہے کہ نسب محفوظ ہو یہ بات اہل عرب خاص کر قریش اور عجم کے بعض ان خاندانوں کو حاصل ہے جنہوں نے اپنے نسب کو محفوظ رکھا ہے اور عجم میں سے جن کا نسب محفوظ نہیں وہ ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

(تنبیہ) شریعت میں نسب کی شرافت کا اعتبار تو کیا گیا ہے مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ ایک برادری کو دوسری برادری پر یہ شرافت و فضیلت دائمی ہے ایک خاص برادری کے اندر جو پیدا ہو گیا وہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہی رہے گا چاہے کتنا ہی علم و شرافت کا مالک کیوں نہ بن جائے اور اچھا پیشہ کیوں نہ اختیار کر لے اور دوسرے خاندان و برادری کے اندر جو پیدا ہو گیا وہ ہمیشہ ہر حال میں معزز ہی رہے گا چاہے ان پڑھ و جاہل ہو اور گھٹیا پیشہ اختیار کر رکھا ہو ہندوستان و پاکستان وغیرہ میں جو برادری اور خاندانوں کی جو مستقل گروہ بندی ہو گئی ہے کہ کوئی سید کوئی شیخ کوئی مغل کوئی پٹھان کوئی انصاری تو کوئی منصور کی اور کوئی سبزی فروش اور کوئی درزی وغیرہ یہ کوئی مستقل برادری نہیں۔ اصل میں پیشہ اور اختلاف معاشرت کی وجہ سے یہ تقسیم ہو گئی تھی مگر لوگوں نے اس کو مستقل برادری

سمجھ لیا۔ اور اب تو اس میں اس قدر تعصب کی بو آ گئی ہے کہ کسی بڑاوری کا کوئی کتناہی پڑھا لکھا، صالح لڑکا ہو مگر دوسری بڑاوری کے لوگ اس سے اپنی لڑکی کا رشتہ کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں یہ اسلامی روح کے بالکل خلاف ہے کسی پیشے کی وجہ سے ذلت پیدا نہیں ہوتی بلکہ ان عادات قبیحہ کی وجہ سے ذلت پیدا ہوتی ہے جو پیشے کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً رہن سہن اور بات چیت کی خرابی اور علم و فضل وغیرہ کا نہ ہونا اگر یہ عادات ختم ہو جائیں تو پھر اس کا مصداق ان کو قرار دینا غلط ہے چنانچہ ایک شخص نسا صدیقی ہے مگر جاہل ہے دوسرا پٹھان یا درزی اور منصوری ہے مگر صاحب علم و فضل ہے تو کفو کے اعتبار سے اس صدیقی جاہل سے بڑھا ہوا ہے چنانچہ صاحب درختار اسی کو واضح انداز میں تحریر فرماتے ہیں کہ

کان شرف العلم اقوی من علم کی شرافت نسب کی شرافت سے زیادہ  
شرف النسب بدلالة الآیة (ہل قوی ہے جیسا کہ اس آیت قرآنی سے  
یستوی الذین یعلمون والذین صاف معلوم ہوتا ہے کیا جو لوگ اہل علم  
لا یعلمون) ۱۔ ہیں وہ اور غیر اہل علم برابر ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ حسب نسب، حسن و جمال اور مال و دولت پر دین واری کو ترجیح دینے کے متعلق حضور ﷺ نے بھی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔

ان المرأة تنکح علی دینہا کہ عورت سے نکاح کیا جاتا ہے دین کی  
ومالہا وجمالہا فعلیک بذات بنا پر یا مال و دولت کی بنا پر یا حسن و جمال  
الدین تربت یداک ۲ کی بنیاد پر تم دین و اخلاق والی عورت کو  
نکاح کیلئے منتخب کرو اگرچہ تمہیں یہ ناگوار معلوم ہو۔

(فائدہ) قرآن و حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی کے انتخاب میں سب سے پہلے اخلاق دیکھنا چاہئے تب دوسری چیزوں کا لحاظ کیا جانا چاہئے دین کے اوپر دوسری

چیزوں کو ترجیح دینا قرآن وحدیث اور روح اسلامی کے خلاف ہے۔ لہذا یہ قومیت و برادری جو دائمی طور سے شرف و عزت کا سبب بن گئی ہے یہ کوئی اہل عرب کی طرح مستقل نسب نہیں ہے اس لئے اس میں آہستہ آہستہ تبدیلی لانے کی ضرورت ہے کہ ایک برادری کے لوگ دوسری برادری میں رفتہ رفتہ رشتہ نکاح قائم کرنا شروع کر دیں۔

### نسب میں کس کا اعتبار ہوگا باپ کا یا ماں کا

نسب میں اعتبار باپ کا ہے ماں کا نہیں یعنی باپ جس خاندان اور جس برادری کا ہوگا اولاد بھی اسی برادری کی سمجھی جائے گی اگرچہ ماں دوسرے خاندان و برادری کی ہو۔

### کفایت میں صرف مرد کا عورت کے برابر ہونا ضروری ہے

کفایت میں صرف مرد کا عورت کے ہم پلہ ہونا ضروری ہے اس کے برعکس عورت کا مرد کے برابر ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً مرد مفلس ہے تو وہ مالدار عورت کا کفو نہیں اور اگر عورت غریب ہے تو وہ مالدار مرد کا کفو ہے۔

### کفایت کا اعتبار بوقت عقد نکاح ہے

کفو کا اعتبار نکاح کے وقت کیا جائے گا بعد میں اگر کفایت ختم ہوگئی تو اس کا اعتبار نہیں مثلاً مرد بوقت عقد نکاح مالدار تھا بعد میں غریب ہو گیا کہ نفقہ پر بھی قادر نہ رہا تو کفایت کی بنیاد پر عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہوگا۔

- ۱۔ ویؤخذ من هذا أن من كلنت لها علوية مثلاً وأبوها عجمي يكون العجمي كفواً لها وإن كان لها شرف مـ لان للنسب للابلـ ولهذا جاز دفع الزكاة إليها فلا يعتبر التفלות بينهما من جهة شرف الام ولم لزم من صرح بهذا والله أعلم (شامی ۲۱۰ تا ۲۱۱ جلد ۴)
- ۲۔ (لوكون المرأة ادني) اعترضه الخير الرملي بما ملخصه أن كون المرأة ادني ليس بكفلة غير ان للكفائة من جانب المرأة غير معتبرة (شامی صفحہ ۲۰۶ جلد ۴)
- ۳۔ (الكفلة معتبرة) في ابتداء النكاح للزومه او لصحته (درمختلر علی ہلمش شامی صفحہ ۲۰۶ جلد ۴)

## غیر کفو میں نکاح کرنے کی وجہ سے فسخ نکاح کا اختیار

غیر کفو میں فسخ نکاح کے اختیار ملنے کی چند صورتیں ہیں۔ (۱) بالغ لڑکی نے جان بوجھ کر اپنا نکاح غیر کفو میں کیا تو اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ حق کفایت جس طرح زوجہ کو حاصل ہے اسی طرح اس کے اولیاء کو بھی حاصل ہے۔ (۲) بالغ لڑکی نے اپنا نکاح کفو کی تحقیق کے بغیر کیا مگر بعد میں ظاہر ہوا کہ لڑکا اس کا کفو نہیں تو عورت کو عدم کفایت کی وجہ سے تفریق کا حق نہیں مگر ولی کو تفریق و فسخ کا حق ہے۔ (۳) عقد نکاح کے وقت شوہر نے دھوکا دیکر اپنا کفو ظاہر کیا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ کفو نہیں تو اولیاء اور عورت دونوں کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔ (۴) البتہ اگر لڑکی اور اس کے اولیاء کو شروع ہی سے پتہ تھا کہ لڑکا ہم پلہ نہیں ہے پھر بھی دونوں نے باہمی رضامندی سے اس لڑکے سے نکاح کر لیا تو اب کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ (۵) لڑکی نے جان بوجھ کر غیر کفو میں نکاح کیا اور اولیاء میں سے کسی نے اپنی رضامندی کا اظہار بھی کر دیا یا کسی ولی نے ہی لڑکی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح کر دیا تو اس ولی کے برابر اور نیچے والے اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں ہوگا البتہ اس کے اوپر کے اولیاء کو حق فسخ حاصل ہوگا۔ (۶) اگر ولی اقرب (باپ دادا) نے غیر کفو میں نکاح کر دیا تو بعد میں نہ تو خود لڑکی کو فسخ نکاح کا حق ہوگا اور نہ کسی اور ولی کو

۱. والكفاءة هي حق الولي لا حقها (درمختلر) وفيه نظر بل هي حق لها ايضا (شامی صفحہ ۲۰۷ جلد ۱) ۲. ثم المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفو. صح للنكاح في ظاهر الرواية الخ ولكن لا لولي له حق الاعتراض (علم گیری صفحہ ۲۹۲ جلد ۱) ۳. فهذه المسئلة دليل على ان المرأة اذا زوجت نفسها من رجل ولم تشترط الكفاءة ولم تعلم انه كفو لو غير كفو ثم علمت انه غير كفو لا خيار لها ولكن للاوليا الخيار وان كان الاوليا هم الذين باشروا عقد النكاح برضاها ولم يعلموا انه كفو لو غير كفو فلا خيار لواحد منهما واما اذا شرطت الكفاءة او اخبرهم بالكفاءة ثم ظهر انه غير كفو كان لهم الخيار (علم گیری ۲۹۳ جلد ۱) ۴. واذا زوجت نفسها من غير كفو ورضي به احدا لا لولي له يكتن هذا الولي ولا من مثله او دونه في الولاية حق الفسخ ويكون ذلك لمن فوقه كذا هي فتاوى قلنسى خاں وكذا اذا زوجها احد الاوليا برضاها (علم گیری ۲۹۳ جلد ۱)

(باب الولایۃ میں مسئلہ گزر چکا)۔

## نکاح رشتہ داروں میں کیا جائے یا غیر میں

شریعت میں وسعت ہے جہاں چاہیں نکاح کر سکتے ہیں قرآن کا حکم عام ہے۔ (فَانِكَحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ ۲) کہ عورتوں میں جو تمہیں پسند ہو اس سے نکاح کر لو اس میں خاندان وغیر خاندان کی کوئی قید نہیں لیکن اگر خاندان میں نکاح کو ترجیح دینے کی وجہ صرف یہ ہو کہ دین داری اور اخلاق و عادات دوسری جگہ نہ ملتے ہوں۔ اور دوسری جگہ نکاح کرنے میں امور خانہ داری کا اختلاف، زوجین کی نا اتفاقی اور آپسی تافر کا باعث ہوگا تو اس مقصد سے قومیت اور رشتہ داری کو ترجیح دینا جائز ہی نہیں بلکہ بہتر ہوگا کیونکہ حضور ﷺ نے بھی اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح اپنے ہی خاندان کے لڑکے حضرت علیؓ سے کیا ہے۔ مگر غیر خاندان میں نکاح نہ کرنے کا باعث صرف فخر، تکبر اور دوسرے خاندان کو اپنے سے نیچ اور گھٹیا سمجھنا ہو کہ دوسرے خاندان کا لڑکا کتنا ہی اچھا، دین دار، شریعت کا پابند ہی کیوں نہ ہو پھر بھی رشتہ داری کیلئے تیار نہیں تو یہ ناجائز اور خلاف شریعت ہے۔ ۳

## رشتہ طے کرنے میں کن باتوں کا لحاظ کیا جائے

شادی بیاہ کا معاملہ پوری زندگی کا معاملہ ہے اس لئے مرد و عورت اور ان کے اولیاء کے لئے مناسب ہے کہ رشتہ کے انتخاب میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھیں۔ (۱) جب کوئی اپنا یا اپنی اولاد کا رشتہ کرنا چاہے تو نکاح کا پیغام دینے سے قبل ایک دوسرے کے حالات و عادات و اطوار اور ان کے گھریلو ماحول کی خوب اچھی طرح جستجو کر لے

۱۔ واللہی ... إنکاح الصغیر والصغیرۃ جبراً ولو ثیباً.. ولزم إنکاح ولو بغبن فالحش بنقص مہرہا و زیادۃ مہرہ او زوجہا بغیر کف (ترمذی علی ہامش شلمی صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۱ جلد ۱) ۲۔ سورۃ النسلہ آیت ۳

۳ (مستفاد فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۱۹۶ ج ۸ و احسن الفتاویٰ صفحہ ۱۸ جلد ۵)

تا کہ بعد میں کوئی چیز ایسی معلوم نہ ہو کہ طبیعت و مزاج کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا اتفاقی و کشیدگی کا باعث ہو کیونکہ شادی بیاہ پوری زندگی کا سودا ہے اس لئے خوب غور و خوض کر لیا جائے۔ (۲) حالات کی تحقیق کے بعد لڑکے سے خود اس کی رائے معلوم کر لی جائے اگر خود رائے کا اظہار نہ کر سکتا ہو تو اس کے ہم عمر دوستوں سے دلی رغبت کا پتہ چلایا جائے۔ کیونکہ اس کے مزاج و طبیعت کے خلاف رشتہ ہونے میں جوڑ ہونے کے بجائے توڑ کا خطرہ ہے۔ بعض لوگ اپنے تعلقات برقرار رکھنے کیلئے اپنے پسند کئے ہوئے رشتہ پر اپنے جوان لڑکے کو مجبور کرتے ہیں اس کے مزاج کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ لڑکا بادل نا خواستہ آمادہ ہو جاتا ہے مگر ایسا رشتہ نبھتا نہیں بلکہ بعض حالات میں تو طلاق کی نوبت آ جاتی ہے البتہ اگر ماں باپ کو معلوم ہو کہ لڑکا نفس کی شرارت میں اچھی جگہ کو چھوڑ کر غلط جگہ رشتہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو سمجھانا اور بہتر رشتہ کی خوبیاں بیان کرنا والدین کا اخلاقی فریضہ ہے۔

اسی طرح لڑکی کے متعلق حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ اپنی کسی صاحبزادی کا نکاح کرنا چاہتے تو پردہ کے پاس بیٹھ کر فرماتے کہ فلاں شخص تمہارے بارے میں گفتگو کر رہا ہے اگر صاحبزادی زبان سے انکار کرتی تو نکاح نہ کرتے اگر خاموش رہتی تو نکاح کر دیتے بعض روایت میں ہے کہ صاحبزادی پردہ ہلا دیتی تو نکاح نہ کرتے اگر پردہ نہ ہلاتی تو نکاح کر دیتے۔

(۳) بہتر یہ ہے کہ لڑکی، لڑکے سے عمر میں دو چار سال چھوٹی اور عزت و شرافت حسب نسب، مال و دولت اور منصب و عہدہ میں اپنے خاوند سے نیچے ہو۔ اور اخلاق و عادات، خوش سلیقگی، آداب، حسن و جمال، تقویٰ اور پرہیز گاری میں اپنے شوہر سے زیادہ ہو۔

(۴) لڑکی کے انتخاب میں مال و دولت اور حسن و جمال کے مقابلے میں اخلاق و دینداری کو ترجیح دینی چاہئے چنانچہ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے واضح فرمایا ہے (من تزون دینہ و خلقہ فز و جوه) کہ جس کے دینی و اخلاقی حالات سے مطمئن ہو تو رشتہ قبول کر لو۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ حسن و جمال کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے اگر دینداری کیساتھ حسن و جمال بھی ہے تو (نور علی نور) اسی کو ترجیح دی جائے۔ (۵) نسبت طے کرنے سے قبل ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔

### (نظر الی المخطوبہ) منگیتر کو دیکھنا

نکاح انسانی زندگی کا بہت بڑا مرحلہ اور پائیدار رشتہ ہے اس کے ذریعہ پوری زندگی کا سودا ہوتا ہے اس لئے اس میں انسانی جذبات و خواہشات کا لحاظ اور اس کی نفسیات کا احترام بہت ضروری ہے اس لئے دین فطرت نے فطرت انسانی کا پورا خیال کرتے ہوئے اس بات کی اجازت دی ہے کہ نکاح سے قبل زوجین ایک دوسرے سے ضرور واقفیت حاصل کر لیا کریں تاکہ بعد میں کسی کو بچھٹانا نہ پڑے بنا بریں شریعت نے مخطوبہ (جس سے شادی کرنے کا ارادہ ہوا ہے) دیکھنے کی صرف اجازت نہیں بلکہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں اس کی تاکید فرمائی۔

اذا خطب احدکم المرأة فان  
استطاع ان ينظر الی ما یدعوہ الی  
نکاحها فلیفعل ۲  
کہ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو  
نکاح کا پیغام دے تو اگر وہ مرد (عورت  
کے ان اعضاء) کو دیکھنے پر قادر ہو جو  
اس کو نکاح کی رغبت دلاتے ہیں تو ایک نظر دیکھ لے۔



## مخطوبہ کو دیکھنا بقاء محبت کا سبب ہے

عن المغيرة بن شعبه قال خطبت امرأة فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم هل نظرت اليها قلت لا قال فانظر اليها فانه احري ان يؤدم بينكما. ۱۔

حضرت مغیرہ ابن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے میں نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس عورت کو ایک نظر دیکھ لو کیونکہ تمہارے درمیان الفت و محبت پیدا ہونے کے لئے اس کو ایک نظر دیکھ لینا بہت مناسب ہے۔

(فائدہ) دیکھنے کے بعد جب نکاح ہوتا ہے تو پچھتاوا نہیں ہوتا اور نہ اپنے اس انتخاب پر بعد میں کوئی شرمندگی و پریشانی اٹھانی پڑتی ہے۔

## منگیتر کو کب اور کیسے دیکھا جائے

عن ابی ہریرۃ قال جاء رجل الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی تزوجت امرأة من الانصار قال فانظر اليها فان فی اعین الانصار شینا رواہ مسلم ۲۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں (اس سلسلے میں آپ کا کیا مشورہ ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس عورت کو دیکھ لو (تو بہتر ہوگا) کیونکہ انصاریوں کی آنکھ میں کچھ خرابی ہوتی ہے۔

(فائدہ) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علماء محدثین تحریر فرماتے ہیں کہ

خاطب لڑکی کے پڑوسیوں، یا کسی ایسے شخص سے جو مخطوبہ کی حالت سے واقف ہو تحقیق کرے تو خیر خواہی کے نقطہ نظر سے اسکے عیوب و خوبیوں کو بیان کر دینا دیانت داری ہے کسی خامی و خوبی کو پوشیدہ رکھنے کے بجائے ظاہر کر دینا جائز ہے غیبت نہیں ہے۔

اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ نوویؒ شارح مسلم تحریر فرماتے ہیں کہ دیکھنے اور پسند کرنے کا عمل پیغام دینے سے قبل ہونا چاہئے ورنہ ناپسندیدگی کی صورت میں نکاح نہ کیا تو لڑکی اور اس کے اولیاء کی بدنامی ہوگی جو ان کی تکلیف کا باعث ہے نیز دیکھنے کے لئے لڑکی کی اجازت بھی ضروری نہیں کیونکہ لڑکیاں اکثر دکھانے سے عار محسوس کرتی ہیں اس لئے آڑ میں چھپ کر دیکھ لیا جائے۔ (بہتر صورت یہ ہے کہ لڑکی کے کسی پڑوس میں جا کر بہانا سے بلوا کر دیکھ لیا جائے) چنانچہ اس سلسلے میں ایک روایت بھی منقول ہے۔

عن محمد بن سلمة قال خطبت	کہ ایک صحابی رسول ﷺ محمد بن سلمہؒ
امراة فجعلت أتخبأ لها حتى	فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو
نظرت اليها في نخل لها فقبل له	نکاح کا پیغام دیا پس میں نے اپنے آپ
اتفعل هذا وانت صاحب رسول	کو چھپا کر اس عورت کو ایک کھجور کی آڑ
الله صلى الله عليه وسلم فقال	میں دیکھ لیا (جب پتہ چلا تو اس کو برا مانا
سمعت رسول الله صلى الله	گیا) اور ان سے کہا گیا کہ تم ایک صحابی
عليه وسلم يقول اذا الفى الله في	رسولؐ ہو کر ایسی حرکت کرتے ہو اس پر
قلب امرا خطبة امراة فلا باس ان	انہوں نے جواب دیا کہ میں نے
ينظر اليها ۲	حضور ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ

آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں کسی عورت کے بارے میں پیغام کی بات ڈالے تو اس کیلئے اس عورت کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

### پیغام قبول کرنے کی امید ہو تب دیکھے

جوان مشجاة لڑکی کو بھی پسند کرنے کی غرض سے مطلقاً دیکھنا جائز ہے خواہ دیکھنے میں شہوت کا خطرہ ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ پیغام قبول کرنے کی توقع ہو اگر پیغام قبول کرنے کی امید نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز نہیں ہے۔

### مخطوبہ کا کتنا جسم دیکھنا جائز ہے

مخطوبہ کا صرف چہرہ اور اس کی ہتھیلیاں ہی دیکھنا جائز ہے اگرچہ جنسی ہیجان سے مامون نہ ہو کیونکہ اس کے لئے یہ اعضاء ستر کے حکم میں نہیں ۲ شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ جمہور کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

قال الجمهور لا بأس ان ينظر  
الخاطب الى المخطوبه قالوا لا  
ينظر الى غير وجهها وكفيها الخ  
وقال الجمهور ايضاً ويجوز ان  
ينظر اليها اذا اراد ذالك بغير  
اذنها وعن مالك رواية يشترط  
کہ جمہور علماء کا قول ہے کہ مخطوبہ کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں مگر چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ کچھ اور نہ دیکھے اس میں جمہور کے نزدیک تو عورت کی اجازت بھی ضروری نہیں البتہ حضرت امام مالکؒ اذنها وعن مالك رواية يشترط اجازت کی شرط لگاتے ہیں۔

اذنها ۳

۱ (قوله والنظر اليها قبله) ای وان خاف الشهوة كما صرحوا به في الحظر والاباحة وهذا اذا علم انه يجاب في نكاحها (شامی صفحہ ۶۷ ج ۴)  
۲ ولو اراد ان يتزوج امرأة فلا بأس ان ينظر اليها وان خاف ان يشتهيها (شامی ۵۳۲ جلد ۱ کتاب الحضر والاحت).

۳ فتح الباری صفحہ ۲۲۸ جلد ۱۰

## خاطب کے بجائے رشتہ دار خاتون کا دیکھنا مناسب ہے

خاطب کو اپنی مخطوبہ کا دیکھنا اس وقت مناسب اور بہتر ہے جبکہ لڑکی اور اس کے سرپرستوں کو ناگوار معلوم نہ ہو اور آسانی سے دیکھنا ممکن ہو ورنہ بہتر یہ ہے کہ اپنی رشتہ دار خاتون یعنی ماں بہن دادی یا کسی معتمد عورت کو بھیج دے وہ مخطوبہ کو دیکھ بھال کر اور تمام حالات کا جائزہ لیکر مخاطب (یعنی ہونے والے شوہر کو) بتا دے پھر اس کے بعد سوچ سمجھ کر عملی اقدام کیا جائے۔ ایک موقع پر خود حضورؐ نے بھی یہ صورت اختیار فرمائی تھی جیسا کہ علامہ عینیؒ نے بیہقی اور مستدرک کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔

ان النبی ﷺ اراد ان يتزوج امرأة کہ نبی کریم ﷺ نے ایک عورت سے فبعث بامرأة لتظر إليها شادی کرینا ارادہ کیا تو ایک خاتون کو اس کے پاس بھیج دیا تاکہ وہ اس عورت کو اچھی طرح دیکھ بھال کر آئے اور آپ کو بتائے۔

## مخطوبہ کو مخاطب کے رشتہ دار مرد وغیرہ کا دیکھنا

بعض علاقے میں یہ عام رواج ہے کہ مخاطب اور اسکی رشتہ دار خاتون کے بجائے رشتہ دار مرد باپ بھائی دوست احباب وغیرہ مخطوبہ کو دیکھنے جاتے ہیں بلکہ بعض اوباش، ضمیر فروش بے غیرت لڑکے تو اپنے ہندو دوستوں کو بھی اپنی ہونے والی بیوی کے پاس دیکھنے بھیجتے ہیں یہ خلاف شریعت اور سراسر حرام ہے مخاطب کو تو شریعت نے صرف پسند کر نیکی نیت سے دیکھنا جائز قرار دیا ہے وہ بھی صرف ایک مرتبہ اسکے علاوہ دیگر مردوں کا دیکھنا قرآن و حدیث کے علاوہ کسی فقہی عبارت سے بھی اسکا ثبوت نہیں ہے مخطوبہ کیلئے یہ سب غیر محرم ہیں اور غیر محرم کیلئے تو عام فقہاء کے یہاں احبہ کا چہرہ بھی دیکھنا جائز نہیں اگرچہ احناف کے یہاں چہرہ اور ہتھیلی کا دیکھنا جائز قرار دیا گیا ہے

بشرطیکہ شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اگر شہوت اور فتنہ کا اندیشہ ہے جیسا کہ آجکل کا مشاہدہ ہے تو پھر اجنبی مرد سے مکمل پردہ ضروری ہے چنانچہ صاحب درمختار علامہ <sup>حکفی</sup> تحریر فرماتے ہیں کہ:

فان خاف الشهوة او شک  
امتنع نظره الی وجهها فحل  
النظر مقید بعدم الشهوة والا  
فحرام وهذا فی زمانهم واما فی  
زماننا فممنوع من الشابة ل  
حکم اس زمانہ میں تھا جسمیں شہوت کا زیادہ اندیشہ نہ تھا مگر ہمارے زمانے میں تو ہم  
نوجوان لڑکی کو دیکھنے سے مطلقاً منع کرتے ہیں۔

(نوٹ) اگر رشتہ دار مرد کے دیکھے بغیر کوئی حل نہیں نکلتا ہو تو بدرجہ مجبوری سن رسیدہ بوڑھے بزرگ کو جو شہوت اور فتنہ سے مامون ہو بغیر بھیڑ بھاڑ کے احتیاطاً صرف چہرہ دیکھنے کی اجازت ہوگی انکے علاوہ جوان مرد خصوصاً ہندو دوستوں کو دیکھنے کے لئے بھیجنا حرام ہی نہیں بلکہ اسلامی رو سے گھناؤنا فعل ہے۔ ایک عجیب بات ہے کہ خاطب جس کے لئے دیکھنا شریعت نے صرف جائز ہی نہیں بلکہ اسکی تاکید بھی کی ہے اسکو تو برا اور تہذیب کے خلاف سمجھا جا رہا ہے اور جو غیر شرعی و غیر اخلاقی طریقہ ہے اسکا کچھ احساس نہیں اللہ ہم سبھوں کی رسم بد سے حفاظت فرما کر شریعت پر عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

**مخطوبہ کا فوٹو دیکھنا**

خاطب کیلئے مخطوبہ کا چہرہ اور دونوں ہاتھ آمنے سامنے دیکھنا جائز ہے بالمشافہ

دیکھنے کے بجائے تصویر اور فوٹو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

## زوجین کے درمیان عمر کا تناسب

میاں بیوی کے درمیان اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ دونوں ہم عمر ہوں یعنی جتنی عمر شوہر کی ہوتی ہی عمر بیوی کی بھی ہو یا بیوی کی عمر دو چار سال کم ہو ایسا نہیں کہ کم عمر لڑکی کا نکاح بڑھے سے کر دیا اگرچہ یہ بھی جائز ہے مگر نامناسب ہے اس سے طبیعت میں میل نہیں کھائیگا۔

چنانچہ قرآن میں ہے کہ جنت میں جنتی کو (اتراب) یعنی ہم عمر عورتیں ملیں گی۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم عمر کی وجہ سے طبیعتوں میں زیادہ مناسبت اور توافق ہوگا اور ایک دوسرے کی راحت و دل چسپی کا خیال زیادہ رکھا جاسکے گا اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زوجین کے درمیان عمر میں تناسب کی رعایت رکھنی چاہئے کیونکہ اس سے باہمی انس پیدا ہوتا ہے اور رشتہ نکاح زیادہ خوشگوار اور پائیدار ہوتا ہے۔

## کنواری لڑکی سے نکاح کرنا بہتر ہے

نکاح میں انسانی جذبات کی رعایت کرنا ایک اہم چیز ہے اسلئے نوعمر کنوارے لڑکے کا نکاح بیوہ اور مطلقہ کے مقابلے میں نوعمر کنواری لڑکی سے ہی کرنا بہتر ہے کیونکہ اس میں طبعی میلان کے ساتھ بہت سے فائدے ہیں حضورؐ نے ایک حدیث میں اسی کی طرف رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

علیکم بالا بکار فانھن اعذب  
کہ غیر شادی شدہ کنواری لڑکی سے  
افواھا وانتق ارحاما وارضى  
نکاح کرو کیونکہ وہ شیریں دھن یعنی  
بالیسیر  
میٹھی میٹھی اور دل ربابا تیں کرنے والی

الہدیٰ رضیہ ۳۵۷ جلد ۵۔

۱۔ ولا یزوج ابنتہ الشابة شیخا کبیرا ولا رجلا نمیسا ویزوجھا کفواً (شلی ۶۸ جلد ۴)۔  
۲۔ معلوف القرآن صفحہ ۲۲۷ ج ۷) ع ابن ملجہ ۱۳۴ ج ۱)۔

ہوتی ہے اور اولاد کیلئے حمل جلد ٹھہرانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور تھوڑے پر راضی ہو جاتی ہے۔

نیز حضرت جابرؓ سے ایک اور حدیث اسی سلسلے کی منقول ہے:

عن جابرؓ قال کنا مع النبی ﷺ  
فی غزوة فلما قفلنا کنا قریبا  
من المدینة قلت یا رسول اللہ  
انی حدیث عہد بعمرس قال  
تزوجت قلت نعم قال ابکرا ام  
ثیبا قلت بل ثیب قال فہلا  
بکرا تلاعبھا وتلاعبک !  
وہ فرماتے ہیں کہ ایک جہاد میں ہم نبی  
کریم ﷺ کے ساتھ تھے پس جب ہم  
جہاد سے واپس ہوئے اور مدینہ کے  
قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا کہ یا  
رسول اللہ میری نئی شادی ہوئی ہے  
(اور میں اپنی نئی دلہن کو چھوڑ کر جہاد  
میں چلا گیا تھا اب اگر اجازت ہو تو

جلدی سے آگے چلا جاؤں اور گھر پہنچ جاؤں) تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے نکاح  
کیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں آپؐ نے فرمایا تمہاری بیوی کنواری ہے یا بیوہ میں  
نے عرض کیا کہ بیوہ ہے تو آپؐ نے فرمایا تم نے کنواری سے نکاح کیوں نہیں کیا تا کہ تم  
اسکے ساتھ کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔

علامہ قطب الدین شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ (تلاعبھا وتلاعبک)  
یعنی کھیلنے سے آپس کی بے تکلفی، کمال الفت و محبت اور رغبت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ  
کنواری عورت سے نکاح کرنے میں آپسی زندگی زیادہ الفت و رغبت کے ساتھ گزرتی  
ہے بے تکلفی اور چاہت زیادہ ہوتی ہے اسکے برخلاف بیوہ عورت جب دوسرے خاوند  
کی زوجیت میں آتی ہے تو چونکہ اسکا دل پہلے خاوند کی یاد سے کک محسوس کرتا ہے  
دوسرے یہ کہ اگر رہن سہن میل ملاپ میں اس دوسرے خاوند کو اپنے پہلے خاوند کی طرح  
نہیں پاتی تو اسکی طبیعت اچاٹ ہو جاتی ہے ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اتنی زیادہ

بے تکلف اور خوش مزاج ثابت نہیں ہوتی جتنی کنواری لڑکی ہوتی ہے۔

**بعض مصالِح کی وجہ سے بیوہ یا مطلقہ سے نکاح بہتر ہے**

باکرہ اور کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کی ترغیب تو حدیث میں آئی ہے مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہوگا کہ کسی بھی حالت میں مطلقہ یا بیوہ سے نکاح کرنا قابل ترجیح نہ ہوگا خواہ دینی یا دنیوی اور قوی تقاضے ہی کیوں نہ ہوں اور یہ نتیجہ نکالنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ خود حضورؐ نے سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا ہے جبکہ آپؐ غیر شادی شدہ اور حضرت خدیجہؓ بیوہ تھیں بلکہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے علاوہ جتنی بیویوں سے نکاح کیا ہے وہ سب بیوہ تھیں اور صحابہ کرام نے بھی بیوہ سے نکاح کیا ہے جو ہمارے لئے نمونہ ہے۔

**بیوہ، مطلقہ اور جس مرد کی بیوی مر جائے ان کے نکاح کی ضرورت**

عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی مرد کی بیوی مرگئی یا کسی عورت کا شوہر مر گیا یا کسی عورت کو طلاق دیدی گئی اور ان کی اولاد لڑکے لڑکیاں موجود ہوتے ہیں تو وہ عار اور شرم یا اپنے بچوں کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے دوسرا نکاح نہیں کرتے اگرچہ اپنی عصمت محفوظ نہ رکھ سکے اور گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہی کیوں نہ ہو صبر کر لیتے ہیں یہ طریقہ بالکل غلط ہے حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ کے علاوہ جتنی بیویوں سے نکاح کیا وہ سب پچاس سال کی عمر کے بعد ہی کیا ہے اور حضرت عائشہؓ کے علاوہ سب بیوہ تھیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ مرد جس کی عمر چالیس، پچاس یا اس سے زیادہ ہو جائے اور اس کی بیوی مر جائے یا وہ عورت جس کا شوہر مر جائے اور اس عورت کی عمر بھی پچاس سال یا اس سے زیادہ ہو اور شادی کرنے کی ضرورت ہو اور پھر بھی شادی کرنے کو عیب سمجھے عار و شرم کے مارے نکاح کرنے سے گریز کرے تو دراصل حضورؐ کی سنت کو عیب لگانا ہے جو انتہائی خطرناک بات ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے (اَنْكِحُوا الْاَيَامِي



مِنْكُمْ ۱) یعنی جو بے نکاح ہو (خواہ ابھی تک نکاح ہوا ہی نہ ہو یا نکاح کے بعد شوہر کی موت یا طلاق کے سبب بے نکاح رہ گئی ہو تو اسے سر پرستو!) تم اس کا نکاح کر دو۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس پر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں کہ جس شخص کو نکاح نہ کرنے کی صورت میں غالب گمان یہ ہو کہ حدود شریعت پر قائم نہیں رہ سکے گا بلکہ گناہ میں مبتلا ہو جائے گا اور نکاح کرنے پر اس کو قدرت بھی ہو کہ اس کے وسائل موجود ہوں تو ایسے شخص پر نکاح کرنا فرض یا واجب ہے جب تک نکاح نہیں کرے گا گناہ گار رہے گا۔

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عکافؓ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہاری زوجہ ہے انہوں نے کہا کہ نہیں پھر پوچھا کہ کوئی شرعی لونڈی ہے کہا نہیں پھر آپ نے دریافت کیا کہ تم نکاح کیلئے ضروری نفقات کا انتظام کر سکتے ہو اس پر انہوں نے اقرار کیا کہ (ہاں) اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر تم شیطان کے بھائی ہو اور فرمایا کہ ہماری سنت نکاح کرنا ہے تم میں بدترین آدمی وہ ہے جو بے نکاح ہو اور تمہارے مردوں میں سب سے ذلیل وہ ہے جو بے نکاح مر گیا۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ مرد مسکین ہے۔ مسکین ہے۔ مسکین جس کی بیوی نہیں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ اس کے پاس مال ہو فرمایا ہاں تب بھی وہ مسکین ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا وہ عورت مسکینہ ہے مسکینہ ہے مسکینہ جس کا شوہر نہیں صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ اس کے پاس مال ہو فرمایا ہاں تب بھی وہ مسکینہ ہے۔

لڑکیوں کیوجہ سے لڑکے کی شادی میں دیر کرنا

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جوان لڑکی کا کوئی مناسب رشتہ نہیں ملتا یا کسی اور وجہ سے

۱ سورة النور آیت ۳۲ ج (معارف القرآن صفحہ ۴۰۹ جلد ۶)

۲ ملخوذ معارف القرآن صفحہ ۴۱۰ جلد ۶

۳ غنیۃ الطالبین صفحہ ۳۲ جلد ۱ ملخوذ فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۶ ج ۵

اس کی شادی نہیں ہوتی تو اس کی وجہ سے بھائیوں کو بہت طویل مدت تک انتظار کرنا پڑتا ہے جس کے باعث اس کی عمر نکل جاتی ہے یا نو جوان نسل کا بہاؤ غلط رخ کی طرف ہو کر وہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے شرعی رو سے یہ سراسر غلط ہے ایسا کرنے سے والدین گناہ گار ہوتے ہیں حضورؐ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ

من ولد له ولد فلیحسن اسمہ کہ جس شخص کے یہاں لڑکا پیدا ہو تو  
واذنبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ چاہئے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے  
ولم یزوجہ فاصاب اثما فاتما نیک ادب سکھائے اور پھر جب بالغ  
اثمہ علی ابیہ۔ ۱ ہو جائے تو اس کا نکاح کرائے اور اگر  
لڑکا بالغ ہو جائے (مگر غیر مستطیع ہو) اور اس کا باپ اسکے نکاح کرنے پر قادر ہونے  
کے باوجود اس کا نکاح نہ کرے اور پھر وہ لڑکا برائی میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ  
باپ پر ہوگا۔

### نکاح کے وقت کیا عمر ہونی چاہئے

شریعت میں لڑکا اور لڑکی کی شادی کے لئے کوئی عمر متعین نہیں ہے کہ اس سے قبل نکاح درست نہ ہو اسی طرح کوئی آخری عمر کی بھی قید نہیں ہے کہ اس کے بعد نکاح کرنا جائز نہیں لیکن مناسب یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد شادی کی جائے تاکہ لڑکا اور لڑکی اپنے اختیار اور پسند سے نکاح کر لے اور اپنے شریک حیات کے اختیار کرنے میں خود بھی غور و فکر کر سکے۔

### طبی حیثیت سے شادی کا وقت

شریعت میں تو کوئی وقت متعین نہیں ہے مگر طبی حیثیت سے ڈاکٹر اور حکماء سے منقول ہے کہ ابتدائی جوانی میں شادی کرنا صحت کے لئے مضر ہے اس لئے کہ کچی عمر

میں جسمانی اعضاء بڑھتے ہیں اعصاب میں قوت اور چنگی پیدا ہوتی ہے اگر اس عمر میں شادی ہوگئی تو اعصاب کے مضبوط ہونے سے پہلے جوہر جسمانی (مادہ منویہ) ختم ہو جائے گا اور کم عمر و نادانی کی وجہ سے اپنی طبیعت پر قابو اور احتیاط نہیں کر سکے گا جس سے اعضاء ریئہ بھی کمزور ہوتے چلے جائیں گے۔

### رشتہ طے کرنے میں استخارہ اور مشورہ

اگر کہیں سے رشتہ آنے پر متغنی کرنے میں تذبذب ہو رہا ہو تو اس میں جلدی نہ کرے حتیٰ فیصلہ کرنے سے قبل کچھ دیر خود غور و خوض کر لیا جائے پھر بھی سمجھ میں نہ آئے تو اپنے قریب ماہرین رشتہ داروں سے مشورہ کر لیا جائے کیونکہ قرآن میں بھی مشورہ کا حکم ہے (شُورٰی بَيْنَهُمْ ا) کہ آپس میں مشورہ کر لیا کر داور سب سے بہتر یہ ہے کہ استخارہ کر لیا جائے دو رکعت صلوٰۃ الاستخارہ کی پڑھ کر استخارہ کی دعاء پڑھے پھر سو جائے جو بات سمجھ میں آئے اس پر عمل کرے استخارہ میں خواب دیکھنا ضروری نہیں اطمینان قلب کافی ہے ایک دور و ز میں سمجھ میں نہ آئے تو سات روز تک کرے اگر خود سے فیصلہ نہ کر سکے تو کسی عالم دین سے استخارہ کرائے پھر جس طرف میلان قلب ہو اللہ پر بھروسہ کر کے نسبت طے کر لے۔

### استخارہ کی دعاء

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَعِیْنُکَ بِقُدْرَتِکَ  
وَ اَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ وَ نَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ  
وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنْ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ  
وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ اَجَلِہٖ) فَاقْدِرْہٗ لِیْ وَ

يَسْرُهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَغَايَةِ أَمْرِيْ (أَوْ قَالَ فِيْ عَاجِلِ أَمْرِيْ وَآجِلِهِ) فَاصْبِرْ لَهُ غَبِيْ وَاصْبِرْ فَيُنِيْ عَنْهُ وَاقْبِرْ لِيْ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهِ ۚ

### مٹگنی کی شرعی حیثیت

زبانی طور سے اولیاء کے درمیان نسبت کا طے ہو جانا ہی مٹگنی ہے حضرت فاطمہؓ کی مٹگنی کا واقعہ اس طرح ہوا کہ اولاً حضرت ابو بکر صدیقؓ نے درخواست پیش کی پھر حضرت عمرؓ نے پیغام دیا آپؐ نے فاطمہؓ کی عمر کم ہونے کا عذر فرما دیا پھر حضرت علیؓ نے اپنے خاص لوگوں کے اصرار سے خود حاضر خدمت ہو کر زبانی درخواست پیش کر دی اس کے بعد آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور ان کی عرضی قبول کر لی گئی ۲۔ بس یہ ہی مٹگنی ہے حضورؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی اور یہ ہی مٹگنی کا سنت طریقہ ہے اسکے علاوہ کچھ اور نہیں دراصل مٹگنی ایک قسم کا معاہدہ ہے جہاں تک ہو سکے اسے نبھانے کی کوشش کرنی چاہئے بہر حال مٹگنی ہو جانے کے بعد دونوں طرف کے سر پرست زبانی طور سے یا خط و کتابت کے ذریعہ نکاح کی تاریخ طے کر لیں اور وقت مقررہ پر رسومات اور واہیات سے بچتے ہوئے رشتہ داروں اور دوستوں کی موجودگی میں انتہائی سادگی اور سنت کے مطابق عقد نکاح ہو جائے۔ ۳۔

۱۔ نسائی شریف ۶۲ جلد ۲ کتاب النکاح

۲۔ طلب ابو بکر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمة للزواج فقال یا ابابکر انتظر بها الفضل ثم طلبها عمر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد علیہ مثل ما رد علی ابو بکر ثم صار علی بن ابی طالب فی تلك الاثناء املاً للزواج فقالوا یا علی اطلب فاطمة من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للزواج قال اخطب بعد ابی بکر وعمر وقد منعهما فذكروا له قرابته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخطبها فزوجها صلی اللہ علیہ وسلم علی اربع مائة وثلاثين درهماً (تاریخ الخمیس صفحہ ۳۶۱ جلد ۱ ماخوذ حاشیہ بہشتی زیور صفحہ ۴۲ جلد ۶)

۳۔ (مستفاد بہشتی زیور صفحہ ۴۲ حصہ ۱)۔

## پیغام پر پیغام دینا جائز نہیں

جب کسی نے اپنے لڑکے کی منگنی کی یا نسبت کی بات چل ہی رہی ہو تو جب تک اگلا یعنی لڑکی والے نفی میں جواب نہ دیدیں یا بعد میں پیغام دینے والے ہی اپنے پیغام سے رجوع نہ کر لیں تب تک کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اس لڑکی یا اس کے اولیاء کو نکاح کا پیغام دے حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے:

ولا ینخطب الرجل علی خطبۃ کہ کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی اخیہ حتی ینکح او یتروک ! کے پیغام پر پیغام اس وقت تک نہ دے جب تک کہ پہلا مخاطب نکاح نہ کر لے یا اس بات چیت کو ترک نہ کر دے۔

## رشتہ نکاح کی پیشکش کس کی طرف سے ہو

رشتہ نکاح کی پیشکش اور پیغام دینے میں پہل لڑکا اور لڑکی کسی طرف سے بھی ہو سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے ہو اکثر ازواج مطہرات کو آپؐ نے خود پیغام دیا تھا اور عامۃ صحابہ کا عمل بھی اسی طرح منقول ہے اگرچہ کچھ مثالیں اسکے خلاف بھی ہیں کیونکہ لڑکی کی طرف سے نکاح کی پیشکش بظاہر حیا سوز خلاف تہذیب معلوم ہوتی ہے۔ لڑکے اور انکے اولیاء کی طرف سے پیغام نکاح اور اپنی شریک حیات کی جستجو و تلاش اسکی قومیت و مردانگی اور ازدواجی زندگی میں اسکی برتری کی ایک دلیل ہے۔

منگنی کے بعد لڑکی سے آزادانہ ملنا اور خلوت میں رہنا حرام ہے بعض علاقے اور بعض معاشرہ میں یہ غیر شرعی اور غیر اخلاقی طریقہ اس قدر عام ہو چکا ہے کہ صرف منگنی کے بعد ہی لڑکا لڑکی اس طرح رہتے ہیں جیسا کہ میاں بیوی کا تعلق ہو بالمشافہ بات چیت اور خط و کتابت تو درکنار دونوں کا خلوت میں رہنے کا بھی ایسا رواج پڑ چکا ہے کہ (الامان والحفیظ) لوگ اس کو برا ہی نہیں سمجھتے۔

حالانکہ یہ سب سراسر حرام ہیں۔ نکاح سے قبل شریعت نے مخطوبہ کو پسند کرنے کی نیت سے ایک مرتبہ دیکھنا جائز قرار دیا ہے۔ اس کے بعد جب تک نکاح نہ ہو جائے مخطوبہ بھی مخاطب کیلئے غیر محرم ہے اس کے ساتھ بات چیت اور خلوت گزینی تو کیا اسکو دیکھنا بھی گناہ کبیرہ ہے حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ معنی صرف نکاح کا وعدہ ہے نکاح نہیں اسلئے آزادانہ ساتھ پھرنا اور خلوت میں رہنا حرام ہے صحبت کرنا زنا کے حکم میں ہے بچہ ہوگا تو حرام ہی شمار ہوگا اگر معنی کے بعد الگ رہنا ناقابل برداشت ہے تو نکاح ہی کر لیا جائے۔

### مغربی تہذیب

آج کا مغربی کلچر، یورپی تہذیب اور آئیڈیل ملکوں نے قانون اسلام کے خلاف اباحت کا نعرہ لگاتے ہوئے معنی کے بعد عقد نکاح سے قبل زوجین کو باہم محبت و پیار کے تعلقات قائم کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ عرصہ تک وقت گزارنے کو جائز قرار دیا ہے جو اسلامی نقطہ نظر کے ہی خلاف نہیں بلکہ عقلاً بھی مہذب قانون، ثقافت انسانی کے مخالف اور غیر فطری کوششیں ہیں کیونکہ اباحت کا یہ نعرہ عورتوں کے ساتھ ظلم اور کھلی زیادتی ہے اسلئے کہ شادی سے قبل اگر ان جنسی تعلقات نے صنفی تعلقات اور خواہشات کی تکمیل تک پہنچا دیا اور پھر رشتہ نہ ہو سکا تو اسکا خمیازہ تنہا عورت ہی کو بھگتنا پڑیگا۔

### معنی ہونیکے بعد نکاح نہ کرنا

معنی وعدہ نکاح کا نام ہے اس پر دونوں فریق کا قائم رہنا بے حد ضروری ہے خدا کا فرمان ہے (وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ شَيْءٌ مَسْنُونٌ) یعنی عہد اور قول و قرار پورا کرتے رہا کرو بیشک وعدہ توڑنے کے متعلق سوال کیا جائیگا۔

وعدہ خلافی کو حضورؐ نے منافق کی علامتوں میں سے شمار کیا ہے لہذا منگنی کر کے اور کچھ دنوں امید دلا کر بلا وجہ انکار کر دینا گناہ کا کام ہے۔

البتہ منگنی کے بعد لڑکا لڑکی میں کوئی عیب نکل آئے اور سرپرست اس جگہ رشتہ نکاح کرنا خلاف مصلحت سمجھے کہ نکاح ہونے کے بعد دونوں میں نباہ نہ ہو سکے گا تو پھر پہلی جگہ چھوڑ کر مناسب جگہ رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

### (محرمات) یعنی جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے

نکاح کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ عورت محرمات میں سے نہ ہو محرمات کی نو قسمیں ہیں جن کو فتاویٰ شامی۔ عالمگیری وغیرہ میں بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یہاں مختصر انداز میں اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

محرمات کی اولاد دو قسمیں ہیں۔ (۱) محرمات مؤبدہ یعنی وہ عورتیں جن سے نکاح ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہو۔ (۲) محرمات موقتہ یعنی وہ عورتیں جن سے نکاح ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام نہیں بلکہ کسی عارض کی وجہ سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور عارض ختم ہو جانے پر ان سے نکاح جائز ہو جاتا ہے۔ پہلی قسم محرمات مؤبدہ کے تین اسباب اور تین رشتے ہیں۔

۱۔ نسب ۲۔ مصاہرت ۳۔ رضاعت

### محرمات نسب

نسب کے رشتے میں سات قسم کی عورتیں حرام ہیں۔ (۱) (ماں) ماں کی حرمت میں سگی ماں سوتیلی ماں، نانی، دادی، پر نانی، پردادی اور پر تک کی عورتیں شامل ہیں۔ (۲) (بیٹی) بیٹی کی حرمت میں پوتی، نواسی، پر پوتی، پر نواسی نیچے تک کی عورتیں

شامل ہیں۔ (۳) (بہن) بہن کی حرمت میں حقیقی بہن کے علاوہ علاقائی (باپ شریک) بہن، اخپانی (ماں شریک) بہن بھی شامل ہیں۔ (۴) (پھوپھی) یعنی باپ کی بہن اس میں حقیقی پھوپھی کے علاوہ علاقائی بھی شامل ہے اسی طرح پھوپھی کے حکم میں باپ، دادا، ماں، دادی نانی ان سب کی پھوپھیاں بھی محرمات میں ہیں۔ (۵) (خالہ) یعنی ماں کی حقیقی علاقائی اخپانی تینوں قسم کی بہنیں حرام ہیں اسی طرح خالہ کے حکم میں باپ، دادا، نانا، نانی اور تک سب کی خالائیں حرام ہیں۔ (۶) (بھتیجی) یعنی بھائی کی لڑکی اس میں بھتیجی اور بھتیجی کی لڑکیاں بھی نیچے تک حرام ہیں۔ (۷) (بھانجی) یعنی بہن کی لڑکی اس میں بھانجی اور بھانجی کی لڑکیاں بھی نیچے تک شامل ہیں بھتیجی اور بھانجی چاہے حقیقی بھائی بہن کی اولاد ہو یا علاقائی اور اخپانی بھائی بہن کی سب حرام ہیں، ان ساتوں محرمات کا تذکرہ قرآن میں اس طرح کیا گیا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ  
وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ  
وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ  
تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نسبی رشتے میں اپنے اصول و دفرع اور اپنے ماں باپ کے اصول و دفرع حرام ہیں۔

### محرمات صبریہ

وہ عورتیں جو سرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں وہ چار قسم کی ہیں۔ (۱) بیوی کے اصول یعنی ساس، دد یا ساس، نینا ساس اور ان کے اوپر درجے کی مثلاً بیوی کے باپ اور ماں کی دادی نانی وغیرہ بھی حرام ہیں۔ اگرچہ صرف نکاح ہوا ہو بیوی کیساتھ دلی اور خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو تو بھی بیوی کے اصول شوہر پر حرام



ہو جاتے ہیں۔ (۲) بیوی کے فروغ: مثلاً بیوی کی بیٹی، پوتی، نواسی، پرپوتی پر نواسی نیچے تک حرام ہیں مگر بیوی کے فروغ اس وقت حرام ہونگے جبکہ بیوی سے جماع کر لیا ہو اگر خلوت ہوئی مگر جماع کا موقع نہ مل سکا تو بیوی کی بیٹی حرام نہ ہوگی بیوی کو طلاق دینے کے بعد اس کی بیٹی (جو دوسرے شوہر سے ہے) سے نکاح کر سکتا ہے (گویا یہاں خلوت کو جماع کے قائم مقام قرار نہیں دیا گیا)۔ (۳) بہو: یعنی اپنے فروغ بیٹے، پوتے، نواسے، پرپوتے، پر نواسے نیچے تک ان سب کی بیویاں حرام ہیں۔ خواہ ان عورتوں کے ساتھ ان کے شوہر یعنی بیٹے پوتے وغیرہ نے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو مطلقاً حرام ہیں۔ (۴) اپنے اصول باپ، دادا، نانا اور پر تک کی بیویاں یعنی سوتیلی ماں، سوتیلی دادی، سوتیلی نانی وغیرہ ہمیشہ کیلئے حرام ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سسرالی رشتہ میں اپنی بیوی کے اصول و فروغ اور اپنے اصول و فروغ کی بیویاں محرمات میں سے ہیں ان محرمات کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ  
النِّسَاءِ (الی آخر الآیۃ) وَأُمَّهُنَّ  
نِسَاءُكُمْ وَرَبَائِبُكُمْ الَّتِیْ فِیْ  
حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ الَّتِی  
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا  
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ  
وَحَلَائِلُ أَبْنَاءِكُمْ الَّذِينَ مِنْ  
أَصْلَابِكُمْ ۚ

اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح  
کر چکے ہوں ان سے نکاح ہرگز مت  
کرو اور حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری  
بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ  
لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گود میں  
پرورش پائی ہیں جو تمہاری ان بیویوں  
سے ہیں جن سے تم نے دخول بھی کر لیا  
ہے اور اگر تم لوگوں نے دخول نہ کیا ہو

ان بیویوں سے تو ان کو چھوڑ کر ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لینے میں کوئی مواخذہ نہیں  
ہے اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام کی گئی ہیں جو تمہارے صلب سے ہوں۔

فائدہ: آیت میں لڑکیوں کے ساتھ فی حجبہ کم کی جو قید ہے یعنی (وہ لڑکیاں جو تمہاری گود میں پرورش پائی ہوں) یہ قید صرف اتفاقی ہے۔ تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ سوتیلی بیٹی مطلقاً حرام ہے خواہ اس نے سوتیلے باپ کے گھر پرورش پائی ہو یا نہ پائی ہو۔ اسی طرح من اصلا بکم یعنی صلیبی حقیقی بیٹے کی بیوی کی قید سے متنبی منہ بولے بیٹے کی بیوی کو نکال دینا ہے کہ وہ اگر بیوہ یا مطلقہ ہو جائے تو حرام نہیں مگر رضاعی بیٹے کی بیوی حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح حرام ہے۔ (بحرم من الرضاۃ ما یحرم من النسب)

حرمت مصاہرت نکاح صحیح سے ثابت ہوگی نہ کہ نکاح فاسد سے  
حرمت مصاہرت نکاح صحیح سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ نکاح فاسد سے البتہ اگر  
نکاح فاسد کے بعد وطی بھی پائی گئی یا دوائی وطی (مس بالشہوت یا نظر بالشہوت) کا  
ارتکاب کیا گیا تو پھر حرمت مصاہرت پیدا ہو جائے گی۔  
حرمت بسبب زنا و مس و نظر بشہوة

سرالی رشتے کی جو محرمات ہیں ان کا بیان تو مکمل ہو گیا مگر کچھ ناجائز اسباب کی وجہ سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اس کو بھی حرمت مصاہرت ہی کہتے ہیں۔  
چنانچہ کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا یا اس کو شہوت کے ساتھ چھو لیا  
اس کے ساتھ لیٹایا اس کا بوسا لیا یا اس کو دانتوں سے کاٹایا کسی عورت نے شہوت  
کے ساتھ کسی مرد کے عضو مخصوص کی طرف دیکھا یا مرد کو ہاتھ لگایا یا بوسہ لیا یا کسی بھی  
عضو کو شہوت کے ساتھ چھوا تو ان تمام صورتوں میں حرمت ثابت ہو جائے گی اسی  
طرح کسی مرد نے کسی عورت کے اندرون شرمگاہ کو شہوت کیساتھ دیکھا مثلاً عورت  
ٹیک لگا کر بیٹھی تھی کپڑا ہٹ گیا اندر کے حصے کو شہوت کیساتھ دیکھ لیا تو حرمت

۱ (قوله الصحيح) احتراز عن النکاح الفسـد فلنـه لا یوجب بمجرده حرمة المصاهرة بل  
بلاوطی او ما یقوم مقامه من المس بشہوة والنظر بشہوة (شلمی ص ۱۰۴ ج ۴)

مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ البتہ عورت کے کھڑے ہونے کی حالت میں مرد کی نگاہ عورت کی ظاہر شرمگاہ پر پڑنے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی حرمت ثابت ہونے کے لئے فرج داخل کی طرف دیکھنا شرط ہے اگرچہ بیچ میں شیشہ حائل ہو یا عورت پانی میں بیٹھی تھی پانی کے اندر دیکھا تو بھی حرمت ثابت ہو جائے گی (اصل شرمگاہ دیکھنا ہے عکس دیکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی مثلاً آئینہ کے اندر سے یا پانی میں شرمگاہ کا عکس دیکھا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی)۔

بہر حال ان تمام صورتوں میں مرد پر عورت کی ماں، دادی، نانی اور اس عورت کی بیٹی، پوتی، نواسی وغیرہ سب حرام ہو جائیں گی۔ اسی طرح اس عورت کیلئے زنا کرنے یا چھونے یا دیکھنے والے مرد کا باپ، دادا، نانا اور اس کا بیٹا، پوتا، نواسا سب حرام ہو جائیں گے۔

**شرائط: (۱)** حرمت ثابت ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ وہ لڑکی قابل شہوت ہو یعنی کم از کم نو سال کی ہو اور مرد بھی قابل شہوت ہو یعنی کم از کم بارہ سال کا ہو لہذا اگر چھوٹے بچے نے جماع کر لیا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی البتہ اگر ایسے بڑے بچے نے جماع کیا کہ اس کے ہم عمر لڑکے جماع کر لیا کرتے ہیں اور عورت کی طرف میلان ہو جاتا ہے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ چھونے سے یا اندرون شرمگاہ کی طرف دیکھنے سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے یہ ضروری نہیں کہ قصد ہو بلکہ اگر سہوا یا بھولکر ہو یا کسی کے زبردستی کرنے سے ہو یا غلطی میں چھو یا دیکھا یا نیند کی حالت میں چھو تو بھی ان تمام صورتوں میں حرمت ثابت ہو جائے گی۔

**(۲)** حرمت ثابت ہونے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ دیکھنا یا چھونا شہوت کے ساتھ ہو اگر عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھتے وقت یا عضو کو چھوتے وقت شہوت نہ تھی بعد میں ہوئی تو پھر حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

(۳) حرمت ثابت ہونے کے لئے تیسری شرط یہ بھی ہے کہ دیکھنے اور چھونے کے بعد انزال نہ ہوا ہو اگر انزال ہو گیا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ دیکھنا اور چھونا جماع کا سبب نہ بنا۔

### شہوت کا معیار

جوان مرد کی شہوت کا معیار یہ ہے کہ دیکھنے یا چھونے کے وقت اس کے عضو میں ایستادگی (حرکت) پائی جائے اگر ایستادگی پہلے سے تھی تو زیادہ ہو جائے۔ بوڑھے مرد کے عضو میں حرکت پیدا ہونا بند ہو گیا ہے تو پھر اس کے قلب میں حرکت ہو اگر حرکت پہلے سے ہے تو اس میں زیادتی ہو جائے۔

عورت اور مقطوع الذکر مرد کی شہوت کا معیار یہ ہے کہ قلب میں خواہش پیدا ہو جائے اگر خواہش پہلے سے تھی تو زیادتی ہو جائے۔

(نوٹ) حرمت ثابت ہونے کے لئے دونوں میں شہوت کا ہونا ضروری نہیں ہے عورت یا مرد کسی ایک میں شہوت کا ہونا کافی ہے۔ نیز یہ چھونا بلا کسی کپڑا وغیرہ کی حیلولت کے ہو یا ایسا کپڑا انچ میں ہو جو بہت باریک ہے کہ بدن کی حرارت معلوم ہوتی ہے تو پھر حرمت ثابت ہو جائے گی۔

مسئلہ: عورت کے وہ بال جو سر سے ملے ہوئے ہیں شہوت کے ساتھ چھونے سے حرمت ثابت ہو جائے گی مگر جو بال سر سے باہر لٹکے ہوئے ہیں ان کو چھونے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

۱. وحریم ایضاً بالمصہرۃ لصل مؤنیتہ لواد بالزنی الوط الحرام واصل ممسوستہ بشہوة ولو لشعر علی الرأس (خرج بہ المسترسل شامی) بحائل لا یمنع الحرارة واصل ماستہ وناظرہ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا المدور الداخل ولو نظره من زجاج او ملہ فیہ وفروعہن مطلقاً والعبرة للشہوة عند اللس والنظر لا بعدہما وحدهما فیہما تحریک آلتہ او زیادۃ بہ یفتی فی الآراء ونحو شیخ کبیر تحریک قلبہ او زیادۃ فی الجوہرۃ لا یشتغل فی النظر للفرج تحریک آلتہ بہ یفتی هذا انما لم یزل فلو انزل مع سن لو نظر فلا حرمة بہ یفتی الخ. ولا فرق فیما ذکر بین اللس والنظر بشہوة بین عمدونعمیان وخطا واکراه (درمختلر علی هامش شامی صفحہ ۱۰۷ نا ۱۱۲ جلد ۴)

بیوی شوہر پر کن کن وجوہات سے حرام ہو جاتی ہے

(۱) اگر کسی مرد نے (نعوذ باللہ منہ) اپنی بیٹی سے زنا کیا۔ یا شہوت کے ساتھ چھوا اگرچہ بھولکر انجانے میں چھوا ہو مثلاً کسی شخص نے اندھیرے میں اپنی بیوی کو نیند سے اٹھانا چاہا مگر غلطی سے اس کا ہاتھ لڑکی پر پڑ گیا اور پھر یہ سمجھ کر کہ یہی میری بیوی ہے شہوت کے ساتھ اس کو چٹکی لی اور وہ لڑکی بھی جوان قابل شہوت تھی تو اس صورت میں اس مرد کی بیوی یعنی اس لڑکی کی ماں اس مرد پر ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام ہوگئی اب مرد کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو علیحدہ کر دے ورنہ پوری زندگی گناہ میں مبتلا رہے گا۔

(۲) اگر کسی شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا یا شہوت کیساتھ چھوایا اندرون فرج کو شہوت کیساتھ دیکھا تو اس کی بیوی اس پر ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہو جائے گی بیوی کو علیحدہ کر دے ورنہ ہمیشہ گناہ میں مبتلا رہیگا۔ ۲

مذاقاً بھی ساس سے جماع کا اقرار کرنے پر حرمت ثابت ہو جائیگی اگر کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنی ساس سے کیا کیا اس نے کہا کہ میں نے جماع کیا تو اس سے بھی حرمت ثابت ہو کر بیوی حرام ہو جائے گی۔ اگرچہ پوچھنے والے نے بعد میں کہا کہ میں نے مذاق میں پوچھا تھا اور مرد نے بھی کہا کہ میں نے مذاق میں اس طرح کا جواب دیا تھا تو بھی اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا بیوی اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی۔ ۳

۱. فلو ایقظ زوجته او ایقظته می لجماعها فمست یدہ بنتها المشتہاء او یدھا ابنہ حرمت الام ابداً فنج (درمختلر حاشیہ شامی صفحہ ۱۱۲ جلد ۱ زکریا)  
 ۲. اذا فجر للرجل بامرأة ثم ناب يكون محرماً لابنتها لانه حرم عليه نكاح ابنتها على التتابع وهذا دليل ان المحرمية تثبت بقوطی الحرام وبما تثبت حرمة المصلحة (بحر الرائق صفحہ ۱۷۹ جلد ۲)  
 ۳. قيل لرجل ما فعلت بام امرأتك قال جامعته قال تثبت حرمة المصاهرة قيل ان كلن المسائل والمسئول هلز لين قال لا ينفارت ولا يصدق انه كذب كذا في المحيط (علم گیری صفحہ ۲۷۲ جلد ۱ زکریا)

## سوتیلی ماں کے ساتھ غلط حرکت سے حرمت

اگر کسی نے اپنے باپ کی منکوحہ یعنی سوتیلی ماں سے زنا کیا یا شہوت کیساتھ اندرون فرج کو دیکھا یا شہوت کیساتھ چھوا تو وہ عورت اپنے شوہر یعنی اس لڑکے کے باپ پر ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہو جائے گی جبکہ زنا کا ثبوت شہادت شرعی سے ہو چکا ہو اگرچہ لڑکا شہوت کے ساتھ دیکھنے یا چھونے کا انکار کرے تو بھی اس کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

## بہو یعنی لڑکے کی بیوی کے ساتھ غلط حرکت سے حرمت

اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی (بہو) کو شہوت کیساتھ چھوایا فرج داخل کو شہوت کیساتھ دیکھا یا (نفوذ باللہ) بہو سے زنا کا ارتکاب کر لیا تو وہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہو جائے گی اب شوہر کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو علیحدہ کر دے ورنہ پوری زندگی گناہ میں مبتلا رہے گا ہاں اگر شوہر نے اس بات کی تصدیق نہیں کی تو پھر حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

مسئلہ: کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی یعنی بہو کا زبردستی بوسا لیا یا شہوت کیساتھ فرج داخل کو دیکھا یا زنا کا ارتکاب کر لیا اور اس بات کو صرف عورت بیان کرتی ہے باپ انکار کرتا ہے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی اور اگر بہو اور خسر دونوں اقرار کر لے مگر شوہر اس کو تسلیم نہ کرے تو بھی حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی عورت اپنے شوہر کی زوجیت میں باقی رہے گی ہاں اگر شوہر نے زنا کو یا اس مس کو شہوت کیساتھ ہونے کو تسلیم بھی کر لیا تو بیوی شوہر پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی اور عورت باپ بیٹا کسی کیلئے

۱۔ لواد بحرمته المصلمة الحرمة الرابع حرمة للمرأة على اصول للزاني وفروعه (شلمی صفحہ ۱۰۷ جلد ۴) وان اذعت الشهوة في تقبيله او تقبيلها ابنته وانكوه الرجل فهو مصنف (درمختار) فهو مصنف لانه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمنكر (شلمی ۱۱۵ جلد ۴ زکریا)

حلال نہیں رہے گی۔

باپ کی حرکت کی وجہ سے بیوی حرام ہوئی تو اس کا مہر باپ پر ہے جیسا کہ گزر چکا کہ بہو کو شہوت کیساتھ چھونے سے بیوی اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے مگر وہ اپنے شوہر سے مہر کی حقدار ہوگی اور شوہر وہ رقم جو اس نے مہر میں ادا کی تھی اپنے باپ سے وصول کر لے گا۔ بشرطیکہ باپ نے فتنہ پھیلانے کیلئے یہ حرکت کی ہو اگر فتنہ پھیلانے کی غرض سے نہیں چھوا ہے تو پھر کچھ بھی وصول نہیں کریگا مگر زنا کی وجہ سے حرمت جو ہوئی ہے اس سے شوہر کی دی ہوئی رقم واپس نہیں مل سکتی کیونکہ زنا کی وجہ سے باپ پر حد جاری کرنے کا حکم دیا جائے گا اور شریعت نے شرعی حد کے ساتھ کوئی مالی جرمانہ عائد نہیں کیا ہے۔

مسئلہ حرمت رضاعت یا مصاہرت سے نکاح باطل نہیں ہوتا ہے اس لئے شوہر طلاق دیدے یا متارکت کے الفاظ (میں نے تمہیں چھوڑ دیا، علیحدہ کر دیا وغیرہ) کہہ دے ورنہ قضاء قاضی کے ذریعہ نکاح منسوخ ہوگا۔

**حرمت مصاہرت کیلئے کتنے مرد کی گواہی ضروری ہے**

حرمت مصاہرت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت کی گواہی سے ثابت

۱. وحریم ایضاً بالمصہریۃ اصل ذنیۃ... واصل ممسومۃ بشہوة... واصل مستہ الخ وفروعہن مطلقاً والعبرة للشہوة (درمختار) قوله مطلقاً یرجع الی الاصول والفروع ای وان علون وان سفلین (شلمی صفحہ ۱۰۸ جلد ۴ زکریا) وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان بصنفها وریق فی اکبر رائہ صنفها او علی هذا ینبغی ان یقال فی مسہ ایضا لا تحرم علی ابیہ وابنہ الا ان یصنفها او یقلب علی ظنہ صنفها (بحر الرائق صفحہ ۱۷۷ جلد ۳ فصل فی المحرمات)

۲. وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لایحل لها للتزوج باخر الا بعد المتاركة وانقضت العدة (درمختار) (قوله الا بعد المتاركة) ای وان مضی علیہا سنون کما فی البزازیة وعبارة الحلوی الا بعد تفریق القاضی او بعد المتاركة. وقد علمت ان النکاح لا یرتفع بل یفسد وقد صرحوا فی النکاح للفسد ان المتاركة لا تتحقق الا بالقول ان کلنت مدخولا بها کترکتک او خلیت سبیلک (شلمی ۱۱۴ ج ۴)

ہوتی ہے۔

نسبی اور صہری رشتے کی مذکورہ عورتوں سے اجتناب کرنا احوط ہے جو ان بیٹی اور بہو اسی طرح ساس اور سوتیلی ماں وغیرہ اگرچہ محرمات میں سے ہیں ان کے سامنے ہونا باتیں کرنا وغیرہ اگرچہ جائز ہے کیونکہ ان سے پردہ نہیں ہے مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ اختلاط سے پرہیز کیا جائے اپنی بیوی کے بسترہ سے ان کا بستر بالکل الگ تھلگ ہو کہیں انجانے میں شہوت کیساتھ ہاتھ نہ پڑ جائے۔ اسی طرح جو ان بیٹی، بہو، ساس، سوتیلی ماں وغیرہ سے جسمانی خدمت بھی نہ لی جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ خدمت کرتے وقت دونوں میں سے کسی ایک کے اندر شہوت پیدا ہو جائے اور شہوت کیساتھ مس پایا گیا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو کر بیوی حرام ہو جائے گی۔ اسی طرح بیٹے کیلئے بہو بھی ناجائز ہو جائے گی اور غفلت میں اس کی پرداہ کئے بغیر پوری زندگی گناہ میں خود مبتلا رہے گا اور دوسرے کو گناہ میں مبتلا کر کے اپنی آخرت کو برباد کرنے کا خود ذریعہ بنے گا۔

اللہ ہم سبھوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین

## محرمات رضاعیہ

رضاعت کے معنی دودھ پلانے کے آتے ہیں:

دودھ پلانے والی عورت کو مرضعہ اور دودھ پینے والے بچہ کو رضیع اور بچی کو رضیعہ کہتے ہیں دودھ پینے اور پلانے کی وجہ سے وہی رشتے قائم ہوتے ہیں جو نسب کی وجہ سے قائم ہوتے ہیں اور رضاعت سے بھی وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب اور مصاہرت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

وَنَصَّا بِهَا لِلزَّانَا لِرَبْعَةِ رَجَالٍ وَلَوْ عُلِقَ عُنْقُهُ بِالزَّانَا وَقَعَ بِرَجُلَيْنِ وَلَا حُدَّ الْخُ وَلِغَيْرِهَا مِنَ الْحَقِيقِ سِوَالِ كُلِّ الْحَقِّ نَالَا أَوْ غَيْرِهِ كَنِكَاحٍ وَطَلَاقٍ وَكُلَّةٍ الْخُ رَجُلَانِ أَوْ رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ (الدر المختار علی ہامش در المختار ص ۵۱۴ تا ۵۱۵ جلد ۴ کتاب الشہادۃ)



وَأَمْسَهُنَّكُمْ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ. ۱  
 کہ حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں  
 جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور  
 تمہاری دودھ شریک بہنیں بھی تم پر حرام ہیں

چنانچہ جس عورت کا دودھ لڑکا لڑکی نے پی لیا تو وہ عورت اس لڑکا لڑکی کی ماں  
 اور اس عورت کا شوہر جس کے جماع کی وجہ سے دودھ اترتا ہے وہ اس کا باپ ہو گیا اب  
 رضاعی ماں باپ کے اصول یعنی باپ، نانا، دادا اور پر تک اس رضیع رضیعہ کو دادا، پردادا،  
 نانا، پر نانا ہوں گے اور رضاعی ماں باپ کی ماں، نانی، دادی بھی اس رضیع رضیعہ کو  
 دادی، پردادی، نانی، پر نانی ہوں گی اور اس رضاعی ماں باپ کے لڑکے رضیع اور رضیعہ  
 کے لئے بھائی اور اس بھائی کی اولاد بھتیجا اور بھتیجی ہیں خواہ رضاعی ماں کا یہ لڑکا موجودہ  
 شوہر سے ہو یا دوسرے شوہر سے اور رضاعی ماں باپ کی لڑکی اس رضیع رضیعہ کی بہن  
 اور اس رضاعی بہن کی اولاد رضیع رضیعہ کے بھانجے اور بھانجیاں ہیں اور رضاعی ماں  
 کے بھائی بہن رضیع رضیعہ کے لئے ماموں اور خالہ ہیں اسی طرح رضاعی باپ کے  
 بھائی رضیع رضیعہ کا چچا اور رضاعی باپ کی بہن پھوپھی ہیں جس طرح نسبی رشتے میں  
 ان سب سے نکاح حرام ہے اسی طرح رضاعی رشتے میں بھی یہ سب رشتہ دار رضیع اور  
 رضیعہ کے لئے حرام ہیں اور رضیع اور رضیعہ ان سب رشتہ داروں کے لئے حرام ہیں۔  
 نیز جس طرح رضاعت میں نسبی رشتوں کی حرمت ثابت ہوتی ہے اسی طرح سرانی  
 رشتوں کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ رضاعی باپ کی بیوی رضیع پر اور رضیع کی  
 بیوی رضاعی باپ پر حرام ہے۔

مسئلہ:- اگر بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو مدت شیر خواری میں دودھ پلایا تو  
 اب ان دونوں بہنوں کی اولاد میں نکاح نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ:- اسی طرح دو اجنبی لڑکا لڑکی نے کسی ایک عورت کا دودھ پی لیا تو یہ  
 آپس میں بھائی بہن ہو گئے مثلاً زید کی لڑکی خالدہ اور عمر و کا لڑکا حامد نے ہندہ کا دودھ

پیا تو اب خالدہ اور حامد آپس میں رضاعی بھائی بہن ہو گئے دونوں کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا خواہ دونوں نے ایک زمانہ میں ہندہ کا دودھ پیا ہو یا الگ الگ زمانے میں ایک دو برس کا فاصلہ ہو دونوں کا حکم ایک ہے۔

### حرمیت سے کچھ رشتے مستثنیٰ ہیں

رضاعت سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں مگر رضاعت میں کچھ رشتے مستثنیٰ ہیں جس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

(۱) رضاعی بھائی کے حقیقی بھائی بہن سے نکاح جائز ہے۔ (۲) رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ جیسے خالد، حامد، حمیدہ، تینوں حقیقی بھائی بہن ہیں۔ اور خالد نے عظیمہ کا دودھ پیا تو اب خالد سے عظیمہ اور عظیمہ کے تمام بال بچوں کا نکاح حرام ہے کیونکہ یہ رضاعی بھائی بہن ہیں مگر خالد کے دوسرے بھائی حامد اور اس کی بہن حمیدہ کا نکاح عظیمہ کے بیٹے بیٹیوں سے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح عظیمہ کا نکاح حمیدہ کے باپ سے ہو سکتا ہے یا عظیمہ کے شوہر کا نکاح خالد کی بہن حمیدہ سے ہو سکتا ہے۔ (۳) رضاعی بھائی کی رضاعی ماں سے نکاح جائز ہے۔ (۴) رضاعی بیٹے کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے۔ جیسے ساجد کے دوسو تیلے یا رضاعی بھائی بہن ہیں اور ساجد نے اسماء کا دودھ پیا ہے تو اب ساجد کا نہ اسماء سے اور نہ اسماء کی لڑکیوں سے نکاح ہو سکتا ہے مگر ساجد کے جو سو تیلے یا رضاعی بھائی بہن ہیں ان سے اسماء کا خود اور اسماء کے شوہر کا اور اسماء کے لڑکوں اور لڑکیوں کا نکاح ہو سکتا ہے۔ ۲

۱۔ حرم بسبب الرضاع ما حرم بسبب النسب قرابة وصهرية في هذه المدة ولو كان الرضاع قليلاً لحديث الصحيحين المشهور يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب (بحر الرائق صفحہ ۳۸۸ جلد ۲) ۲۔ قال ويحرم من الرضاع ما يحرم من النسب للحديث الذي روينا الام اخته من الرضاع فلانه يجوز ان يتزوجها ولا يجوز ان يتزوج ام لخت من للنسب ... ويجوز تزوج اخت ابنه من الرضاع ولا يجوز ذلك من النسب الخ ويجوز ان يتزوج الرجل بلخت اخيه من الرضاع لانه يجوز ان يتزوج بلخت اخيه من النسب وذلك مثل الاخ من الاب اذا كانت له اخت من امه جاز لاخيه من ابية ان يتزوجها (هداية صفحہ ۳۵۱ جلد ۲)

اسی طرح رضاعی بھائی رضاعی چچا، رضاعی ماموں، رضاعی پھوپھی، رضاعی خالہ کی مائیں بھی محرمات سے نہیں ہیں اسی طرح اپنی رضاعی پوتی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے ایسے ہی اپنے رضاعی بیٹے کی دادی اور نانی سے بھی نکاح جائز ہے نیز رضاعی بیٹے کی پھوپھی اس کی بہن کی ماں اس کی بھانجی اور اس کی پھوپھی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے اور اسی طرح عورت کو اپنے رضاعی بہن کے باپ اپنے رضاعی بیٹے کے بھائی اپنے رضاعی پوتے کے باپ اور رضاعی بیٹے کے دادا اور ماموں سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ نسبی رشتے میں یہ سب محرمات ہیں جن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:- کسی شخص نے اپنی ایسی بیوی کو طلاق دیدی جس کو دودھ اتر اہوا تھا پھر مطلقہ نے عدت گزار کر دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور اس دوسرے شوہر نے بھی جماع کیا اور بچہ دوسرے خاوند کے نطفے سے پیدا ہوا پھر اس عورت نے کسی بچے کو دودھ پلادیا تو پہلے شوہر کے ساتھ دوسرے شوہر سے بھی حرمت ثابت ہوگی ہاں اگر دوسرے شوہر سے حاملہ نہیں ہوئی تو اب حرمت صرف پہلے سے ہوگی۔

### حرمت رضاعت بسبب زنا

ایک شخص نے زنا کیا اس کے نتیجے میں زانیہ سے بچہ پیدا ہوا پھر زانیہ نے کسی بچی کو دودھ پلایا تو حرمت زانی سے ثابت ہو جائے گی زنا کرنے والے اور اس کا باپ، دادا اور زانی کی اولاد یعنی بیٹے پوتے وغیرہ اس بچی سے نکاح نہیں کر سکتے ہاں زنا کرنے والے کا چچا اور ماموں اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔ ۲

۱. وتحل أم أخیه وأم عمه وعمته وأم خالہ وخالتہ من الرضاع... وكذا یجوز له أن یتزوج بام حفتہ وبجدۃ ولده من الرضاع ولا یحل ذلک من النسب... وكذا یجوز له أن یتزوج بعمۃ ولده من الرضاع... وكذا أم اخت ابنه وبنت اخت ولحموبنت... عمۃ ولده وكذا المرأة یجوز لها أن تتزوج بابی اختها أو بلخی ابنها وبابی حفتها وبجدہ ولدها وبخال ولدها من الرضاع ولا یجوز ذلک كله من النسب (علم گیری صفحہ ۳۴۳ جلد ۱ زکریا)

۲. اذا طلق الرجل امرأته ولها لبن فتزوجت بزواج آخر بعد انقضت عدتها وطهنا اللثنی اجتمعوا انها اذا ولدت من اللثنی فاللبن من اللثنی وينقطع من الاول واجمعوا علی انها اذا لم تحمل من اللثنی فاللبن من الاول۔ رجل زنی بامرأة فولدت منه فلرضعت بهذا اللبن صغیرة لا یجوز لهذا الزانی ولا لاحد من آبلته واولاده نکاح هذه الصغیرة... ولعم الزانی وخاله ان یتزوج بهذا الولد کالمولود من الزنا (علم گیری صفحہ ۳۴۳ جلد ۱ زکریا)

## حرمت رضاعت کے شرائط

(۱) سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت - اولاد پیدا کرنے کی عمر میں ہو یعنی بالغہ ہو اور بلوغ کی کم سے کم مدت نو سال ہے اگر نو سال سے کم عمر میں دودھ اتر آیا اور اس نے کسی بچہ کو دودھ پلا دیا تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ مسئلہ: اگر کنواری لڑکی کو زرد رنگ کا پانی آگیا اور اس نے کسی بچہ کو پلا دیا تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ (مسئلہ) اگر کنواری لڑکی کو دودھ نکل آیا تو پھر حرمت رضاعت ثابت ہو جائیگی۔ (مسئلہ) اگر کسی عورت کی چھاتی سے زرد رنگ کی بننے والی چیز بچہ کے منہ میں پہنچ گئی تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور یہ کہا جائے گا کہ اصل میں دودھ تھا لیکن اس کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ (مسئلہ) اگر کسی مرد کی چھاتی سے نکلا ہو اور دودھ کسی بچہ نے پی لیا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ (مسئلہ) اگر دو بچے نے کسی ایک جانور کا دودھ پی لیا تو بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ (مسئلہ) حرمت رضاعت ثابت ہونے کے لئے زندہ اور مردہ کا دودھ برابر ہے لہذا کسی بچے نے مردہ عورت کا دودھ پی لیا تو بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ دودھ پینے والا بچہ مدت رضاعت (یعنی دودھ پینے کی عمر) میں دودھ پیا ہو اگر بڑا ہو کر پیا تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

و لو ان صببة لم تبلغ تمنع سنين فزل لها اللبن فلرضعت به صبباً لم يتعلق به تحريم وانما يتعلق التحريم به اذا حصل من بنت تمنع سنين فصاعداً --- وكذا لو نزل للبكر ماء اصفر لا يثبت من ارضاعه تحريم --- دخل في هم الصبي من الثدي مائع لو نه اصفر نثبت حرمت الرضاع لانه لبن تغير لونه --- اذا نزل للرجل لبن فارضع به صبباً لا يثبت به حرمة الرضاع --- ولكن الحية والبعثة سواه في التحريم --- واذا ارضع الصبيان من اللبن بهيمة لا يثبت به الرضاع (عالمگیری صفحہ ۳۴۴ جلد ۱)

(مسئلہ) اگر کسی بالغ مرد نے کسی بالغہ عورت کا دودھ پی لیا، یا بے اختیار شوہر کے منہ میں بیوی کا دودھ چلا گیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی مگر بالغ مرد یا شوہر کو عورت کا دودھ پینا حرام ہے البتہ نکاح نہیں ٹوٹے گا۔ (مسئلہ) اگر شوہر بچہ ہے اور بیوی بڑی ہے اور پھر نابالغ شوہر نے مدت رضاعت میں بیوی کا دودھ پی لیا تو حرمت ثابت ہو کر بیوی حرام ہو جائیگی۔

## رضاعت کی مدت اور اس کا حکم

(بچے کو دودھ پلانے کی) مدت رضاعت دو سال ہے چاہے بچہ کی ماں دودھ پلائے یا کوئی دوسری عورت پلائے دو سال کے بعد بچے کو دودھ پلانا حرام ہے دو سال کے اندر کسی عورت نے کسی بچہ یا بچی کو دودھ پلا دیا تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ خواہ دو سال مسلسل پلایا، یا کبھی بھی چند قطرے بھی اس کے حلق میں چلے گئے ہوں مدت رضاعت کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ  
حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْمِ  
الرِّضَاعَةُ ۚ

اور بچے والی عورتیں اپنے بچوں کو دو برس  
دودھ پلائیں اس شخص کیلئے جو مدت  
رضاعت کو مکمل کرنا چاہے۔

فائدہ اوپر جو دو سال مدت رضاعت قرآن میں بیان کیا گیا ہے وہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کا مذہب ہے۔ ورنہ امام ابو حنیفہؒ کا قول

١٠ قليل الرضاع وكثيره اذا حصل في مدة الرضاع تعلق به التحريم الخ واذا مضت مدة الرضاعي لم يتعلق بالرضاعي تحريم (علم كبرى صفحه ٣٤٢ تا ٣٤٣ جلد ١) مص رجل لدى زوجته لم تحرم (برمختار) (مص رجل) قيد به احترازاً عما اذا كان الزوج صغيراً في مدة الرضاع فلنّها تحرم عليه (شامى صفحه ٤٦١ جلد ٤)

ڈھائی سال کا ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ حاشیہ ترجمہ شیخ الہند پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت سے تو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ دودھ کی مدت جس کو ماں یا کوئی عورت پلائے اور اجرت باپ سے لینا چاہے تو اس کی انتہائی مدت دو برس ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ علی العموم دو برس سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت نہیں ہے۔

مگر فتاویٰ دارالعلوم میں حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی قدس سرہ احوط قول بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ چونکہ دونوں قول مفتی بہ ہیں اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ فطام (مدت رضاعت) میں صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے کہ دو سال کے بعد بچہ کو دودھ نہ پلائے اور حرمت رضاعت میں امام ابو حنیفہؒ کے قول پر عمل کیا جائے کہ (اگر ڈھائی سال کے اندر بھی دودھ پی لے تو حرمت ثابت ہو جائے)۔

(۳) حرمت رضاعت کی تیسری شرط یہ ہے کہ دودھ اپنی اصلی حالت میں منہ اور ناک کے ذریعہ سے معدہ میں پہنچے اگرچہ پستان کو منہ میں لگا کر نہ پلایا جائے بلکہ دودھ کو باہر برتن وغیرہ میں نکال کر پلایا جائے تب بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی لہذا اگر منہ اور ناک کے علاوہ کسی اور طریقہ سے دودھ پہنچایا گیا۔ مثلاً کان میں ٹپکا دیا گیا یا عضو مخصوص کے سراخ میں ڈال دیا گیا یا حقنہ کے ذریعہ استعمال کرایا گیا یا مقعد میں یا دماغ میں یا پیٹ کے زخم میں ڈال دیا گیا یا انجکشن کے ذریعہ سے عورت کا دودھ معدہ میں یا دماغ میں پہنچا دیا گیا تو ان تمام

۱۔ حولان ونصف عنده وحولان فقط عندهما وهو الاصح فتع وبه يفتى كما في الصحيح القدوري عن العون لكن في الجوهر انه في الحولين ونصف ولو بعد الفطام محرم وعليه الفتوى (درمختلر) قوله لكن الخ استدرأه على قوله به يفتى وحاصله انهما قولان اختلفا بكل منهما (شلمی صفحہ ۳۹۵ جلد ۴ ذکر کیا) ۲۔ (تفسیر شیخ الہند صفحہ ۴۷ حاشیہ ۲ پ ۲)

۳۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند صفحہ ۴۳۴ جلد ۷)

صورتوں میں حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

## دودھ کو کسی سیال چیز میں ملا کر پلانے کا حکم

اگر عورت کا دودھ پانی یا دوا یا جانور کے دودھ میں یا کسی تپلی سیال چیز میں مل گیا اور وہ کسی بچے کو پلا دیا گیا تو غالب کا اعتبار ہوگا اگر عورت کا دودھ ان چیزوں سے زیادہ ہے تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر دودھ کی مقدار کم ہے تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا رنگ، بو اور ذائقہ تینوں چیزیں یا ان میں سے کوئی ایک چیز محسوس و معلوم ہوا اگر دودھ اور پلٹی ہوئی سیال چیزیں برابر ہیں تو بھی حرمت ثابت ہونا ضروری ہے کیونکہ دودھ مغلوب نہیں ہوا۔ ۲

## دو عورت کا دودھ باہم مل جائے

اگر دو عورت کا دودھ باہم مل گیا تو حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس عورت سے حرمت ثابت ہوگی جس کا دودھ زیادہ ہو لیکن امام محمدؒ کے نزدیک مطلقاً دونوں عورتوں سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی یہی قول صحیح اور اقرب الی الاحتیاط ہے۔ اگر دونوں عورتوں کا دودھ برابر ہے تو بالاتفاق دونوں سے حرمت ثابت ہوگی۔ ۳

## دودھ کو جامدات میں ملا کر پلائے

اوپر تو پہنے والی چیزوں کے ساتھ ملنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اب مسئلہ یہ ہے

۱۔ ویثبت به... وان قل ان علم وصوله لجوفه من فمه او انفه لا غیر (درمختار) لا غیر یا تی محترزه فی قول المصنف والاحتقان والاطار فی اذن وجائفة وآمة (شلمی صفحہ ۴۰۱ جلد ۴ زکریا) ۲۔ ومخلوط بملہ او دولہ او لبن اخری او لبن شاة اذا غلب لبن المرأة وكذا اذا استويا لجمعاً لعدم الاولوية (درمختار) تعتبر الغلبة بالاجزاء فی الجنس وفي غیره بتغیر طعم او لون او ریح كما روی عن ابی یوسف (شلمی صفحہ ۴۱۱ جلد ۴) ۳۔ وعلق محمد الحرمة بالمرأتین مطلقاً قیل وهو الاصح (درمختار) ولو استويا تعلق بهما (شلمی صفحہ ۴۱۲ جلد ۴)

کہ اگر دودھ جمی ہوئی چیز۔ مثلاً روٹی، ستو، بسکٹ وغیرہ میں ملایا گیا اور روٹی وغیرہ نے دودھ کو جذب کر لیا پھر وہی کھانا بچہ کو کھلایا گیا اور اس میں دودھ کا ذائقہ موجود ہے تو حرمت ثابت ہو جائے گی بشرطیکہ لقمہ لقمہ کر کے کھلایا گیا ہو اور اگر گھونٹ گھونٹ کر کے پلایا گیا ہو تو اس میں ذائقہ کا موجود ہونا شرط نہیں مطلقاً حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی..... اگر ان چیزوں کو دودھ میں ملا کر پکایا گیا تو کسی حال میں حرمت ثابت نہیں ہوگی خواہ دودھ غالب ہو یا مغلوب کیونکہ دودھ کی حقیقت بدل گئی ہے۔

### دودھ کا دہی اور پنیر وغیرہ بنا کر کھلانے کا حکم

اگر کسی عورت نے اپنے دودھ کی چھاچھ یا دہی یا پنیر یا ماوا وغیرہ بنا کر اسے کسی بچے کو کھلا دیا تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ ان چیزوں پر دودھ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ۲

### حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے گواہ شرط ہے

رضاعت (یعنی دودھ پلانے) کے ثبوت کیلئے ضروری ہے کہ دو مرد گواہی دیں کہ فلاں عورت نے فلاں بچہ کو دودھ پلایا ہے اگر دو مرد نہیں ہیں تو کم سے کم ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اس شرط کیساتھ ضروری ہے کہ وہ عادل ہوں اگر صرف ایک عورت یہ اقرار کرتی ہے کہ میں نے فلاں بچہ کو دودھ پلایا ہے اور اس کے علاوہ کوئی گواہ نہیں ہے تو صرف اس عورت کے دعویٰ اور اقرار کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ ۳

۱۔ وقال ان كان غالباً يحرم والخلاف مقيد بالذی لم تمسه النار فاذا طبخ فلا تحريم مطلقاً اتفاقاً (ان حساه حصوا) تثبت الحرمة في قولهم جميعاً (شامی صفحہ ۴۱۲ جلد ۴)  
 ۲۔ قال في البحر ولو جعل اللبن مخيضاً او رائباً او شيرازاً او جبناً او اقطاً او مصلاً فتنأوله الصبي لا تثبت به الحرمة لان اسم الرضاع لا يقع عليه (شامی صفحہ ۴۱۳ جلد ۴)  
 ۳۔ ولا تقبل في الرضاع شهادة النسل منفردات وانما يثبت بشهادة رجلين اور رجل وامرأتين (قدوری صفحہ ۱۷۰)



## احتیاط کا تقاضا

محض ایک عورت کے کہنے سے یا صرف ایک مرد کے کہنے سے یا صرف چار عورتوں کی گواہی سے شرعاً تو حرمت ثابت نہیں ہوگی لیکن اگر شک ہو گیا کہ ہو سکتا ہے کہ عورت نے دودھ پلایا ہو تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس عورت اور اس کے بال بچوں سے رشتہ نکاح قائم نہ کرے اگر بیوی کے متعلق یہی شک ہو جائے کہ رضاعی بہن ہے تو چھوڑ دے۔

کسی عورت نے دو چھوٹی بچیوں کو جو آپس میں سوکن ہیں دودھ پلادیا اگر کسی شخص نے دو شیر خوار بچیوں سے نکاح کیا اس کے بعد کسی اجنبی عورت نے آکر دونوں کو ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے دودھ پلادیا تو دونوں شوہر پر حرام ہو جائیں گی پھر دونوں میں سے ایک سے جس کو پسند کرے اس سے نکاح کر لے یہی حکم تین بچیوں میں بھی ہوگا کہ تین سوکن ہیں تینوں کو کسی نے دودھ پلادیا تو تینوں حرام ہو جائیں گی بشرطیکہ تینوں کو ایک ساتھ پلایا ہو اور اگر یکے بعد دیگرے دودھ پلایا تو پہلی دو حرام تیسری زوجیت میں رہے گی اور اگر پہلے دو کو پلایا پھر تیسری کو پلایا تو بھی یہی حکم ہے کہ تینوں حرام ہو جائیں گی اور اگر پہلے ایک لڑکی کو پلایا بعد میں دو کو تو پھر تینوں حرام ہو جائیں گی۔ پھر ان میں سے ہر ایک بچی کیلئے شوہر پر نصف مہر واجب ہوگا شوہر اس مہر کو دودھ پلانے والی عورت سے وصول کر لے گا جبکہ عورت نے شرارت کی نیت سے پلایا ہو۔ اگر شرارت کی نیت سے نہیں بلکہ دونوں یا تینوں بچیاں بھوک سے بلک رہی تھیں جان جانے کا خطرہ تھا عورت نے جان بچانے کے مقصد سے پلادیا تو حرمت ثابت تو ہو ہی جائے گی مگر شوہر عورت سے مہر وصول نہیں کریگا۔

۱۔ ولو تزوج صغیرین رضعتین فجعلت امرأۃ لجنبتہا فلارضعتہما معا او علی التعلقب حرمتا علیہ ویجوز ان ینزوج احداهما ایتمما شہ فان کن ثلاثا فلارضعتہن جمیعاً حرمن علیہ ولہ ان ینزوج ولحدۃ منہن ابتہن شہ وان ارضعتہن علی التعلقب ولحدۃ بعد واحدۃ حرمت علیہ الاولیان وکلنت الثلثۃ امرأۃ وکذا اذا لارضعت الثلثین معا ثم الثلثۃ حرمتا والثلثۃ امرأتہ ولو لارضعت الاولی ثم الثلثین معا حرمن جمیعاً (علم گیری صفحہ ۳۴۵ جلد ۱) زکریا

بغیر شوہر کی اجازت کے کسی بچہ کو دودھ نہ پلائے

کوئی بھی عورت کسی دوسرے کے بچہ کو بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے دودھ نہ پلائے ہاں اگر اس بچہ کی ماں وہاں نہیں ہے یا اسکی ماں کو دودھ نہیں ہو رہا ہے اور بچہ بھوک سے تڑپ رہا ہے تو بغیر شوہر کی اجازت کے بھی دودھ پلا سکتی ہے۔

تفریق قضاۃ قاضی کے ذریعہ ہو سکتی ہے

جب دو گواہوں نے دودھ پینے کی گواہی دیدی تو اب میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جائیگی مگر یہ تفریق قاضی کے حکم اور فیصلے سے ہو سکتی ہے قاضی نے تفریق کر دی تو عورت کو کچھ نہیں ملے گا بشرطیکہ جماع نہ ہوا ہو اگر جماع کر لیا ہے تو پھر مہر مثل یا مہر متعین جسکی مقدار مہر مثل سے کم ہوگی وہ شوہر پر واجب ہوگا اور نفقہ و سکنتی وغیرہ کچھ نہیں ملے گا۔

خون چڑھانے سے حرمت کا مسئلہ

آج کل ایک جدید مسئلہ پیش آگیا ہے کہ ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے بدن میں پہنچایا جاتا ہے تو کیا اس سے حرمت ثابت ہوگی اسکے متعلق حضرت مولانا مفتی ظفر الدین صاحب مدظلہ مفتی دارالعلوم دیوبند نے تحریر فرمایا ہے کہ اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی اسلئے کہ رضاعت سے حرمت ثابت ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ عورت کا دودھ بچہ دوڑھائی سال کی عمر کے اندر پئے لہذا اگر دوڑھائی سال کی عمر کے بعد یہ خون ایک جسم سے دوسرے جسم کی طرف منتقل کیا گیا ہے یا خون عورت کا نہیں مرد کا ہے تو بظاہر اس شرط مذکور کی بنیاد پر حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ البتہ صرف ایک صورت زیر بحث رہ جاتی ہے وہ یہ کہ عورت کا خون دوڑھائی سال یا اس سے کم عمر بچہ کے جسم

۱. وبكره للمرأة ان ترضع صبيا بلا اذن زوجها الا اذا خلفت ملاك (شملی صفحہ ۴۰۲ جلد ۴)  
 ۲. وهي شهادة عدلين او عدل و عدلتين لكن تغف الغرة الا بتفريق القاضی (درمختار علی هامش شامی صفحہ ۴۲۰ جلد ۴ زکونا)

میں منتقل کیا جائے تو اس میں حرمت اسلئے ثابت نہیں ہوگی کہ اولاً رضاعت کی حرمت کتاب و سنت میں صراحۃً موجود ہے پھر یہ بھی دیکھا جائے کہ ظاہری طور پر دودھ پلانے میں حال یہ ہوتا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت بچہ کو گود میں اٹھاتی ہے پیار کرتی ہے چھاتی سے چمٹاتی ہے اور اپنی محبت اس پر نچھاور کرتی ہے اور بچہ بھی اسکا اثر قبول کرتا ہے مگر خون منتقل کرنے میں ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی ہے۔

### حرمت موقتہ کے کئی اسباب ہیں

کل محرمات نو قسم کی ہیں ان نو کو اولاً دو قسم پر تقسیم کیا گیا ہے۔ مؤبدہ (ہمیشہ کے لئے حرام ہو) اسکے تین اسباب ہیں۔ نسبیہ، صہریہ، رضاعیہ۔ انکا بیان ہو چکا۔ اب دوسری قسم۔ موقتہ ہے (مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام نہ ہو بلکہ کسی عارض کی وجہ سے حرام ہوئی عارض ختم ہونے کے بعد حلال ہو جاتی ہے) اسکے چھ اسباب ہیں (۱) مالک ہونا (۲) مملوک ہونا (۳) تعلق مع الغیر یعنی کسی کی منکوحہ ہونا (۴) اختلاف مذہب (۵) مطلقۃً ثلاثہ (۶) جمع کرنا۔ قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

### (۱) مالک ہونا

یعنی عورت کسی غلام کی مالکہ ہے تو وہ اپنے مملوک غلام کے لئے حرام ہے اسی طرح اس غلام سے بھی نکاح جائز نہیں جو اس عورت اور دوسرے کے درمیان مشترک ہے۔ اگر مایا بیوی میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے کل یا جز کا مالک ہو جائے تو نکاح باطل ہو جائیگا۔

۱۔ پیش لفظ فتاویٰ دارالعلوم ص ۳۲ جلد ۸)۔

۲۔ لايجوز للمرأة ان تتزوج عبدا ولا العبد المشترك بينها وبين غيرها وانما اعترض ملك اليمين على النكاح بباطل للنكاح بان ملك احد الزوجين صلحبه او شقصلمنه كذا في البدائع۔ (علم گیری صفحہ ۲۸۲ جلد ۱ زکریا)۔

## (۲) مملوکہ ہونا

حرمت غیر مؤبدہ کا دوسرا سبب مملوکہ ہونا ہے۔ یعنی پہلے سے جب آزاد عورت نکاح میں موجود ہو تو باندی سے نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح آزاد اور باندی سے ایک ساتھ بھی نکاح حرام ہے۔ مدبرہ اور ام ولد کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کسی نے ایک عقد میں آزاد اور باندی دونوں سے نکاح کیا تو آزاد کا نکاح صحیح ہوگا۔ باندی کا نکاح باطل ہو جائیگا (مگر شرط یہ ہے کہ آزاد عورت محرمات میں سے نہ ہو یا کسی وجہ سے اس سے نکاح حرام نہ ہو) اگر کسی نے پہلے باندی سے نکاح کیا پھر آزاد عورت سے تو دونوں کا نکاح درست ہو جائیگا۔

## (۳) تعلق مع الغیر یعنی کسی کی منکوحہ و معتدہ ہو

یعنی ان عورتوں کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے جنکے ساتھ کسی دوسرے مرد کا حق متعلق ہو مثلاً وہ عورت کسی کے نکاح میں ہو تو اس سے نکاح کرنا حرام ہے (لقولہ تعالیٰ والمحصنات من النساء) یعنی وہ عورتیں حرام کی گئی ہیں تم پر جو شادی شدہ ہوں۔

اسی طرح اس عورت سے بھی نکاح حرام ہے جو کسی کی عدت میں ہو اب وہ عدت خواہ طلاق کی ہو یا موت کی یا ایسے نکاح فاسد اور شبہ نکاح کی جس میں جماع کر لیا گیا ہو۔ ۳

۱ لا يجوز نكاح الامة على الحرية ولا معها كذا في محيط السرخس وكذا المدبرة وام الولد... ولو جمع بين الامة والحرية في عقدة واحدة صح نكاح الحرية وبطل نكاح الامة وهذا اذا كان يصح نكاح الحرية وحدها فان لم يصح فضاها لى الامة لا يوجب بطلان نكاح الامة كذا في الخلاصة ولونكح الامة ثم الحرية صح نكاحهما (عالم گیری صفحہ ۲۷۹ جلد ۱ زکریا).

۲ سورة النسل آیت ۲۱

۳ لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة... سورة كانت العدة عن طلاق او وفلة او دخول في نكاح فاسد او شبهة نكاح (عالم گیری صفحہ ۲۸۰ جلد ۱ زکریا).

مسئلہ: اگر کسی نے عدت میں ہی نکاح کر کے جماع بھی کر لیا اور اسکے نتیجے میں بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا نسب عدت میں شادی کرنے والے سے ثابت ہوگا۔

### اگر غیر کی منکوحہ سے نکاح کر لیا

اگر کسی شخص نے انجانے میں کسی دوسرے کی بیوی سے نکاح کر لیا اور پھر اسکے ساتھ جماع بھی کر چکا تو وہ دونوں کے درمیان جدائی کے بعد عورت پر عدت واجب ہوگی اور اگر بچہ پیدا ہو جائے تو نسب بھی ثابت ہوگا۔ اگر وہ شخص جانتا تھا کہ یہ دوسرے کی بیوی ہے اور پھر اس سے شادی کر لیا تو جدائی کے بعد اس عورت پر عدت واجب نہیں ہوگی اور اسکے خاوند کے لئے اس سے جماع کرنا جائز ہوگا۔

### (۴) اختلاف مذہب۔ یعنی غیر مسلم سے نکاح

نکاح کیلئے زوجین کا ہم مذہب ہونا شرط ہے لہذا کافرہ اور مشرکہ عورتوں سے نکاح حرام ہے اسی طرح بت پرست، آتش پرست وغیرہ عورت و مرد سے رشتہ نکاح قائم کرنا ناجائز ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ كُونَ مِمَّن دَخِلُوا فِي الْإِيمَانِ لَا يَبْرَأَ الْمُشْرِكُونَ حَتَّىٰ يُوْمِنُوا  
بِأَنَّ الْإِيمَانَ لَا يَبْرَأُ الْمُشْرِكُونَ حَتَّىٰ يُوْمِنُوا  
مشرک مردوں سے کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔

(فائدہ) کافر و مشرک مردوں اور عورتوں سے نکاح اس لئے ناجائز ہے کہ ازدواجی رشتہ آپسی محبت و مودت کا تقاضی ہے زوجین ایک دوسرے کو اپنی طبیعت و فطرت کی طرف کھینچتے ہیں اس کے بغیر اصل مقصد پورا نہیں ہوتا اور مشرکین کیساتھ اس

۱۔ ولونزوج بمنکوحۃ الغیر وهو لا یعلم انها منکوحۃ للغیر فوطئها نجس العدة وان کان یعلم انها منکوحۃ الغیر لانجب حنی یحرم علی الزوج وطؤها (علم گری صفحہ ۲۸۰ جلد ۱)

قسم کے تعلقات قریبہ اور محبت و مودت کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ ان میں بھی کفر و شرک کی طرف میلان پیدا ہو یا کم از کم کفر و شرک سے نفرت ان کے دلوں سے نکل جائے اور اس کا انجام یہ ہوگا کہ یہ بھی کفر و شرک میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس کا نتیجہ جہنم ہے۔ اسی کو اللہ رب العزت نے یوں بیان کیا ہے۔

أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ      کہ یہ لوگ جہنم کی طرف دعوت دیتے  
وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ      ہیں اور اللہ اپنے حکم سے انسان کو جنت  
وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۚ      و مغفرت کی دعوت دیتا ہے۔

### ۴۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے نکاح

مسلمان مرد کا نکاح کتابیہ یعنی یہودی اور عیسائی کی عورتوں سے جو دار الحرب میں رہتی ہیں یا دارالاسلام میں خراج و ٹیکس دیکر رہتی ہیں جائز ہے اس کے برخلاف مسلمان عورتوں کا کتابی مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ عورت فطرۃً ضعیف ہے شوہر کے عقائد و نظریات سے متاثر ہو کر اس کے اپنے دین کو بدل دینے کا خطرہ ہے اس کے برخلاف مرد پر عورت کے خیالات کا اثر پڑنا مستبعد ہے اسی کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّبِيعَاتُ الْخ      کہ آج تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال  
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ      کر دی گئی ہیں اور پارسا عورتیں جو مسلمان  
وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا      ہوں اور پاکدامن عورتیں ان لوگوں میں  
الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكُمْ ۚ      سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔  
(یعنی ان سے نکاح کر سکتے ہو)۔

(فائدہ) کتابیہ عورتوں سے نکاح کے جواز کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ایسی

کتابیہ سے جو اپنے دین عیسائیت و یہودیت میں خالص ہو نکاح کر لیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور اولاد ثابت المنسب ہوگی لیکن روایات حدیث اس پر شاہد ہیں کہ یہ نکاح بھی پسندیدہ نہیں ہے آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان کو اپنے نکاح کیلئے دیندار صالح عورت تلاش کرنا چاہئے چنانچہ کعب بن مالکؓ نے ایک کتابیہ سے نکاح کرنا چاہا تو حضور ﷺ نے یہ کہہ کر منع فرمادیا تھا کہ (انہا لاتحصنک) یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کو جب خبر پہنچی کہ عراق و شام کے مسلمانوں میں ایسے ازدواج کی کثرت ہونے لگی ہے تو بذریعہ فرمان ان کو اس سے روک دیا اور اس پر توجہ دلائی کہ یہ ازدواجی تعلق دیانۃً بھی مسلم گھرانوں کے لئے خرابی کا سبب ہے اور سیارۃً بھی آج کے غیر مسلم اہل کتاب کے سیاسی مکر و فریب اور سیاسی شادیوں کے مقاصد مسلم گھرانوں میں داخل ہو کر ان کو اپنی طرف مائل کرنا ان کے راز حاصل کرنا وغیرہ عیاں ہے۔ فاروق اعظمؓ کی دور بین نگاہیں ان واقعات کو دیکھ رہی تھیں۔ خصوصاً اس زمانہ کے یورپ کے اکثر عیسائی یا یہودی مردم شماری کے رجسٹروں میں اپنی قومیت عیسائی یا یہودی لکھتے ہیں مگر ان کو دین عیسائیت و یہودیت سے کوئی تعلق نہیں وہ بالکل ملحد اور بے دین ہیں نہ عیسائی کو مانتے ہیں اور نہ انجیل کو نہ موسیٰؑ پر ایمان رکھتے ہیں نہ تورات پر نہ خدا پر نہ آخرت پر۔ ظاہر ہے کہ حلت نکاح کا قرآنی حکم ایسے اہل کتاب کو شامل نہیں ان کی عورتوں سے نکاح قطعاً حرام ہے ایسے لوگ آیت قرآنی والکھنت من الذین اوتوا الکتاب کے استثناء میں داخل نہیں ہیں۔

### ان فرقوں سے نکاح جن کی تکفیر کی گئی ہے

وہ فرقتے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر علماء اہل سنت نے ان کی تکفیر کی ہے ان سے رشۃً نکاح جائز نہیں ہے جیسے مرزائی، قادیانی، چکڑالوی شیعہ غالی روافض

غالی وغیرہ اور وہ فرقتے جن کی تکفیر تو نہیں کی گئی ہے مگر وہ قرآن وحدیث کی رو سے مبتدع اور فاسق ہیں ان سے نکاح کرنا جائز تو ہے مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے فرقتے سے بھی نکاح نہ کیا جائے۔

### (۵) مطلقہ ثلاثہ

یعنی وہ عورت بھی محرمات میں سے ہے جسکو شوہر نے تین طلاقیں دیدیں اور اگر باندی ہے تو دو طلاق کے بعد مغلط ہو جاگئی تو اس عورت سے اسکا شوہر نکاح نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ عورت عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کر نیکی بعد اس سے صحبت بھی کرالی اور پھر اسکو شوہر ثانی نے بھی طلاق دیدی تو عدت گزار کر پہلے شوہر کی طرف لوٹ سکتی ہے اسکے بغیر لوٹنے کی کوئی صورت نہیں ہے جیسا کہ قرآن میں بھی اسکو بیان کیا گیا ہے (فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ) یعنی اگر شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی تو وہ اس کے لئے اسوقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ دوسرے سے نکاح اور اس کے بعد مجامعت وغیرہ بھی نہ پائی جائے۔

### (۶) عورتوں کو جمع کرنا

محرمات کی ایک قسم کچھ عورتوں کو جمع کرنا بھی ہے اسکی دو قسمیں ہیں (۱)

۱۔ لا يجوز نكاح المجوسيات ولا الوثنيات وسواء في ذلك الحرائر منهن والامه... ويدخل في عبدة الاولان. عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسنوها والمعطله والزنادقة والباطنية والا بلحية وكل مذهب يكفر به معتقده الخ. ويجوز للمسلم نكاح الكتابية الحربية والزيمة حره كلنت لولمة... والاولى ان لا يفعل (عالم گیری صفحہ ۲۸۱ جلد ۱ زکریا)

۲۔ سورة البقرہ آیت ۲۳۰

۳۔ لا يحل للرجل ان تتزوج حرة طلقها ثلاثا قبل اصابه الزوج الفلانی ولا لامة طلقها لثنتين الخ حتى تتزوج غيره ويطلعا ويطلقها وتنقضى عنها (عالم گیری صفحہ ۲۸۲ جلد ۱)



ذوات الارحام کو جمع کرنا (۲) لہجہ عورتوں کو جمع کرنا۔

## ذوات الارحام کو جمع کرنا

ایسی دو عورتوں کو نکاح اور ملکیت میں جمع کر کے ان سے وطی کرنا حرام ہے جو آپس میں ذی رحم اور نسبی رشتہ دار ہوں جیسے دو بہنوں کو جمع کرنا خواہ حقیقی بہنیں ہوں یا رضاعی اسکے متعلق قرآن میں صراحۃً ممانعت وارد ہوئی ہے (وان تجمعوا بین الاختین) یعنی یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ تم اپنے نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔۔۔ (بہنوں ہی کے حکم میں تمام ذی رحم ہیں) اسکے لئے فقہاء نے ایک ضابطہ بتلایا ہے کہ ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو انکا آپس میں نکاح کرنا حرام ہو جائے۔ جیسے دو بہن ہیں ایک بہن کو مرد فرض کر لیا تو ایک بھائی اور ایک بہن ہو گئے جنکا آپس میں نکاح جائز نہیں اسی طرح ایک بھتیجی اور دوسری پھوپھی ہے ان میں سے ایک مثلاً پھوپھی کو مرد فرض کر لیا جائے تو وہ بھتیجی کا چچا ہو جائیگی جن دونوں کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔ اسی طرح کسی لڑکی کے ساتھ اسکی حقیقی خالہ یا رضاعی خالہ یا اس قسم کی اور رشتہ دار عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں جس میں ایک کو مرد فرض کر لینے سے نکاح جائز نہ ہو۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یجمع بین المرأة وعمتها ولا یجمع بین المرأة وخالتها۔

حضرت ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت اور اسکی پھوپھی یا اسکی خالہ کو ایک نکاح میں جمع نہ کرو۔

اسی طرح ہدایہ میں ہے:

ولا یجمع بین امرأتین لو كانت  
احداهما رجلا لم یجز له ان  
یتزوج بالاخری ۱  
ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہ کیا  
جائے کہ اگر ان دو عورتوں میں سے ایک  
کو مرد فرض کر لیا جائے تو انکا آپس میں  
نکاح جائز نہ ہو۔

ایک بہن کی عدت میں بھی دوسری بہن سے نکاح جائز نہیں  
اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی یا طلاق بائن یا طلاق مغلظ دیدی یا  
نکاح فاسد ہوئیگی وجہ سے نکاح فسخ ہو گیا مگر اس سے جماع کر لیا یا شبہ میں مبتلا ہو کر کسی  
عورت سے وطی کر لیا عرض ان میں سے کسی بھی صورت کے پیدا ہونے کی شکل میں اگر  
وہ عورت عدت گزار رہی ہو تو اس کی عدت میں اس کی بہن سے یا ان کی ذوات  
الارحام میں سے کسی سے نکاح کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح بیک وقت دونوں کا  
نکاح میں رہنا حرام ہے ۲

اگر دو بہنوں سے نکاح کر لیا تو کیا کیا جائے

اگر کسی شخص نے ایک ہی عقد میں دو بہنوں سے نکاح کر لیا تو دونوں سے نکاح  
باطل ہوگا اور ان دونوں کو ان کے شوہر سے جدا کر دیا جائے گا اگر یہ جدائی دخول سے قبل  
ہوئی ہے تو مہر کے طور پر ان دونوں کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اور اگر دخول کے بعد جدائی  
ہوئی ہے تو مہر مثل یا مہر متعینہ میں سے جسکی مقدار کم ہو وہ دونوں میں سے ہر ایک کو ملے  
گا اور عدت بھی واجب ہوگی ۳

۱ ہدایۃ صفحہ ۳۰۹ جلد ۲ ۲ وحرم للجمع بین المحلوم نکلعا ای عقداً صحیحاً وعدۃ  
ولو من طلاق بائن (درمختلر علی ملش شلمی صفحہ ۱۱۰ تا ۱۱۶ جلد ۴ زکریا)  
۳ وان تزوجہما معاً ای الاختین الخ فیرق القاضی بینہ و بینہما..... اذا الحکم فی تزوجہما معاً  
البطلان وعدم وجوب المهر الا بالوط (درمختلر) لما فی مسألۃ تزوجہما معاً فی عقد واحد  
فالبطلان نکاح کل منهما یقیناً فلذا کلن للتفریق قبل الدخول فلا مهر لہما ولا عدۃ علیہما وان  
دخل بہما وجب لكل لأقل من المسمی ومن مهر المثل کما هو حکم النکاح الفاسد وعلیہما  
العدۃ (شامی صفحہ ۱۲۰ جلد ۴)

اور اگر دو بہنوں سے دو عقد میں یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو جو نکاح بعد میں ہوگا وہ فاسد ہوگا اور شوہر کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ اس سے خود علیحدگی اختیار کر لے ورنہ قاضی کو معلوم ہونے کے بعد قاضی جبراً علیحدہ کر دے پھر یہ علیحدگی جماع سے قبل ہوئی ہے تو علیحدگی کے احکام (مہر عدت وغیرہ میں سے) کوئی حکم نافذ نہیں ہوگا اور اگر دخول کے بعد علیحدگی ہوئی ہے تو مہر مثل یا مہر متعینہ میں سے جس کی مقدار کم ہے وہ ملے گا اور اس پر عدت بھی واجب ہوگی اور بچہ پیدا ہو جائے تو اس (مرد) سے نسب بھی ثابت ہوگا اور اس شخص کو اپنی بیوی یعنی پہلی منکوحہ سے اس وقت تک علیحدہ رہنا ہوگا جب تک کہ اس کی بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے۔

### اجنبیہ عورتوں کو جمع کرنے کا طریقہ

اجنبیہ کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت میں ایک آزاد مرد کیلئے بیک وقت چار سے زائد اور غلام کے لئے دو سے زیادہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ ہاں بیک وقت آزاد مرد چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے قرآن نے اس کی اجازت دی ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ      اور حلال عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی  
مَشَىٰ وَفَلَکَ وَرُبْعٌ ۚ      لگے نکاح کر لو دو دو، تین تین، چار چار  
عورتوں سے بیک وقت۔

### توأم یعنی دو جڑی ہوئی عورت سے نکاح

ایسی عورت جو پیدائشی طور پر جڑی ہوئی ہو اس کو کسی ایک ہی شخص کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں تو سمجھئے کہ ایسی عورت کی اولاً تین صورتیں ہیں (۱) اول یہ کہ

۱. وَاِنْ تَزَوْجَهُمَا فِیْ عَقْدَتَيْنِ فَمِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَسَدٌ وَیَجِبُ عَلَیْہِ اَنْ یَّفْلِقَہَا وَلَوْ عَلِمَ الْقَضٰی بِذٰلِكَ یَفْرِقُ بَیْنَهُمَا فَاِنْ فَلَقَہَا قَبْلَ الدِّخْوَلِ لَا یُثْبِتُ شَیْءٌ مِّنَ الْاَحْکَمِ وَاِنْ فَلَقَہَا بَعْدَ الدِّخْوَلِ فَلَهَا الْمَهْرُ وَیَجِبُ لِقَاطِلٍ مِّنَ الْعَمْسِ وَمِنْ مَّہْرِ الْمَثَلِ وَعَلِیْہَا الْعِدَّةُ وَیُثْبِتُ النِّسْبَ وَیَعْتَزَّلُ عَنْ اَمْرَاتِہِ حَتّٰی تَنْقَضِ عِدَّةُ اَخْتِیَہَا (عالمگیری صفحہ ۲۷۷ تا ۲۷۸ جلد ۱ زکریا)

۲. سورۃ النساء پلرہ ۴ آیت ۳ رکوع ۱۲

اس کے تمام اعضاء جوڑے جوڑے نہ ہوں بلکہ بعض اعضاء جوڑے ہوں مگر جسم کا اہم حصہ ایک ہو مثلاً کمر سے سر تک پورا دھڑ اور پیشاب پانچخانہ وغیرہ کا راستہ ایک اور باقی ہاتھ پیر چار چار ہوں تو خلقۃ یہ ایک ہے ایسی عورت کا نکاح کسی ایک ہی شخص سے کرنے میں کوئی اشکال نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا بدن دو اور تمام اعضاء جوڑے جوڑے ہوں صرف کسی ایک جانب اس قدر جڑا ہوا ہے کہ جان اور صحت کو بغیر خطرہ میں ڈالے ہوئے آپریشن وغیرہ کے ذریعہ علیحدہ کرنا ممکن ہو تو پھر کسی ایک ہی شخص کے نکاح میں اس کو دینا جمع بین الاختین کی صورت ہے جو نص قرآنی سے حرام ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ جسم خلقی طور سے اس قدر جڑے ہوئے ہیں کہ آپریشن وغیرہ کے ذریعہ بھی جدا کرنا ممکن نہ ہو بڑے بڑے ماہر سرجن اور ڈاکٹر اس سے عاجز ہوں تو پھر ایسی عورت کے نکاح کے سلسلے میں علماء کی مختلف آراء ہیں حضرت تھانوی نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے!

جبکہ جناب مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی کا خیال یہ ہے کہ عورت بغیر نکاح کے اپنی عصمت کی حفاظت نہیں کر سکتی گناہ میں پڑ جانے کا قوی اندیشہ ہے تو پھر استثناء واستحساناً نکاح جائز ہونا چاہئے۔<sup>۱</sup>

راقم الحروف کو انہیں کی رائے پسند ہے۔ کیونکہ اس ترقی یافتہ سائنسی اور فن طب کی وسعت کے دور میں جان اور صحت کو بغیر خطرہ میں ڈالے علیحدہ کرنے سے جب ایسے ماہر فن تجربہ کار ڈاکٹر اور سرجن عاجز ہوں تو بظاہر یہ تو اُم خلقۃ ایک ہے۔ اس لئے ایسی عورت کا نکاح کسی ایک ہی شخص سے کر دینے میں انشاء اللہ کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

## حاملہ سے نکاح کرنا

عورت کا حمل اگر شوہر سے ہے اور شوہر نے اس کو طلاق دیدیا اس عورت کو چھوڑ کر وفات پا گیا تو ایسی حاملہ عورت سے نکاح اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے۔ کیونکہ حاملہ کی عدت حمل سے فراغت ہے اور درمیان عدت نکاح درست نہیں۔

اور اگر حمل زنا کی وجہ سے ہے تو پھر ایسی عورت سے نکاح درست ہے مگر وضع حمل تک ہمبستری ناجائز ہے۔ البتہ اگر نکاح کرنے والا خود زانی ہے تو اس کے لئے فوراً طے کرنا بھی جائز ہے۔

بعض حلال عورتیں جن سے نکاح کرنے میں غلط شبہ پایا جاتا ہے مذکورہ محرمات کے علاوہ تمام عورتیں نکاح کے لئے حلال ہیں کیونکہ قرآن نے محرمات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے (وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ) کہ ان کے علاوہ تمام عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں مگر بعض عورتیں ایسی ہیں کہ شرعاً ان سے نکاح جائز ہے مگر جہالت یا ساج میں کثرت سے ان عورتوں کیساتھ رشتہ نکاح نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ وہ بھی محرمات میں سے ہیں ہم یہاں چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) چچا خواہ حقیقی ہو یا علاقائی یا اخائی ان کی بیویاں محرمات میں سے نہیں ہیں چچا کے طلاق دینے یا ان کی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے عدت کے بعد نکاح درست ہے۔ (۲) اسی طرح ماموں کی طلاق یا اس کی وفات کے بعد اس کی بیویوں سے عدت گزر جانے پر نکاح درست ہے۔ (۳) بھائی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ان کی بیوی

۱۔ صحیح نکاح حبلی من زنی لاحبلی من غیرہ — وان حرم وطؤها ودواعیہ حتی تضع ...  
لونکحہا الزانی حل له وطؤها اتفاقاً (درمختلر) قوله حبلی من غیر الخ شمل الاحبلی من نکاح  
صحیح او فاسد لو وطه شبہة (شمس ص ۱۴۱ جلد ۴)

۲۔ سورة النمل آیت ۲۴ پلرہ ۵ رکوع ۱

(یعنی بھابی اور بھابھ) سے بھائی کے طلاق دینے یا بھائی کی وفات کے بعد نکاح درست ہے۔ (۴) بھتیجہ اور بھانجہ کی مطلقہ و متوفی عنہا زوجہا سے بھی عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ (۵) بھابی اور بھابھ کی اس لڑکی سے جو ان کے بھائی کے علاوہ پہلے خاوند سے ہے نکاح صحیح ہے۔ (۶) چچا زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی بہن کی لڑکیوں سے بھی رشتہ نکاح جائز ہے۔ (۷) سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی حقیقی بہن اور اس کی اس لڑکی سے جو پہلے شوہر سے ہے نکاح جائز ہے نیز سوتیلی ماں کے لڑکے (جو پہلے شوہر سے ہے) کی لڑکی سے نکاح جائز ہے (۸) سوتیلے باپ کی لڑکی (جو اس کی ماں کے بطن سے نہیں) سے نکاح جائز ہے (۹) بیٹے کی بیوی کی ماں اور بیٹی کے شوہر کی ماں (یعنی سمدھن) سے نکاح جائز ہے (۱۰) بیوی کی سوتیلی ماں اور اس کی اس لڑکی سے جو پہلے شوہر سے ہے اپنا یا اپنے اس لڑکے کا جو پہلی بیوی سے ہے نکاح کر سکتا ہے۔ (۱۱) عورت اور اس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔ (۱۲) بیوی کی حقیقی بہن یا اس کی بھتیجی اور بھانجی سے بیوی کو طلاق دینے یا اس کی وفات کے بعد نکاح درست ہے۔ (۱۳) ایک بہن کی موجودگی میں دوسری بہن سے نکاح حرام ہے پہلی کی اولاد ثابت النسب اور دوسری کی اولاد ثابت النسب نہیں ہے مگر ان دونوں کی اولاد کا آپس میں نکاح جائز ہوگا کیونکہ یہ دونوں بھائی بہن نہیں ہیں مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور اگر دونوں بہنوں سے ایک ہی ساتھ نکاح کیا تو پھر دونوں کی اولاد ثابت النسب ہے ان اولاد کا آپس میں رشتہ نکاح جائز نہیں ہوگا۔ (۱۴) بیوی کو وطی سے قبل طلاق دیدیا تو اس کی اس بیٹی سے نکاح جائز ہے جو پہلے شوہر سے ہے اگر طلاق سے قبل بیوی سے وطی کر لیا تو پھر اس کی بیٹی سے نکاح درست نہیں۔ (۱۵) بیوی کے پہلے شوہر کی لڑکی (جو اس کے بطن سے نہیں ہے) سے علی الاطلاق نکاح جائز ہے خواہ اس بیوی سے وطی کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ (۱۶) بیوی کی حقیقی ماں سے نکاح مطلقاً جائز نہیں خواہ بیوی سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو (۱۷) اسی طرح باپ کی منکوحہ سے مطلقاً نکاح درست

نہیں خواہ باپ نے اس عورت سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو (۱۸) بہنوئی کی بیٹی (جو اس کی بہن کے گٹن سے نہیں ہے) سے نکاح جائز ہے (۱۹) مخطوبہ (یعنی جس سے صرف منگنی ہوئی ہے) کی ماں بیٹی وغیرہ سے نکاح جائز ہے (۲۰) زانی سے زانیہ کا نکاح درست ہے (۲۱) زانی کی اولاد (جو اس کی منکوحہ سے ہے) کا نکاح مزنیہ کی اولاد (جو اس زانی کے نظفہ سے نہیں ہے) سے جائز ہے۔

### ہرمذہب میں چند بیویاں رکھنے کی عام اجازت

ایک مرد کیلئے چند بیویاں مذہب اسلام ہی میں نہیں بلکہ تقریباً تمام ادیان و ملل میں روا ہے حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس دستور پر عمل پیرا ہیں چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کی دو بیویاں تھیں اور حضرت اسماعیلؑ و حضرت موسیٰؑ کی بھی کئی بیویاں منقول ہیں حضرت سلیمانؑ کی بیسویں بیویاں تھیں حضرت داؤدؑ کو سوا زواج بیک وقت موجود تھیں ان کے علاوہ توریت انجیل اور دیگر صحف انبیاء میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متعدد ازواج کا تذکرہ ملتا ہے کہیں بھی تعدد ازواج کی ممانعت کا ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں یہی وجہ ہے کہ عرب، ہندوستان، ایران، مصر، بابل وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرت ازواج کی رسم جاری تھی۔ اسی طرح پادری نکسن اور جان ملٹن وغیرہ نے پر زور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے۔

اور دیک تعلیم میں غیر محدود دس دس، تیرہ تیرہ اور ستائیس تک بیویوں کی اجازت دی ہے چنانچہ کرشن جو ہندوؤں میں واجب تنظیم، اوتار مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیویاں تھیں لہذا جہ مذہب اور قانون عفت و عصمت کو باقی اور اپنے آپ کو زنا وغیرہ جیسے مہلک اور گھناؤنے معاشرے سے پاک رکھنا چاہے گا تو اس کے لئے تعدد ازواج کی اجازت دینے بغیر کوئی چارہ نہیں کیونکہ جس قوم اور جس ملک میں تعدد

ازدواج پر پابندی ہے وہاں کا مشاہدہ ہے کہ کھلے طور سے بے محابہ زنا کا صدور کثرت سے وہیں ہو رہا ہے اس کے علاوہ بہت سارے نقصانات کا سامنا کر کے انہیں شرمندہ ہونا پڑ رہا ہے جبکہ چند بیویوں کی اجازت دینے میں ان تمام فتنہ و فساد کے انسداد کیساتھ بہت سارے فوائد اور مصلحتیں ہیں۔

### تعدد ازدواج کی حکمتیں و فوائد

یہ بات ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اللہ رب العزت کے تمام احکام و قوانین کی حکمتوں اور مصلحتوں کا پتہ لگا لینا عقل انسانی کی دسترس سے باہر ہے اسی وجہ سے انسان کو حکمتیں اور مصلحتیں معلوم کئے بغیر احکامات پر عمل کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے یہی ایمان اور بندگی تام کا تقاضا ہے لیکن سلف اور خلف سے احکام کے مصالح بیان کرنے کا کم و بیش معمول چلا آرہا ہے اس لئے چند مصلحتیں اور فوائد کے بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر کوئی ضروری نہیں ہے کہ جو حکمتیں بیان کی جائیں وہی اس حکم کے مشروع ہونے کے اسباب ہوں۔ (وہ چند فوائد یہ ہیں)

### پہلا فائدہ اور حکمت

تحصین فرج اور حفاظت نظر تعدد ازدواج کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔ اس لئے کہ قدرت نے بعض آدمی کو ایسا قوی، تندرست ہونے کے ساتھ مالی اعتبار سے اتنا خوشحال اور فارغ البال بنایا ہے کہ ان کے لئے ایک بیوی کافی نہیں ہو سکتی ہے کبھی اتفاقی طور سے کسی شادی شدہ مرد کو کسی غیر منکوحہ عورت سے بہت زیادہ تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور عورت کی طرف سے بھی مثبت رد عمل ظاہر ہوتا ہے اب اگر اس خواہش کی تکمیل کیلئے نکاح ثانی کی اجازت نہ دی جائے تو زنا جیسے شرمناک جرم میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے یہ اس شخص کے حق میں ظلم ہوگا جو طاقت و قدرت کیساتھ مالی اعتبار سے بھی چند بیویوں کے حقوق ادا کر سکتا ہو۔ اور ان کی ہر خواہش کو پوری کر سکتا ہو بلکہ ایسے قوی اور



توانا اور لاکھوں اور کروڑوں روپے کی مالیت کے مالک شخص کا اپنے یا غیر خاندان کی چار غریب عورتوں سے جو تنگدستی اور فقر و افلاس اور محتاجی کی زندگی بسر کر رہی ہیں نکاح کر کے ان کو خوشحالی میں تبدیل کرنا حقیقت میں مرجھائی ہوئی زندگی کو دوبالا کرنا ہے کیونکہ جب اتنے مزدور پرورش پاتے ہوں تو یہ بیچاری بھی ان کی زوجیت میں آ کر اپنے دامنِ عفت کو محفوظ کر کے ہمیشہ ہمیش کی عزت کی زندگی بسر کرے تو یقیناً یہ نکاح عبادت اور اعلیٰ ترین ہمدردی کا ثبوت ہوگا۔

### دوسرا فائدہ اور حکمت

اسی طرح عورت کی عمر ہر وقت اس قابل نہیں رہتی کہ خاوند سے ہم بستر ہو سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہر ماہ کم سے کم تین روز اور زیادہ سے زیادہ دس روز حیض کے ایام میں لازمی طور سے شوہر کو پرہیز کرنا پڑتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ایامِ حمل میں بھی جماع سے پرہیز عین حکمت ہے تاکہ جنین (پیٹ کے اندر کا بچہ) کی صحت پر کوئی اثر نہ پڑے۔ چوتھے یہ کہ بعض عورت امراضِ جسمانی اور توالد و تاسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ اس سے جماع کیا جائے اور اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو ایسی صورت حال میں مرد کے زنا سے محفوظ رہنے کی عقلاً اس سے بہتر کیا صورت ہوگی کہ اس کو نکاح ثانی کی اجازت دیدی جائے ورنہ مرد خواہشات کی تکمیل کیلئے ناجائز ذرائع استعمال کرنے پر مجبور ہوگا۔

### تیسرا فائدہ اور حکمت

مشاہدہ اور مردم شماری کے نقوش سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کی بے سبب عورتوں کی تعداد زیادہ ہے اور قیامت کے قریب عورتوں کی کثرت بلکہ اکثریت کی حدیث میں پیش گوئی جلد ہی صادق ہوتی نظر آرہی ہے کہ مرد کم اور عورتیں زیادہ پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے بھی جاتے ہیں ہزاروں مرد گاڑیوں میں

ایکسٹینٹ کا شکار ہو کر ختم ہو رہے ہیں تو عورتیں پیدا زیادہ ہو رہی ہیں اور مرقی کم ہیں تو ان کی تعداد مرد کے مقابلے میں کیوں نہ زیادہ ہو خصوصاً یورپ میں تو عورتوں کی تعداد مرد سے کئی گنا زیادہ ہے چنانچہ برطانیہ کلاں میں بوڑوں کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ انتہر ہزار تین سو پچاس ۱۲۶۹۳۵۰ عورتیں ایسی تھیں کہ ایک بیوی والے قاعدے کے تحت کوئی مرد ان کے یہاں نہیں تھا کہ جس سے ان عورتوں کا نکاح ہو سکے اسی طرح فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں عورتوں کی تعداد مرد کے مقابلے میں چار لاکھ تیس ہزار سات سو نو ۴۳۳۷۰۹ زیادہ تھی۔ جرمنی میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں ہر ہزار مرد کیلئے ایک ہزار بیس ۱۰۳۲ عورتیں موجود تھیں گویا کل آبادی میں آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اڑتالیس ۶۲۸۷۸۸ عورتیں ایسی تھیں جن سے شادی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ سویڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو ستر ۱۱۲۲۸۷۰ اور ہسپانیہ میں ۱۸۹۰ء کی مردم شماری میں چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے ۶۴۴۷۹۶ عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں یہ ان ممالک کی بات ہے جہاں بہت پہلے سے ہم دو ہمارے دو کا نعرہ ہے۔ اور آج بھی کسی کو شک ہے تو عورتوں کی تعداد کو سرکاری کاغذات مردم شماری ہندو بیرون ہند میں ملاحظہ کر لے کہ عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں لاکھوں زیادہ ہے کہ نہیں اب ہم سوال کرتے ہیں کہ کم از کم چالیس پچاس لاکھ عورتوں کیلئے کونسا قانون تجویز کیا جائے یورپ میں تو ایک بیوی کے قانون کی رو سے خاوند نہیں مل سکتا تو اب ان لاکھوں عورتوں کو یوں کہنا چاہئے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلیں اور ان کے دلوں میں مردوں کی کبھی خواہش ہی پیدا نہ ہو مگر یہ امر ناممکن ہے اب اگر متعدد شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ زائد عورتیں معطل ہو کر رہ جائیں گی اسلام میں مرد کو متعدد شادیوں کی اجازت دینا بے کس عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے۔ عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے کہ تم کو خداوند قدس نے تکلیف سے بچایا اور ٹھکانا دیکر راحت پہنچائی۔

## چوتھا فائدہ اور حکمت

بیوہ، مطلقہ اور بد صورت ناچار اور اسی طرح کی وہ عورتیں جن کا عقد موجودہ زمانہ میں ایک مشکل مسئلہ بن گیا ہے ان عورتوں کو کوئی کنوارا لڑکا اٹھانا نہیں چاہتا تو ان کی شادی ایسے مردوں سے ہو جانا نسبتاً آسان ہے جن کے یہاں پہلے سے بیوی ہو کیونکہ عقد ثانی کے وقت مرد وہ شرط اور مانگ نہیں کرتا جو عقد اول کے وقت کرتا ہے اور عقد ثانی کے وقت اس کا عورتوں کو پسند کرنا معیار پہلے کی نسبت پست ہو جاتا ہے کسی معقول وجہ سے وہ عقد ثانی کا خواہاں اور ضرورت مند ہوتا ہے اس طرح ایک اہم اور مشکل معاملہ کا حل عقد ثانی کی صورت میں نکلتا ہے۔

## پانچواں فائدہ اور حکمت

اسی طرح بسا اوقات عورت مستقل بیماری یا عقیم (بانجھ) ہونے کی وجہ سے بچے جننے کی قدرت نہیں رکھتی اور مرد کو بقاء نسل اور اولاد کی ضرورت و رغبت ہے تو ایسی صورت میں اس عورت کو بلا وجہ طلاق دیکر علیحدہ کر دینے یا کوئی الزام تھوپ کر برطرف کر دینے سے بہتر یہ ہے کہ اس کو زوجیت میں باقی رکھتے ہوئے شوہر اپنی نسل کی ضرورت کیلئے دوسرا نکاح کر لے یا اسی طرح ایک مرد کو کثرت اولاد کی ضرورت اور اپنی تعداد بڑھانی مقصود ہو تو اس کے لئے یہی صورت ہے کہ کئی کئی بیویاں کرے۔

## چھٹا فائدہ اور حکمت

بسا اوقات زوجین کے مابین تعلقات ناخوشگوار ہو جاتے ہیں اور صحیح طور سے نباہ نہیں ہو پاتا دونوں کا مزاج نہیں ملتا اور خاندانی وباؤ یا لوگوں میں بدنامی کی وجہ سے یا کسی اور مصلحت سے مرد اپنی بیوی کو طلاق بھی نہیں دیتا اور عورت بھی طلاق کو ناگوار سمجھتی ہے اور شوہر اس عورت سے اپنی خواہش اور زوجیت کا عملی تعلق قائم کرنے پر آمادہ نہیں تو اس طرح پیچیدہ صورت میں شوہر کیلئے نکاح ثانی کے علاوہ کوئی صورت

خواہش کی تکمیل اور اپنی زندگی خوشگوار بنانے کی نہیں ہو سکتی۔

چند بیویوں کی اجازت پر کی جانے والی تنقیدات کا دفاع

مگر افسوس کہ اس جائز اور سراپا مصلحت آمیز اور بے شمار فوائد پر مشتمل تعدد ازدواج پر یورپ اور اہل مغرب کی طرف سے عیش پسندی کا الزام ہے اور وہ اس قانون کو ظالمانہ قانون کا نام دیتے بھی نہیں شرماتے اور ہمارے بعض مسلم افراد کی شخصی غلطی بھی طعنہ زنی کا موقع دے رہی ہے۔

چند بیویاں رکھنے کو تو ایک طرف ہدف ملامت اور خلاف تہذیب سمجھا جا رہا ہے مگر دوسری طرف بلا نکاح کے لاتعداد آشنائی اور میل ملاپ و زنا، بدکاری جو تمام انبیاء و مرسلین کی شریعت اور ہر مذہب و قوم میں حرام ہے اسکو مدعیان تہذیب خلاف تہذیب نہیں سمجھتے۔ جو تعدد ازدواج کے منکر ہیں وہ اپنے دامن میں جھانک کر دیکھیں تو ذرا کہ وہ زبانی طور سے پاک اور عملی طور سے ناپاک عمل زنا کاری وغیرہ میں مبتلا ہیں کہ نہیں ان کی خواہشوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فطرت میں تعدد اور تنوع کی آرزو موجود ہے۔ ان کو سوچنا چاہئے کہ خداوند عظیم و حکیم نے انسانوں کی وسیع خواہشوں اور اندرونی میلانوں کی رعایت فرما کر ان کے لئے ایسا قانون تجویز فرمایا ہے کہ مختلف جذبات اور دلی طبائع کو بھی عفت اور تقویٰ و طہارت کے دائرے میں محدود رکھ سکے۔

تعدد ازدواج میں شرعی پابندیاں

عام طور سے ناواقف لوگوں میں پروپیگنڈہ کرنے والوں نے یہ بھی مشہور کر رکھا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب میں کئی بیویاں کرنا ہر ایک کیلئے ضروری اور لازمی ہے کم سے کم بہت ہی ثواب کی چیز ہے حالانکہ شرعی قوانین سے تھوڑی سی مناسبت رکھنے والا طالب علم بھی یہ بات جانتا ہے کہ شریعت نے صرف تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعض مفسرین نے آیت کے سیاق سے صرف دو کا

استحباب اور چار کا جواز بیان کیا ہے اسکے ساتھ یہ بھی پابندی لگا دی ہے کہ۔ چار عورتوں سے زیادہ عورتوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ چنانچہ قرآن صاف لفظوں میں کہتا ہے:

فَإِنْ كُنْتُمْ لَا تُمْكِنُونَ فَاصْلَحُوا مَا بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَالْأُولَىٰ عَلَىٰ رَجُلَيْنِ فَتَلَاؤُنَّ بِهِ لِيُطَفِقُوا بَيْنَهُمَا وَلِيٍّ لَا تَجْعَلُوا بَيْنَهُمَا عَاقِلًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ۚ  
اور حلال عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی  
مٹنی و ثلث و ربیع فإن خفتُم أن  
لگے نکاح کر لو دو دو، تین تین، چار چار  
عورتوں سے پھر اگر تم ڈرو کہ ان میں  
انصاف نہ کر سکو گے تو ایک پر بس کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کی وجہ سے چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کیا جاسکتا ہے مگر ان تمام بیویوں کے درمیان عدل و انصاف اور مساوات و برابری کا معاملہ کرنا واجب ہے حتیٰ کہ رات گزارنے میں بھی باری مقرر کر نیک حکم دیا گیا ہے۔ اگر عدل و مساوات کی طاقت نہیں ہے تو پھر ایک ہی نکاح پر بس کر و بغیر عدل و برابری کے ایک بیوی کی طرف جھک پڑنا گناہ اور قابل مواخذہ گردانا گیا ہے۔ حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

(إِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ شَقَّهُ سَاقِطٌ) ۲  
کہ قیامت کے دن دو بیویوں کے  
درمیان عدل نہ کرنے والا اس حال میں  
آئے گا کہ اس کا ایک پہلو لٹکا ہوا  
ہوگا (یعنی زبان حال سے ظلم کی داستان سن رہا ہوگا اور اس شخص کی رسوائی و ذلت کا  
تماشہ ہر ایک دیکھ رہا ہوگا)

اس سے معلوم ہوا کہ تمام بیویوں کے درمیان برابری کرنا فرض ہے اور اس میں کنواری شوہر رسیدہ بوڑھی جوان قدیمہ جدیدہ غرض ہر طرح کی بیویاں برابر ہیں تو برتاؤ بھی سب کیساتھ برابر ہونا چاہئے اگر کسی سے تعلق قطع رکھے گا تو شرعاً مجرم ہوگا۔

## مظلوم بیوی کو علیحدگی کا اختیار دیا گیا ہے

بیویوں کے درمیان صرف ضروری مساوات ہی نہیں رکھی گئی بلکہ کسی ایک پر ظلم کیا تو مظلوم بیوی کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر سے چھٹکارا کیلئے اپنا معاملہ قاضی شریعت کے پاس پیش کر دے قاضی معاملات کی تحقیق کرنے کے بعد نکاح کو منسوخ کر دیگا۔

## اگر بیوی زوجیت میں رہتے ہوئے اپنا حق معاف کر دے

اگر کوئی شخص دوسری شادی کرتے وقت یا شادی کے بعد بیوی سے یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں تمہارے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوں اگر تم چاہو تو میں تم کو طلاق دیدوں یا نہیں تو زوجیت میں رہتے ہوئے اپنا حق معاف کر دو اگر بیوی اس پر راضی ہوگئی تو شوہر کیلئے جائز ہوگا کہ صرف نان و نفقہ ادا کرنے کے سوا ان کے ساتھ شب باشی نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا مگر پھر بھی جہاں تک ممکن ہو سکے اس کے حقوق زوجیت ادا کرنے کی کوشش کرے اگرچہ اس نے معاف کر دیا کیونکہ دوسری بیوی کے پاس جاتے ہوئے اس کے دل کو ٹھیس پہنچے گی۔

## ایک بیوی پر اکتفا کرنے میں عافیت ہے

عورت میں قساوت قلبی اور لڑائی جھگڑا کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور گھریلو جھگڑائی سے آدمی کی زندگی اجیرن بن کر رہ جاتی ہے اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ دوسری شادی حتی الوسع نہ کی جائے۔

عورتوں کو چند شوہر کرنے کی اجازت نہ دینا عین حکمت ہے اہل یورپ کی یہ بھی مضحکہ خیز دلیل ہے کہ جب عورت کو تعدد نکاح کی

اجازت نہیں تو مرد کو بھی اجازت نہیں ہونی چاہئے مرد کو کئی بیویاں کرنے کی اجازت دینا اور عورتوں کو اس سے منع کرنا مساوات کے خلاف ہے حالانکہ کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا انسان اس کا فیصلہ خود کر سکتا ہے کہ جس عورت کے چند شوہر ہوں تو وہ عورت کس کی راز دار اور کس کی اہلیہ بن سکے گی کون شوہر اس اشتراک کی صورت میں اس کے نان و نفقہ اور اس کے بچے کی پرورش کا ذمہ دار ہوگا اگر سب تیار ہو جائیں تو وجوہ ترجیح کیا ہوگی اگر کسی ایک کو ترجیح دیدی تو پھر آپس میں فساد برپا ہوگا۔

علامہ ابن قیمؒ نے اپنے ایک بیان میں بہت اچھے انداز میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کیلئے چار عورتوں سے نکاح جائز رکھا ہے عورت کیلئے چار مردوں سے نہیں اس میں پروردگار عالم کی بہت ساری حکمتیں ہیں۔ اگر عورتوں کو دو یا زیادہ شوہر کے پاس بیک وقت رہنے کی اجازت دیدی جاتی تو عالم میں فساد برپا ہوتا اور نسب تو ضائع ہو کر ہی رہ جاتا بلکہ دونوں شوہر آپس میں لڑتے یہاں تک کہ قتل و غارت گری تک کی نوبت آتی اور ایسی عورت کہ جس کے کئی برابر کے شریک حقدار ہوں کیسے سکھ سے رہ سکتی اور وہ شرکا بھی کب چھین سے زندگی گزار سکتے اگر یہ کہا جائے کہ مرد کی خواہشات کا احترام تو کیا گیا کہ اسے ایک سے زائد عورتوں سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دیدی گئی مگر عورت کو نہیں دی گئی حالانکہ دونوں میں خواہش اور جذبہ یکساں ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کا مزاج نسبتاً سرد ہوتا ہے اسلئے اس کی ظاہری و باطنی حرکات بھی مرد کے مقابلہ میں کم ہوتی ہیں اس کے برخلاف مرد میں قوت اور حرارت دونوں زیادہ ہوتی ہیں اس لئے اس کو چند بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی عورتوں کو چند کیساتھ رہنے کی اجازت نہ دی گئی اور اسی قوت و صلاحیت کی بناء پر مردوں کو عورتوں پر مگر اس اور متکفل بھی بنایا گیا چنانچہ وہ اپنی بیویوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے بسا اوقات خطرات

تک مول لے لیتا ہے اور بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرتا ہے اس لئے حلیم و شکور خدا نے اسکو یہ رعایت دی ہے تاکہ اس کی محنت و مشقت کا صلہ کچھ تو زائد ملے رہا کسی کا یہ کہنا کہ عورت میں مرد کے بالمقابل زیادہ خواہش ہوتی ہے وہ خلاف واقعہ ہے بھلا مردوں اور عورتوں کا کیا مقابلہ ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عورتیں فارغ ہونے اور نفقہ کی ذمہ داری نہ ہونے کی وجہ سے یا بعض دوسری کمزوریوں کی وجہ سے جذبات کا شکار ہو جاتی ہیں اور اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ پاتی ہیں اس لئے سطحی نظر رکھنے والے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

## آپ ﷺ کے متعدد نکاح کی حکمتیں

پہلی حکمت:

اصل حکمت حضور ﷺ کے متعدد نکاح کرنے کی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد پوری انسانیت کیلئے ہدایت ہے اور آپ نے دنیا میں تشریف لا کر دین متین کو مکمل فرمایا اور ایک مکمل قانون اور دستور العمل یعنی قرآن لیکر آئے جس میں مکمل نظام عمل ہے اس کے بعد کسی قانون کی ضرورت نہیں لیکن محض قانون لوگوں کی اصلاح کیلئے کافی نہیں ہو سکتا ہے جب تک کوئی عملی نمونہ لوگوں کے سامنے نہ ہو کہ لوگ اس نمونہ کو دیکھ کر ویسا ہی عمل کر سکیں اسی لئے خود قرآن نے اس نمونہ کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ نمونہ کسی اور جگہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ) خود رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ عمل موجود ہے اسی کی پیروی کرو اسی میں کامیابی ہے۔

اب دیکھا جاتا ہے تو حضور ﷺ کی مبارک زندگی کے دو پہلو ہیں (۱) ایک



باہر کی زندگی (۲) دوسرے گھر کے اندر کی عائلی زندگی حضور ﷺ کے عملی حالات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ آپ کے دونوں رخوں کے حالات لوگوں کے سامنے ظاہر کئے جائیں تاکہ پورے طور سے امت عمل پیرا ہو سکے۔ تو بیرونی زندگی کے حالات کو حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت نے اس کمال و دیانت کے ساتھ کما حقہ دنیا کو پہنچایا کہ اس کی نظیر کسی ملت و مذہب میں نہیں مل سکتی۔ کسی امت نے اپنے نبی علیہ السلام کی زندگی کے حالات کو اس تفصیل و تحقیق و تدقیق کیساتھ تو کیا اس کا عشر عشر بھی پیش نہیں کیا۔ اور دوسری خانگی زندگی جس میں آپ کی عبادت تہجد شب بیداری اور فقیری و درویشی، اخلاقی و عملی کردار کے عام حالات پوشیدہ راز رات کی تارکیوں میں عبادت کا ذوق و شوق، سونا اور جاگنا اور اہل و عیال کیساتھ رہنے کا طریقہ، حسن سلوک، خدا ترسی اور راست بازی وغیرہ اتنے بڑے خزانہ علم کی کما حقہ حفاظت اور پھر اس کی روایات کیلئے ایک کثیر جماعت کی ضرورت تھی کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں رہتی لیکن وہ عام لوگوں کا کام نہیں تھا بلکہ ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو اندرونی حالات سے بالکل واقف اور صاحب حالات کے راز داں ہوں وہ بیویوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا کیونکہ رات کی تارکیوں میں جبکہ عالم الغیب کے علاوہ کوئی دوسرا حالات کا معائنہ نہیں کر سکتا سوائے بیویوں کے کہ وہ اس وقت کی بھی راز داں ہوتی ہیں اس لئے حضورؐ نے متعدد نکاح کیا تاکہ آپ ﷺ کی پوری خانگی اور گھریلو حالات نہایت وثوق و اعتماد کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں بہت سارے شرعی وہ احکام جو عورتوں سے متعلق تھے مردوں سے بیان کرنے میں حیا و حجاب معلوم ہوتا تھا ان احکام شرعیہ کی تبلیغ ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ ہو سکتی تھی بس یہی مقصد تھا حضورؐ کے تعدد ازواج کا ورنہ اسکے علاوہ (نحوذ باللہ) کوئی حظ نفس اور خواہشات کے بیجان میں مبتلا ہو کر زیادہ عورتوں کو جمع نہیں فرمایا یہی توجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے

علاوہ آپ کی بقیہ تمام ازواج مطہرات پہلے سے بیوہ یا مطلقہ تھیں جو نہ اپنے حسن و جمال اور مال و دولت کی وجہ سے مشہور تھیں اور نہ آپ کے یہاں عیش و عشرت کا کوئی سامان تھا اگر لذات و خواہشات پر عمل کرتے تو صرف نو بیویوں پر اکتفا نہ فرماتے۔ کیونکہ روایت میں آتا ہے کہ صحابہ نے آپ کے اندر تیس ۳۰ مردوں اور بعض روایت میں ہے کہ چالیس ۴۰ مردوں کی قوت کا اندازہ کیا جب ایک مرد کے اندر چار عورت کی قوت کی وجہ سے چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے تو پھر اس اعتبار سے آپ کے اندر ایک سو بیس یا ایک سو چالیس عورت کی قوت تھی بلکہ اس سے بھی آگے ابو نعیم نے شرح شفا میں نقل کیا ہے کہ چالیس ۴۰ جنتی مردوں کی قوت آپ کے اندر موجود تھی اور ایک جنتی مرد کو دنیا کے سومردوں کے برابر طاقت ہوگی تو اس اعتبار سے آپ کے اندر چار ہزار مردوں کی قوت بیک وقت موجود تھی اسکے باوجود صرف نو بیویوں پر اکتفا خواہش نفس نہیں بلکہ کمال صبر اور کمال زہد تھا پچیس سال کی عمر میں چالیس سالہ بیوہ اور بڑھیا عورت سے بھلا کون کنوارا جوان نکاح کر سکتا ہے پس جناب آقا ﷺ کا مقصد پوری امت مسلمہ کو ازواج مطہرات کے ذریعہ سے دین پہنچانا تھا درحقیقت امہات المؤمنین کے مکانات مسلمانوں کی ماؤں اور بہنوں کیلئے گویا درس گاہیں تھیں جن سے تمام صحابیات فیض یاب ہوئی ہیں بسا اوقات صحابہؓ کو بھی کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ بھی ازواج مطہرات کی طرف رجوع کرتے تھے بہت سی روایات و آثار اس پر شاہد ہیں۔

### دوسری حکمت:

دوسری حکمت حضور کے نکاح میں یہ تھی کہ امت چند بیویوں کے درمیان برباد کرنے کا طریقہ سیکھے اگر آپ متعدد نکاح نہ کرتے اور صرف حقوق ادا کرنے اور بیویوں کے مابین مساوات قائم کرنے کی تعلیم دینے پر اکتفا فرماتے تو لوگوں پر اتنا اثر نہیں پڑتا

بلکہ کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ حضور ﷺ تو خود متعدد نکاح کئے نہیں اور عورتوں کے اتنے حقوق اور مساوات کی اتنی رعایت جو باریک سے باریک تر ہے بیان کر دینے پر اکتفا فرما کر چلے گئے اگر آپ ﷺ بھی خود متعدد نکاح کرتے تو معاذ اللہ اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ مگر اب کسی کو اشکال کرنے کا حق نہیں رہا کیونکہ حضور ﷺ نے امت سے زیادہ بیویاں کر کے ان تمام کے حقوق کو اس خوبی کیساتھ ادا فرما گئے کہ کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتا۔

### تیسری حکمت:

یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے چند نکاح کر کے امت کو یہ بتلادیا کہ جن کے پاس چند بیویاں ہوں اور ان میں سے کسی ایک کی طرف غیر اختیاری طور سے میلان زیادہ ہو تو بھی اپنی طرف سے کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے ایک کی ترجیح دوسرے پر ظاہر ہو رہی ہو بلکہ امور اختیار یہ میں برابری اور عدل کا خیال پورا رکھے اور آپؐ نے صرف زبانی طور پر نہیں فرمایا بلکہ عملاً کر کے دکھلادیا کہ حضرت عائشہؓ کی طرف دلی میلان زیادہ تھا مگر تمام ازاواج کے مابین عدل اور مساوات میں فرق نہیں آنے دیا اور حضرت عائشہؓ کی طرف دلی میلان کی وجہ سے اللہ کی طرف عذر و معذرت کر کے فرمایا:

اللهم هذه قسمتي فيما املك      کہ اے اللہ رب العزت جتنا میرے  
فلا تلمني فيما تملك ولا      بس میں تھا میں نے مساوات برتا بس  
املك !      مجھے اس بات میں مؤاخذہ نہ کرنا جس پر  
مجھے قدرت نہیں ہے۔

حضرت عائشہؓ کی طرف قلبی میلان کی وجوہ  
پہلی وجہ:

دلی میلان کا عائشہؓ کی طرف ہونا یہ قدرتی فیصلہ تھا کیونکہ خداوند قدوس بھی

حضرت عائشہؓ سے محبت کرتے ہیں اسلئے حضور ﷺ کے دل کو بھی مائل کر دیا تھا تاکہ آپ ﷺ بھی ان سے محبت کرنے لگیں یہی وجہ تھی کہ عائشہؓ کے نکاح سے قبل حضرت عائشہؓ کی تصویر کو فرشتے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک حریر میں بند کر کے آپؐ کے پاس بھیج دیا تھا آپؐ نے جب اس کو کھولا تو عائشہؓ کی تصویر تھی یہ معاملہ کسی اور بیوی کیساتھ نہیں کیا گیا۔

### دوسری وجہ:

یہ تھی کہ کسی بیوی کے بستر اور کپڑے میں سوتے ہوئے وحی نہیں اترتی تھی سوائے حضرت عائشہؓ کے کہ ان کے ساتھ آپ ﷺ لحاف میں بھی ہوتے تھے تو بلا تکلف وحی کا سلسلہ جاری ہو جاتا تھا۔

### تیسری وجہ:

ان وجوہات کیساتھ سونے پر سہاگہ یہ تھا کہ عائشہؓ کو قدرتی طور سے وہ ذہانت و فقاہت اور حسن سیرت حاصل تھی جو تمام بیویوں سے برتر تھی انہیں وجوہات کی بنا پر حضورؐ کو حضرت عائشہؓ سے فطری محبت زیادہ تھی۔ مگر سوائے قلبی محبت کے ظاہری برتاؤ سب کیساتھ برابر تھا۔

آنحضرت ﷺ کی خوشگوار زندگی کے اپنی بیویوں کیساتھ چند واقعے آنحضرت ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ایک پر مسرت اور خوشگوار زندگی گزارتے تھے اور اپنی بیویوں کے حق میں انتہائی مہربان اور ہنس مکھ تھے اور ان کے مزاج اور عمر کا لحاظ فرما کر ان کے تقاضے کو پورا کرتے تھے چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ سے نکاح کے وقت آپؐ کی عمر پچاس سال سے زیادہ تھی اور عائشہؓ نو

سال کی بچی تھیں میاں بیوی کی عمر میں بظاہر کوئی جوڑ نہیں تھا مگر حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے برتاؤ ایسا ہی کیا جیسا کہ ان کی عمر کا تقاضا تھا۔ یہاں چند واقعے بطور نمونہ کے نقل کئے جاتے ہیں۔ ۱۔

### پہلا واقعہ:

ایک مرتبہ مسجد کے قریب عید کے دن حبشی لڑکے خوشی میں کھیل کود رہے تھے اور جنگ کے لئے ورزش کر رہے تھے۔ (حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حبشیوں کا کھیل دیکھو گی انہوں نے خواہش کا اظہار کیا) تو حسن اخلاق کے پیکر رحمت عالمؐ نے پردہ کر کے عائشہؓ کو اس وقت تک کھیل دکھلایا جب تک کہ عائشہؓ نے خود منع نہ کر دیا آپؐ خود اندازہ کیجئے کہ بچپن میں کھیل دیکھنے کا شوق کتنی دیر تک ہوتا ہے اتنی دیر کھڑے ہو کر آپؐ کھیل دکھلاتے رہے۔ ۲۔

### دوسرا واقعہ:

حضرت عائشہؓ خود واقعہ بیان کرتی ہیں کہ (جب میں چھوٹی تھی اور نئی نئی بیاہی گئی تھی) تو میں حضور ﷺ کے گھر گڑیوں سے کھیل کرتی تھی اور میری ہم جو لیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں پھر جب حضور ﷺ (گھر میں) تشریف لاتے تو میری سہیلیاں (شرم کی وجہ سے) آپ ﷺ سے چھپ جاتیں اور متفرق ہو جاتیں مگر حضور ﷺ (ان کو جمع کر کے) پھر میرے پاس بھیج دیتے (اور کہتے آؤ بھاگتی کیوں ہو جس طرح کھیلاتی تھیں اسی طرح کھیلاتی رہو) پھر وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔ ۳۔

### فائدہ:

عائشہؓ کے ساتھ جو گڑیاں تھیں ان میں ایسی صورت بنی ہوئی نہیں تھی جو حرام

ہے بلکہ کپڑوں اور چھتھڑوں کو لپیٹ کر بغیر صورت کے یوں ہی (کنیا پتلا) بنائی گئی تھیں جو کہ جائز ہے۔

### تیسرا واقعہ:

حضرت عائشہؓ ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ دوران سفر میں نے حضور ﷺ کے ساتھ دوڑنے میں مقابلہ کیا تا کہ دیکھیں کہ کون آگے نکلتا ہے (اس وقت عائشہؓ کم سن ہونے کی وجہ سے) ہلکی پھلکی تھیں آگے نکل گئیں کچھ عرصہ کے بعد آپ کا پھر ہم سے دوڑنے میں مقابلہ ہوا مگر اس وقت میں فریبہ تھی (یعنی میرا بدن بھاری ہو چکا تھا) اس لئے حضور ﷺ آگے نکل گئے (مگر حضور ﷺ نے اس مرتبہ میری تسلی کیلئے فرمایا) (ہذہ بئسک السبقۃ) یعنی پہلی مرتبہ تم جیتی تھی اس مرتبہ میں جیت گیا لہذا دونوں برابر برابر ہو گئے۔

(فائدہ) حضور ﷺ کے یہ واقعے ہمارے لئے سبق آموز ہیں بھلا کوئی بوڑھا آدمی کنواری بچی کی اتنی ولداری کر سکتا ہے بلکہ بوڑھا تو درکنار جوان اور ہم عمر بھی اتنا نہیں کر سکتا جتنا جناب آقاؐ نے عائشہؓ اور دیگر ازواج کے ساتھ کر کے دکھلائے۔ آج لوگ وقار کا پونلہ لئے پھرتے ہیں اگر وقار جمانا ہو تو کہیں اور جمالو اپنی بیویوں، بچوں کیساتھ تو گھل مل کر رہنا ہی حسن معاشرت ہے اپنی بیوی کے ساتھ منسی خوشی اور باہمی پیار و محبت کیساتھ رہنا ہی سنت نبویؐ ہے حضور ﷺ کی حدیث ہے قال رسول اللہ ﷺ خیر کم خیر کم لاہلہ وانا خیر کم لاہلی کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اچھا اور بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال کے حق میں بہتر ہو اور میں تو اپنے گھر والوں کیلئے تم میں ہر ایک سے اچھا ہوں۔ ۲

## عورت کی غلطیوں پر چشم پوشی کرنے کی وصیت

میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے حقیقی ہمدرد اور غمگسار بن کر رہنا چاہئے خاص طور سے مردوں کو ہدایت ہے کہ عورت کے نازک جذبات اور ضعفِ خلقت و طبیعت کی بہت زیادہ رعایت کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری حج حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں سے متعلق ہدایت کرتے ہوئے بلیغ انداز میں فرمایا۔

واستوصوا بالنساء خیرا فانھن  
خلقن من ضلع وان اعوج شی  
فی الضلع اعلاہ فان ذہبت تقیمہ  
کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج  
فاستوصوا بالنساء خیرا  
اے لوگو! عورتوں سے متعلق بھلائی کی  
وصیت قبول کر لو کیونکہ وہ ٹیڑھی پسلی سے  
پیدا کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ ٹیڑھا  
پن اس پسلی میں ہے جو اوپر کی ہے لہذا  
اگر تم اس ٹیڑھی پسلی کو سیدھی کرنے  
کی کوشش کرو گے تو اس کو توڑ دو گے (یعنی طلاق دیدو گے) اگر اس کو اپنی حالت پر  
چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی ہی رہے گی لہذا عورتوں کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کر لو۔

ایک حدیث میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی غلطیوں کو نظر انداز کر کے خوبی ہی کو سامنے رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

لا یفرک مومن مؤمنۃ ان کنہ  
منہا خلقا رضى منها آخر ۲  
کہ کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت  
سے بغض رکھ کر اس کو علیحدہ نہ کر دے اگر  
اس کی نظر میں اس عورت کی کوئی عادت ناگوار بھی ہوگی تو دوسری عادت اسی عورت کی  
خوشگوار اور اچھی بھی ہوگی۔

(فائدہ) اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی یار دوست اور کوئی بیوی یا شوہر اپنے مزاج کے بالکل مطابق نہیں مل سکتا کیونکہ کوئی بھی انسان خامیوں اور عیوب سے بالکل پاک نہیں ہے انسان تو خوبی اور خامی دونوں کا مجموعہ ہے اسلئے بری خصلتوں اور عادتوں سے چشم پوشی کر کے اچھی عادتوں کو خاطر میں لانا چاہئے اور ان کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارنے کی کوششیں کرنی چاہئے۔

### عورتوں کو مارنے کا کیا حکم ہے

عورتوں کی فطرت میں ہی ٹیڑھا پن ہے اسلئے اسکو نظر انداز کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے انکی غلطیوں پر مارنا بیٹنا انتہائی غیر انسانی اور غیر مہذب حرکت ہے چنانچہ عبداللہ ابن زمعہؓ نے حضورؐ کی ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے آپؐ فرماتے ہیں:

لا یجلد احدکم امراته جلد العبد کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح

ثم یجامعها فی آخر الیوم لے بے دردی سے نہ مارے اور پھر دن کے آخری حصہ میں اس سے جماع کرے۔

(فائدہ) اس حدیث میں ایک فطری اور طبعی نقطہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے جنسی لذت حاصل کرتا ہے اور اپنی خواہشات کی تکمیل اسی سے کرتا ہے اور صرف ضرورت پوری کرنے تک محدود نہیں بلکہ ایک جان دو جسم میں گویا تقسیم ہے ایک دوسرے کے راز دار اور رفیق حیات بن کر ساتھ رہنے کا وعدہ ہے تو ایک طرف تو اسکے ساتھ ایسا پر کیف معاملہ ہو اور دوسری طرف اسکے ساتھ اتنا وحشیانہ اور بے دردانہ سلوک کہ اسکو جانوروں اور غلاموں کی طرح مارے اور کوڑے برسائے جسکے ساتھ اتنی گہری محبت اسکے ساتھ ایسا ظالمانہ برتاؤ بھلا اس نازک طبیعت پر کیا گزرے گا۔



کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اسکی جانب سے تھوڑی بے  
 رخی بھی بہت تکلیف دہ ہوتی ہے چہ جائے کہ اس کے ساتھ ایسا معاندانہ برتاؤ ہو لیکن  
 اگر عورت اتنی شیر ہو جائے کہ اپنے شوہر کے حکم کی پابندی نہ کرے اور شوہر کے کہنے  
 سننے کا اس پر کوئی اثر نہ ہوتا ہو اور شوہر کو یہ یقین ہو جائے کہ اب بغیر سختی کے راہ راست پر  
 نہیں آسکتی تو پھر ایسی عورت کو معمولی مار مار نیکی قرآن وحدیث میں اجازت تو ہے مگر  
 اصلاح کے دو طریقے کے بعد تیسرے درجے میں اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن

کی آیت ہے۔

وَاللَّائِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ  
 فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي  
 الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ ۚ  
 (یعنی تا فرمائی) کا احتمال ہو تو ان  
 کو (پہلے) زبانی نصیحت کرو (پھر بھی نہ  
 مانے) تو ان کو انکے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو (یعنی انکے بستر سے علیحدگی اختیار کر  
 کے تھوڑی بے رخی کرو اسکے بعد بھی اصلاح نہ ہو تو مجبوری کے درجے میں) اعتدال  
 سے ان کو مارو اعتدال سے مارنیکا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ سے یا چھوٹی ہلکی لکڑی سے  
 ایسی مار مارے کہ بدن پر اثر (پھوٹ) اور زخم اور نشان بھی نہ لگے اور ہڈی ٹوٹنے اور  
 زخم لگنے تک نوبت نہ آئے اور چہرہ پر تو مارنے کی مطلقاً ممانعت ہے چنانچہ مشکوٰۃ کی  
 ایک حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا (لا تضرب بالوجه) کہ اسکے چہرے پر مت مارا کرو۔

بیویوں کو چند ہی غلطیوں پر معمولی مار مار نیکی اجازت ہے

علماء نے بیان کیا ہے کہ انکی ہر غلطی پر مارنے کی اجازت نہیں ہے ہاں قاضی  
 خاں کے بیان کے مطابق چار کوتاہیوں پر عورتوں کی پٹائی کی جاسکتی ہے۔

للزواج الخ وله ان يضربها على اربعة منها ترك الزينة اذا اراد الزوج الزينة. والثانية ترك الاجابة اذا اراد الجماع وهي طاهرة والثالثة ترك الصلوة... وترك الغسل عن الجنابة والحيض بمنزلة ترك الصلوة. والرابعة الخروج عن منزله بغير اذنه ۱۔

یعنی شوہر کو یہ حق ہے کہ عورتوں کو چار غلطیوں پر مارے (۱) شوہر کی خواہش اور اسکے حکم کے باوجود زینت و آرائش ترک کر دے (۲) شوہر جماع کا خواہش مند ہو مگر بیوی بغیر کسی عذر (یعنی حیض وغیرہ) سے پاک ہونے کی صورت میں بھی جماع سے انکار کر دے (۳) اسلامی فرائض جیسے نماز پڑھنا چھوڑ دے اسی طرح جنابت و ناپاکی اور حیض

وغیرہ سے فراغت پر غسل نہ کرنا بھی ترک فرائض کے حکم میں ہے (یعنی عورت کے ان چیزوں کے بعد غسل نہ کرنے اور انکار کرنے پر مار سکتا ہے) (۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر کی اجازت و رضامندی کے بغیر گھر سے باہر جاتی ہو تو مار سکتا ہے۔

بہر حال ان چار چیزوں کی وجہ سے فقہاء نے قرآن و حدیث کی رو سے مارنے کی اجازت بدرجہ مجبوری دی ہے ورنہ دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا (ولن يضرب خياركم) یعنی جو اچھے اور شریف لوگ ہیں وہ بیویوں کو ہرگز نہیں ماریں گے اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام سے کہیں ایسا منقول نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی بیویوں کو مارا ہو۔ لہذا یہ مار پیٹ کی سزا تنبیہ کیلئے تو روا ہے مگر یہ غیر شریفانہ طریقہ ہے شریفانہ تنبیہ تو اپنے ہی مکان میں اپنے بستر کو اٹکے بستر سے الگ کر لینا ہے۔ ۲۔

**مرد و عورتوں کا ذمہ دار اور حاکم ہے**

اوپر مرد کو تعلیم دی گئی ہے کہ عورتوں کے معاملے میں نرمی کرے اور ان کی خامیوں کو نظر انداز کر کے خوشگوار زندگی گزارے مگر جب عورت سے ایسی نازیبا حرکت

۱۔ (فتاویٰ قلضی خان علی ہلمش علم گیری ص ۱۱۲ جلد ۱)۔

۲۔ (اقتباس معارف القرآن و مظهر حق)۔

کا صدور ہونے لگے جو حدود شریعت سے باہر ہو تو اسکی پکڑ اور خبر گیری اور مکمل نگرانی کرنے والا مرد کو بنایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے (الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى النِّسَاءِ بِمَا قَضَى اللَّهُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ) یعنی مرد کا حکم ہے عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (یعنی مردوں کو) بعض (یعنی عورتوں) پر فضیلت دی ہے۔

چوں کہ دنیا کے ہر اجتماعی نظام کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اسکا ایک ذمہ دار اور امیر ہو جس کی امارت اور نگرانی میں رہ کر دوسرے تمام افراد کام کر سکیں ورنہ انتظام میں بگاڑ کا ہونا عین ممکن ہے اسی طرح رشتہ نکاح کے ذریعہ مرد اور عورت کے خاندانوں کو جوڑ دیا جاتا ہے اور ایک نئے خاندان کی شروعات کے ساتھ میاں بیوی کے درمیان ایک عجیب جوڑ اور تعلق پیدا ہو جاتا ہے اب اگر اس میں کسی کو ذمہ دار قرار نہ دیا جاتا تو گھریلو زندگی میں بد نظمی کا پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ جو نکاح کے مقصد کے خلاف ہے اسلئے اس عائلی نظام یعنی امور خانہ داری کا ذمہ دار مرد کو منتخب کیا گیا کیونکہ اس کی علمی اور عملی قوتیں بہ نسبت عورتوں اور بچوں کے زیادہ ہوتی ہیں یہ معاملہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ مگر مرد کو عورتوں پر امتیاز دینے کا مطلب ہرگز ایسا نہیں کہ عورت ایک لونڈی اور مرد آقا کی طرح رہے۔ بلکہ تفوق اور مرتبہ تو امتیاز کا مستحق مرد کو بعض ایسی صلاحیت والہیت کے پیش نظر قرار دیا گیا ہے جو مرد کے اندر پائی جاتی ہے عورت میں نہیں اور یہ چیزیں صرف وہی ہیں کسی کے عمل کو اس میں دخل نہیں اسی حقیقت کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے (بِمَا قَضَى اللَّهُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ) ورنہ تو بنیادی حقوق میں دونوں برابر ہیں جیسا کہ قرآن میں بیان کر دیا گیا ہے۔

(وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۚ)

یعنی شرعی ضابطہ کے مطابق عورتوں کا حق مردوں پر اسی طرح ہے جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے ہاں البتہ مردوں کا کچھ مرتبہ عورتوں سے زیادہ ہے۔ عورتوں کے غم کو

اور ہلکا کرنے کے لئے قرآن نے مردوں کو ہدایت دی (عَنْ تَرَاضٍ بَيْنَهُمَا وَتَشَاوُرٍ) کہ امور خانہ داری میں مرد بیوی کے مشورہ سے کام کرے۔ ایک کو دوسرے کے حقوق کی رعایت کا حکم دیا گیا لیکن حقوق کی برابری کا مطلب یہ نہیں کہ دونوں کے حقوق صورتاً مماثل ہوں بلکہ عورت پر ایک قسم کی ذمہ داری عائد ہے تو مردوں کو دوسری قسم کی ذمہ داری دی گئی ہے۔

عورتوں پر امور خانہ داری یعنی بال بچوں کی تربیت و حفاظت، مرد کی خدمت و اطاعت اور گھر کے مال کو اسراف سے بچا کر اعتدال کے ساتھ خرچ کرنا وغیرہ ذمہ داریاں ہیں تو مردوں پر بیوی بچے کیلئے کسب معاش بیوی کا مہر، نفقہ اور تمام ضروری اخراجات کے انتظام وغیرہ کی ذمہ داریاں ڈال دی گئیں۔ جس کے اندر جو صلاحیت تھی اس کا بار اس پر ڈال دیا گیا مگر اس کا مطلب پھر بھی یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عورت کو اپنے نفقات میں مرد کا محتاج بنا کر اس کا مرتبہ کم کر دیا گیا ہے بلکہ کام کے اصول اور کارندہ کی اہلیت کے اعتبار سے ڈیونیاں تقسیم کر دی گئی ہیں جس کے ذمہ جتنا بڑا کام آتا ہے اس کا نام اور عہدہ بھی اتنا ہی بڑا ہوتا ہے مرد کے ذمہ مشکل کام سونپے گئے اس لئے اس کو حاکمیت کا عہدہ دیا گیا مگر اس سے عورت کا درجہ کم نہیں ہوا اس کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسے انسان کا سر اس کے ہاتھ سے اور انسان کا دل اس کے معدے سے افضل ہے مگر سر کا افضل ہونا ہاتھ کے مقام اور اس کی ضرورت و اہمیت کو کم نہیں کرتا اسی طرح مرد کے حاکم ہونے سے عورت کا مرتبہ نہیں گھٹتا بلکہ (الزَّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ) میں قرآن کریم کی حکیمانہ حکمت کا اظہار ہے کہ مردوں کی یہ فضیلت و تفوق خود عورتوں کی مصلحت اور فائدہ کے عین مطابق ہے کہ مرد کو جب حاکم بنا دیا گیا تو عورتوں اور بچوں کے اخراجات کا بار بھی اسی پر ڈال دیا گیا گویا مرد محنت کرتا ہے اور عورت آرام سے رہتی ہے۔

## مرد و عورت کے مابین مساوات کا نعرہ

اسلام ایک مذہب اور فطرۃ پر حکمت مذہب ہے جس میں ہر ایک کا ایک درجہ ہے اسی درجہ پر ان کو اتارا جاتا ہے۔ مگر اقوام متحدہ چارٹر آئیڈیل ملکوں یورپ وغیرہ میں مرد و زن کی مساوات کا دعویٰ ہے اور اس کی کوششیں کی جا رہی ہیں کہ مساوات ثابت ہو جائے لیکن اسلامی قانون کی رو سے یہ غیر فطری کوشش ہے اور یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس قوم نے بھی قانون اسلام کے خلاف الگ نظریہ قائم کیا وہ اس پر مکمل طور پر ایک دن بھی عمل نہ کر سکی اسی نظریہ میں سے ایک مساوات کا نظریہ ہے کیونکہ عورت کی طبیعت اور مخصوص جبلت اس کے اس قانون اور نظریہ کو عملی میدان میں اتارنے سے مانع ہے۔ اخیر میں مجبور ہو کر اپنے قانون کے بل کو توڑ مروڑ کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ قانون کے رد و بدل کرنے میں فائدہ کے بجائے بڑا نقصان ہوتا ہے۔ ان قوانین مساوات کو عملی جامہ پہنانے سے وہ قاصر ہیں اور ان کو وہ تسلیم بھی کر رہے ہیں کیونکہ آئیڈیل ملکوں یورپ وغیرہ سے جب سوال ہوتا ہے کہ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے میں کیا تا سب رہا کتنی عورتیں وزیراعظم کتنی عورتیں فوج کی اعلیٰ عہدہ دار کتنی عورتیں کمانڈر انچیف کتنی پائلٹ بڑے عہدے تو درکنار معمولی عہدہ پر بھی کتنی عورتیں فائز کی گئیں تو جواب میں یہ ہی ملتا ہے کہ ایک بھی نہیں۔ اس لئے کھلے طور سے کہا جاسکتا کہ مرد و عورت کے خلقی تفاوت اور مرد و زن کے تضاد کو سامنے رکھتے ہوئے مساوات کا نعرہ جذباتیت اور نا عاقبت اندیشی کے سواء اور کچھ نہیں ہے جن قوموں نے مساوات کی رٹ میں عورتوں کو پردہ سے نکال کر بازاروں، میدانوں اور پارکوں اور سڑکوں اور اس کے علاوہ دفاتر اور سیاست میں لا کر کھڑا کر کے بے پردہ کیا اس کا جو غلط نتیجہ سامنے آیا اور آ رہا ہے وہ ظاہر ہے خود ان کو اس کا اعتراف کر کے شرمندہ ہونا پڑ رہا ہے ایک مشہور امریکی پروفیسر نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اب تو ہم کھانا ہوٹلوں

اور ریستوران میں کھاتے ہیں ہماری روٹی بیکری سے آتی ہے کپڑے لائڈری میں دھلتے ہیں پہلے تفریح کیلئے لوگ خاندانوں کی طرف رجوع کرتے تھے لیکن اب اس کے لئے سینماؤں ٹھیٹروں اور کلبوں کا رخ کیا جاتا ہے پہلے خاندان ہماری دلچسپی کا مرکز تھا اور خاندانی زندگی ہی میں سکون و آسائش تلاش کی جاتی تھی مگر اب خاندان کے افراد بکھر گئے اگر گئے چنے ایک جگہ رہتے بھی ہیں تو وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جو ایک ساتھ رہنے میں ہونا چاہئے ہمارے گھر آرام اور راحت کی جگہ نہ رہے جہاں چاہتے ہیں رات گزارتے ہیں۔

مسٹر جونی انج ایک امریکی خاتون ہے جو نفسیات و جنسیات کی ماہر ہے انہوں نے دہلی کی ایک کانفرنس میں کھلے طور پر کہا۔ امریکی سوسائٹی سیاسی اقتصادی اور جنسی اعتبار سے اب تیزی کیساتھ ماضی کی روایات کی طرف لوٹ رہی ہے مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ دن دور نہیں جب کہ امریکی عورتیں اپنی قدیم روایات کے مطابق گھر کی چہار دیواری میں ہی بند ہو کر خود کو بچوں اور گھر کی دیکھ بھال تک محدود کر لیں گی بہر حال بہت سارے مغربی سمجھدار انسان مرد و زن کی فطرت کو سمجھ کر مساوات کے جذبات سے توبہ کر رہے ہیں۔ ۲

### حقوق زوجہ

مرد عورت کا قوام اور ذمہ دار ہے اس لئے مردوں پر کچھ فرائض اور ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو حقوق زوجہ کہا جاتا ہے جن کا ادا کرنا مرد پر لازم ہے وہ حقوق دو طرح کے ہیں۔ ۱۔ کچھ مالی۔ ۲۔ کچھ غیر مالی۔ حقوق مالی چند ہیں ان میں سے ایک حق مہر ہے یہ سب سے پہلا فریضہ ہے مہر کی ادائیگی کے بغیر کوئی چارہ نہیں اس لئے مہر کے احکام و مسائل کو قدرے تفصیل کیساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

## مہر کی تعریف

مہر شریعت میں ان رقوم یا جنس کو کہتے ہیں جو مرد پر عورت کیلئے بوجہ عقد نکاح اور عورت سے جنسی منافع حاصل کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔

## مہر کی شرعی اہمیت

مہر عورت کا ایسا حق ہے جو اس کی مرضی کے بغیر شوہر کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اگر زوجین باہمی رضامندی سے بھی ساقط کرنا چاہیں (مثلاً دونوں باہم رضامندی سے نکاح ہی کے وقت ساقط کرتے ہوئے کہیں کہ نہ ہم لیں گے اور نہ دیں گے) تو بھی ساقط نہیں کر سکتے کیونکہ یہ شریعت کا حکم ہے اس پر عمل ضروری ہے صاحب بدایۃ المجتہد فرماتے ہیں۔

من جهة انه لا يجوز التراضي  
على اسقاطه يشبه العادة ۲  
کہ اس طرح مہر کے ساقط کرنے پر  
زوجین کا رضامند ہو جانا جائز نہیں  
کیونکہ مہر عبادت کے مشابہ ہے اور عبادت کو اپنی مرضی سے ساقط نہیں کر سکتے۔  
صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

المهر واجب شرعا ابانة لشرف  
المحل ۳  
کہ مہر شرعاً واجب ہے تاکہ محل نکاح کے  
شرف کا اظہار ہو۔ مہر ایک لازمی  
ہدیہ ہے محبت کی کلید، نکاح کی عظمت، عورت کے شرف کا اظہار ہے مہر کا نکاح میں طے  
کرنا اور اس کی ادائیگی کو ضروری سمجھنا قانون شریعت کا ایک شعار ہے۔

۱۔ ثم عرف المهر في العناية بانه اسم للمال الذي يجب في عقد النكاح على الزوج في مقابلة البضع اما بالنسبة او بالعقد واعترض بعد شموله للواجب وبالوط يشبه ومن ثم عرفه بعضهم بأنه اسم لما تستحقه المرأة بعقد النكاح او الوط (شلمی صفحہ ۲۳۰ جلد ۴)  
۲۔ (بدایۃ المجتہد ۱۶ جلد ۲) ۳۔ (ہدایۃ صفحہ ۳۲۲ جلد ۲)

## مہر کے اقسام

مہر کی اولاد دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ مہر معجل۔ ۲۔ مہر مؤجل۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ مہر مسکئی۔ ۲۔ مہر مثل۔

## مہر معجل کی تعریف:

معجل تعجل سے بنا ہے بمعنی جلدی کرنا، اصطلاح فقہاء میں مہر معجل اس مہر کو کہتے ہیں جو بوقت عقد نکاح دیا جائے یا بوقت عقد فی الحال دینا قرار پائے۔

## مہر معجل کا حکم:

پورا یا نصف یا جو کچھ مہر معجل ہے اس کا مطالبہ عورت فی الحال کر سکتی ہے یہ اس کا حق ہے اگر چاہے تو طے شدہ نقد مہر کے وصول کئے بغیر شوہر کو واپس اور مباشرت وغیرہ سے روک سکتی ہے۔

## مہر مؤجل کی تعریف:

مؤجل اجل سے بنا ہے بمعنی مدت مقرر کرنا، اصطلاح فقہاء میں مہر مؤجل اس مہر کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی کیلئے کچھ مدت مقرر کی گئی ہو خواہ وہ مدت قریب ہو یا بعید۔ یا لای علی التحین ادھار چھوڑ دیا گیا ہو اور مطلق مہر باندھ کر عقد نکاح کر دیا گیا ہو۔

## مہر مؤجل کا حکم:

مہر مؤجل کا مطالبہ زوجہ شوہر سے مدت مقررہ سے پہلے نہیں کر سکتی اگر مدت متعین نہیں تو پھر اس کی انتہائی مدت عرف و رواج پر یا مفارقت (یعنی طلاق، خلع، فسخ نکاح وغیرہ) پر ہے یا زوجین میں سے کسی کی وفات پر ہے۔ اس سے قبل عورت کو

۲۔ ولھا منہ من الوطء نواعیۃ الخ لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لعلھا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط (درمختار) ای ان لم یبین تعجیلہ او تعجیل بعضہ فلھا المنع لاخذ ما یعجل لھا منہ عرفا (شامی صفحہ ۲۹۱ جلد ۱)



مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا نیز طلاق رجعی سے بھی مطالبہ کا حق حاصل ہو جائے گا اگرچہ شوہر نے رجوع کر لیا ہو۔

(فائدہ) مہر مؤجل غیر متعین مدت کی انتہائی مدت اگرچہ طلاق یا موت ہے مگر شوہر کیلئے مناسب یہ ہے کہ اپنی زندگی میں جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرے کیونکہ مہر شوہر کے ذمہ ایک قسم کا قرض ہے اور انسانی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اچانک کس وقت چل بسے اور یہ قرض اس کے ذمہ باقی رہ جائے۔ اس کی کوئی خبر نہیں دراصل مہر کی اہمیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے اندر اصل مہر میں تعجل ہے اس لئے کہ مہر استحلال فرج کیلئے مشروع ہوا ہے اور مہر مؤجل تو صرف ایک رعایت ہے یہی وجہ ہے کہ مہر مؤجل طے پانے کی صورت میں بھی بیوی کو پہلی ملاقات میں نقد روپے، پیسے، ہدیہ، تحفہ وغیرہ کچھ نہ کچھ دینا ضروری ہے بغیر کچھ دیئے بیوی سے فائدہ اٹھانا شرعاً غیر مناسب ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے اسی سلسلے کی ایک روایت منقول ہے۔

ان علیا رضی اللہ عنہ لما تزوج	کہ حضرت علیؓ نے جب حضور ﷺ کی
فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ	صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے شادی
علیہ وسلم رضی اللہ عنہا اراد ان	کی تو ان کے ساتھ دخول کا ارادہ کیا
یدخل بها فممنعہ رسول اللہ صلی	مگر حضور ﷺ نے بغیر کچھ دیئے
اللہ علیہ وسلم حتی یعطیہا شبا	حضرت علیؓ کو فاطمہؓ سے فائدہ اٹھانے
فقال یا رسول اللہ لیس	سے منع فرما دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے

۱۔ لا خلاف لاحد ان تأجيل المهر الى غاية معلومة نحو شهر او سنة صحيح وان كان لا الى غاية معلومة فقد اختلف المشائخ فيه قال بعضهم يصح وهو الصحيح وهذا لان الغاية معلومة في نفسها وهو الطلاق او الموت الخ وبالطلاق الرجعي يتعجل الموجل ولو راجعها لا يتأجل (علم گیری صفحہ ۳۱۸ جلد ۱)

لی شی فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطها درعک فاعطاها درعه ثم دخل بها۔<sup>۱</sup> حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے کہ دوں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زرہ ہی دید چنانچہ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اپنی زرہ دیکر حضرت فاطمہؓ کے ساتھ شب زفاف منائی۔

نیز حضرت جابرؓ سے ایک اور حدیث منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: من اعطی فی صداق امرأۃ ملاء کفہ سویدا او تمرا فقد استحل۔<sup>۲</sup> جس شخص نے اپنی بیوی کے مہر میں سے کچھ حصہ بطور مہر معقل کے دیدیا (اگرچہ) دونوں ہاتھ بھر کر ستویا کھجور ہی کیوں نہ ہو تو اس نے اپنی عورت کو اپنے لئے حلال کر لیا۔

(نوٹ) پہلی ملاقات میں اس طرح شوہر کے کچھ دینے سے مہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا مہر مؤجل جو طے پایا ہے وہ بہر حال ادا کرنا ہوگا۔

### مہر مسمیٰ کی تعریف:

مسمیٰ تسمیہ سے بنا ہے بمعنی معین، اصطلاح فقہاء میں مہر مسمیٰ وہ مہر ہے جو بوقت عقد نکاح متعین کیا گیا ہو یا نکاح کے بعد زوجین نے باہمی رضامندی سے طے کر لیا ہو یا قاضی نے نکاح کے بعد مقرر کیا ہو۔<sup>۳</sup>

### مہر مثل کا مطلب:

مہر مثل وہ مہر ہے جو بیانی جانے والی عورت کے باپ کی خاندانی عورت کا ہو

۱ (ابوداؤد کتاب النکاح صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۰ جلد ۱)

۲ ابو داؤد شریف صفحہ ۲۸۷ جلد ۱

۳ سمي لها مهر او لا فالملقات لربع وما فرض بتراضيها او بفرض قاض مهر المثل بعد العقد الخالي عن المهر (درمختار علی ہامش شامی صفحہ ۲۴۶ جلد ۴)

جو اس بیاہی جانے والی عورت کے مثل ہے۔ یعنی یہ کم عمر ہے تو وہ خاندانی عورت بھی نکاح کے وقت کم عمر تھی۔ اسی طرح مال، جمال، شہر، زمانہ، عقل، دینداری، بکارت، ثبوت (یعنی نکاح کے وقت یہ باکرہ ہے تو وہ بھی باکرہ یا یہ شبہ تھی) نیز علم و ادب، اخلاق و عادات، غرض جس وقت ان خاندانی عورتوں کا نکاح ہوا تھا اس وقت ان باتوں میں وہ بھی اسی کے مثل تھیں جس کا اب نکاح ہو رہا ہے۔ تو جو پہلی والی کا مہر مقرر ہوا تھا وہی اس بعد والی کا مہر مثل ہے۔

خاندانی عورت سے مراد وہ خیالی ہی لڑکیاں مراد ہیں نہ کہ نہالی۔ جیسے بہن پھوپھیاں چچا زاد بہنیں وغیرہ۔ مہر مثل میں ماں کے مہر کا اعتبار نہیں۔ ہاں اگر ماں بھی باپ کے خاندان ہی کی ہے تو اس کا مہر بھی مہر مثل ہوگا۔

### کن کن عورتوں کو کتنا اور کس قسم کا مہر ملے گا

مطلقہ اور متوفی عنباز و جہا عورتیں جن کو اب تک مہر نہیں ملا ہے اس کی چار قسمیں ہیں اور ہر ایک کو مہر ملنے کی صورتیں مختلف ہیں جس کو قدرے تفصیل کیساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔

- (۱) پورا مہر مسمیٰ لینے والی وہ عورت ہے جس کو دخول یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق ہوئی اور اس سے قبل اس کا مہر بھی متعین ہو چکا تھا تو اس کو پورا مہر اور عدت کا خرچہ بھی ملے گا۔ نیز زوجین میں سے کوئی مر جائے اور اس کا مہر بھی پہلے سے متعین تھا تو اس کو بھی پورا مہر ملے گا۔ اگرچہ موت، وطی اور خلوت سے پہلے ہوئی ہو۔
- (۲) پورا مہر مثل لینے والی وہ عورت ہے جس کو وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد

۱. والحرۃ مہر مثلھا الشرعی مہر مثلھا اللغوی ای مہر امرأة تماثلھا من قوم ابیھا لا ابھا ان لم تکن من قومہ کبنت عمہ ولی الخلاصہ یعتبر باخواتھا وعلما الخ وتعتبر المماثلة فی الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکراة وثبوتہ وعفة وعلما وادبا وکما خلق (برمختلر علی ہامش شامی صفحہ ۲۸۱ تا ۲۸۲ جلد ۴)

۲. ومن سمی مہراً عشرة فملا زاد فعليه العسمی ان دخل بها او مات عنها (ہدایہ صفحہ ۳۲۴ جلد ۲)

طلاق ہوئی اور اس سے قبل اس کا مہر متعین نہیں ہوا تھا تو اس کو پورا مہر مثل ملے گا۔ (اور عدت کے خرچے کی بھی مستحق ہوگی) نیز اسی طرح زوجین میں سے کوئی وفات پا جائے اور اس کا مہر متعین نہیں تھا تو اس کو بھی پورا مہر مثل ملے گا اگرچہ وطی یا خلوت صحیحہ سے قبل ہی موت ہوئی ہو۔ نیز زوجین خواہ عدم بلوغ کی ہی حالت میں انتقال کر جائیں۔

اس سلسلے میں ایک حدیث بھی ملتی ہے جو مذکورہ مسئلہ کی دلیل ہے۔

عن علقمة عن ابن مسعود انه سئل عن رجل تزوج امرأة ولم يفرض لها شياء ولم يدخل بها حتى مات فقال ابن مسعود لها مثل صداق نساها ولا وكس ولا شطط وعليها العدة ولها الميراث فقال معقل ابن سنان الاشجعي فقال قضى (رسول الله صلى الله عليه وسلم) في بروع بنت واشق امرأة منا بمثل ما فضبت ففرح بها ابن مسعود ۲۔

حضرت علقمہ عن حضرت عبداللہ ابن مسعود کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ ان سے ایک ایسے شخص کے سلسلے میں سوال کیا گیا جس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کا کچھ مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا اور پھر اس نے ابھی اپنی بیوی سے دخول بھی نہیں کیا تھا (یعنی نہ تو جماع کیا تھا اور نہ خلوت صحیحہ ہوئی تھی) کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ (حضرت ابن مسعود نے ایک مہینہ تک اس مسئلہ پر غور و فکر کرنے کے بعد اپنے اجتہاد سے) فرمایا کہ اس عورت کو دوسری خاندانی عورت کا

مہر مثل ملے گا نہ اس میں کوئی کمی ہوگی نہ زیادتی نیز اس عورت پر (شوہر کی وفات کی)

۱۔ والمہر یتاکد بلعد معان ثلاثة، الدخول، والخلوة للصحيحة، وموت احد الزوجين سؤله كان مسمى او مهر المثل للغير وان تزوجها ولم يسم لها مهر او تزوجها على ان لا مهر لها فلها مهر مثلها ان دخل بها او مات عنها وكذا اذا ملئت هي (عالم گیری ۳۰۳ تا ۳۰۴ جلد ۱)

۲۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۷ جلد ۲)

عدت بھی واجب ہوگی اور اس کو میراث بھی ملے گی یہ سکر حضرت معقل ابن سنان اشجعیؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے خاندان کی ایک عورت بروء بنت واشق کے بارے میں یہی حکم دیا تھا جو اس وقت آپ نے بیان کیا حضرت ابن مسعودؓ اس پر خوش ہوئے (کہ حق تعالیٰ نے میری رہبری فرمائی اور میرا یہ فیصلہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق ہوا)۔

(۳) متعینہ مہر کا نصف پانے والی وہ عورت ہے جس کو وطی اور خلوت صحیحہ سے قبل طلاق دی گئی ہو اور اس سے پہلے اس کا مہر بھی متعین ہو چکا تھا تو اس کو مہر مسمیٰ کا نصف ملے گا۔ اور اسکو عدت بھی گزارنی ہوگی۔ قرآن میں بھی اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَيُصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بَيْنَهُ عَقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۚ

اگر تم نے عورتوں کو طلاق دیدی ہے ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور تم نے انکا مہر بھی اس سے قبل مقرر کر دیا تھا تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہوگا یہ اور بات ہے کہ عورت نری برتے (اور معاف کر دے) یا وہ مرد جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے نری سے کام لے (اور پورا مہر دیدے)

اور تم کو نری ہی سے کام لینا چاہئے (کہ پورا مہر دیدو) کیونکہ یہ تقویٰ کے زیادہ مناسب ہے اور آپسی معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو تمہارے اعمان کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

(۴) متعہ پانے والی وہ عورت ہے جس کو وطی اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق

۱۔ ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوة (درمختار) (ویجب نصفہ) ای نصف المہر المنکوح وهو العشرة ان سلما او دونها او الاكثر منها ان ساء (شملی صفحہ ۲۳۵ جلد ۱)

۲۔ سورہ بقرہ پارہ ۲ آیت ۲۲۷

دیدگی گئی اور اس سے قبل اس کا مہر بھی متعین نہیں ہوا تھا تو اس کو مہر نہیں ملے گا کیونکہ اس کا مہر تو متعین تھا نہیں اور خلوت صحیحہ نہ ہونے کی وجہ سے مہر مؤکد بھی نہیں ہوا تو یہ خالی کی خالی رہ گئی، مگر نکاح ہونے کے بعد نکاح توڑ دینے سے عورت کا کچھ نہ کچھ نقصان تو ضرور ہوا اس لئے اس کی تلافی کیلئے اللہ کی جانب سے اس عورت کو متعہ دینے کا حکم ہوا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمْ  
النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ  
تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتَّعُوهُنَّ  
عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرَهُ وَعَلَى  
الْمُقْتَرِ قَدَرَهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ  
حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ۱

اور تم پر کوئی مواخذہ نہیں اگر بیویوں کو  
ایسی حالت میں طلاق دیدو کہ نہ تو ان  
کو تم نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ ان کیلئے  
کچھ مہر مقرر کیا ہے تو ان کو فائدہ پہنچاؤ  
(کچھ نہ کچھ دیکر) صاحب وسعت  
کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق

ہے اور تنگدست کے ذمہ اس کی حیثیت کے موافق۔ ایک خاص قسم کا فائدہ پہنچانا ہے  
قاعدہ کے موافق واجب ہے خوش معاملہ لوگوں پر۔

نیز متعہ پانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر زوجین نے اپنی رضامندی  
سے یا قاضی کے ذریعہ نکاح کے بعد مہر مقرر کیا اور طلی یا خلوت صحیحہ سے قبل طلاق یا  
تفریق ہو گئی تو اس کو بھی مہر کے بجائے متعہ ملے گا۔

البتہ طلی اور خلوت صحیحہ کے بعد طلاق اور تفریق ہوئی ہے تو پھر پورا مقرر کردہ

مہر ملے گا۔ ۲

۱ سورہ بقرہ آیت ۲۳۶

۲ ولو فرض القلضی لہا مہرا او فرض الزوج بعد العقد فی حال التلکید یتأكد کما یتأكد  
مہر المثل وان طلقها قبل الدخول تجب المنة ولا ینتصف المفروض (علم گیری صفحہ ۳۰۴  
جلد ۱)

## متعہ کی وضاحت

متعہ کے معنی لغت میں تحفہ، زاد قلیل، نفع رسانی کے ہیں کہ عارضی اور وقتی فائدہ اٹھایا جاسکے اصطلاح شرع میں متعہ تین کپڑے کا ایک جوڑا (کرتا، اوڑھنی، ایک ایسی چادر جو سر سے پاؤں تک لپیٹی جاسکے) کا نام ہے جو مطلقہ عورت کو دیا جائے۔ اگر کپڑے نہیں تو اس معیار کی دوسری چیزیں جو اس علاقے میں رائج ہوں یا اس کی قیمت اس طور پر دی جائے کہ مہر مثل کے نصف سے زیادہ نہ ہو۔ عورت کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

## متعہ کا حکم اور اس کا معیار

متعہ دینا شوہر پر واجب ہے نہ دینے پر گنہ گار ہوگا۔ متعہ شوہر کی حیثیت کے مطابق دیا جائے گا شوہر اگر غریب ہے تو سونی کپڑا وغیرہ دیگا جو پانچ درہم سے کم کا نہ ہو اور اگر مالدار ہے تو اعلیٰ معیار مثلاً ریشم وغیرہ کے کپڑے دیگا جو مہر مثل کے نصف سے زیادہ نہ ہوں اگر متوسط ہے تو متوسط درجے کے کپڑے دے گا۔

## متعہ مستحب

مذکورہ بالا جن عورتوں کو کچھ مہر نہیں ملتا ان کو متعہ دینا واجب ہے البتہ ان کے علاوہ باقی عورتوں کو جن کو پورا یا کچھ نہ کچھ مہر ملتا ہے متعہ دینا مستحب ہے کہ رخصت کرتے وقت کپڑے وغیرہ دیکر خوشی کیساتھ رخصت کرے۔

۱۔ وتجب متعة لمفوضة وهي من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطء وهي درع وخمار وملحفة لا تزيد على نصفه اي نصف مهر المثل لو الزوج غنيا ولا تنقص عن خمسة ابرام لو فقيرا وتعتبر المتعة بحلها كما لنفقة به يفتي (درمختلر) (وتعتبر المتعة بحالها) اي فان كانا غنيين فلها الا على من الثياب او فقيرين فالانسي او مختلفين فالوسط وما ذكره قول الخصاب وفي الفتح لانه الاشبه بلنفقة والكرخي اعتبر حلها واختاره القدوري والامام السرخسي اعتبر حله وصححه في الهداية (شلمی صفحہ ۲۴۰ جلد ۱)

۲۔ وتستحب المتعة لمن سولها اي المفوضة (درمختلر علی هامش شلمی صفحہ ۲۴۰ جلد ۱)

## نکاح فاسد میں وطی اور خلوت صحیحہ سے قبل فرقت ہوگئی تو مہر ومتعہ کچھ بھی نہیں ملے گا

پانچویں قسم ان عورتوں کی ہے جن کو نہ مہر ملے گا نہ متعہ اس کی صورت یہ ہے کہ نکاح کے ارکان صحیح طور سے نہ پائے جانے کی وجہ سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوا بلکہ باطل ہو گیا یا شرائط نکاح کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے نکاح فاسد ہوا مثلاً بغیر گواہ کے خفیہ نکاح ہوا یا ایسے بہرے گواہ کی موجودگی میں نکاح ہوا جو ایجاب و قبول کو نہ سن سکے یا اپنی محرمات میں سے کسی سے نکاح کیا یا زوجین ہم مذہب نہیں ہیں یا کسی عورت سے عدت میں نکاح کیا یا خنثی مشکل سے نکاح کیا یا انسان کے بجائے جنات وغیرہ سے نکاح کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو ان تمام صورتوں میں اگر مرد نے وطی نہیں کی اور فرقت واقع ہوگئی تو عورت کو نہ مہر ملے گا اور نہ متعہ البتہ اگر عورت سے جماع کر چکا ہے تو پھر مرد پر مہر لازم ہوگا۔ اگر متعینہ مہر مہر مثل سے کم ہے تو متعینہ، ورنہ مہر مثل دیا جائے گا۔

نوٹ: یہاں پخلوت صحیحہ وطی کے حکم میں نہیں ہوگی بلکہ مہر کے لزوم کیلئے وطی شرط ہے۔ نیز اسی طرح وطی اور خلوت صحیحہ سے قبل زوجین کے مابین ایسی فرقت واقع ہو جائے جو طلاق کے حکم میں نہیں ہے جیسے خیاب بلوغ کی وجہ سے وطی اور خلوت صحیحہ سے قبل فرقت ہوگئی تو ان صورتوں میں پورا مہر ساقط ہو جائے گا خواہ یہ فرقت عورت کی طرف سے ہوئی ہو یا اس کا سبب مرد کی طرف سے ہو۔

۱۔ ويجب مهر المثل في نكاح فاسد وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود بالوطء في الغيل لا بغيره كالخلوة لحرمة وطمها ولم يزد مهر المثل على المسمى لرضائها بالخط ولو كان دون المسمى لزم مهر المثل لفساد التسمية بفساد العقد (درمختار علی هامش شامی صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۵ جلد ۴)

۲۔ (فصل) اما بیان ما یسقط به کل المهر فالمهر کله یسقط باسباب اربعه منها الفرقة بغير طلاق قبل للدخول بالمرأة وقبل الخلوة بها فكل فرقة حصلت بغير طلاق قبل الدخول وقبل الخلوة نسقط جميع المهر سواء كلفت من قبل المرأة او من قبل الزوج ولانما كان كذلك لان الفرقة بغير طلاق تكون فسخاً للعقد وفسخ العقد قبل للدخول یوجب سقوط کل المهر لان فسخ العقد رفعه من الاصل وجعله كان لم یکن (بدائع الصنائع صفحہ ۵۹۰ جلد ۲)



## وطی بالشبہ سے بھی مہر مثل لازم ہوگا

اگر کسی نے ایسی خاتون سے وطی کی جس کی حلت میں شبہ ہو (یعنی مرد یہ سمجھ رہا ہو کہ یہ میری بیوی ہے حالانکہ وہ اس کی بیوی نہیں) تو ایسی عورت کو مہر مثل دینا پڑیگا اور عورت عدت بھی گزارے گی بغیر عدت گزارے نہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور نہ اپنے شوہر کے پاس رہ سکتی ہے۔ مگر یہ زنا بھی نہیں کہلایگا اس سے بچہ جو پیدا ہوگا اسی سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔

## وطی بالشبہ کی قسمیں

وطی بالشبہ کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وطی بشبہہ المحل۔ اسکو وطی بشبہہ الملک اور بشبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایسی عورت سے جماع کیا کہ دلائل سے اس کی حلت میں شبہ ہو اگرچہ قوی دلیل سے حلت ثابت نہ ہو۔ جیسے کسی نے اپنی اس معتدہ سے وطی کر لی جس کو الفاظ کنائی سے طلاق دی ہے اور پھر وہ اس طلاق کی عدت میں ہو۔ یا اپنی اس بیوی سے وطی کی جو مصاہرت یا ارتداد کی وجہ سے حرام ہو گئی ہو۔ (۲) وطی بشبہہ الفعل جسے وطی بشبہہ الاشتباہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی ایسی خاتون سے وطی کیا کہ دلائل سے تو اس کی حلت میں شبہ نہ ہوتا ہو مگر وطی کرنے والے نے غیر دلیل کو دلیل سمجھ کر وطی کو جائز گمان کر لیا ہو۔ جیسے کسی نے لفظ صریح سے تین طلاق والی مطلقہ سے یا طلع یا طلاق بالمال والی بائندہ سے یا ایسی خاتون سے وطی کی جس کو عورتوں نے اس کے پاس بیوی کہہ کر بھیج دیا ہو تو ان تمام صورتوں میں حرمت ثابت ہے مگر کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے حلت کا شبہ ہوتا ہے۔

(۳) وطی بشبہہ العقد۔ یعنی ایسی خاتون سے وطی کی کہ صورنا اس کے ساتھ

عقد نکاح کا ایجاب و قبول ہوا لیکن شرعاً نکاح متحقق نہ ہوا ہو۔ جیسے محرمات ابدیہ، یا غیر کی منکوحہ یا معتدہ یا اپنی مطلقہ ثلاثہ سے (حلالہ کے بغیر) نکاح کے بعد وطی کی یا پانچ عورتوں یا دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کر کے وطی کی یا ایک بہن کے نکاح میں

رہتے ہوئے دوسری بہنوں سے نکاح کے بعد وطی کی یا نکاح فاسد کے بعد وطی کی۔ تو ان تمام صورتوں میں اگرچہ صورتاً نکاح کا ایجاب و قبول ہوا ہے لیکن حقیقہ و شرعاً نکاح نہیں ہوا اس لئے ایسے نکاح کے بعد وطی کرنے کو وطی بشبہۃ العقد کہا جاتا ہے۔  
وطی بالشبہ کی ان تینوں قسموں میں وطی کرنے والے پر موطوءہ کیلئے مہر مثل واجب ہوگا۔

### مہر مسمیٰ میں شوہر نے نکاح کے بعد اضافہ کر دیا

بوقت عقد نکاح زوجین کی رضا مندی سے دونوں کی حیثیت کے مطابق مہر طے ہوا مگر نکاح کے بعد متعینہ مہر میں شوہر نے اپنی خوشی سے اضافہ کر دیا تو یہ زیادتی سمیت پورا مہر شوہر پر واجب ہوگا نہ ادا کرنے پر گنہگار ہوگا بشرطیکہ طلاق یا فرقت وطی اور خلوت صحیحہ کے بعد ہوئی ہو یا دونوں میں سے کسی کی موت ہو گئی ہو خواہ وطی اور خلوت صحیحہ نہ پائی گئی ہو لیکن اگر وطی اور خلوت صحیحہ سے قبل طلاق واقع ہو گئی تو پھر اضافہ شدہ مہر ساقط ہو کر صرف مہر مسمیٰ کا نصف ملے گا۔ ۲۔

اسی طرح عورت اپنی مرضی سے مہر میں کمی کر سکتی ہے کیونکہ مہر اس کا حق ہے

۱۔ الشبهة ما يشبه الثابت وليس بثابت في نفس الأمر وهي ثلاثة أنواع شبهة حكمية في المحل وشبهة اشتباه في الفعل وشبهة في العقد الخ لأحد بل لازم بشبهة المحل أي الملك وتسمى شبهة حكمية ... وان ظن حرمة كوط ... معتدة الكنايات ولو خلفا خلاعن مال وان نوى بها ثلاثاً نهر لقول عمر رضي الله عنه الكنايات رواجع ... ووط ... زوجة حرمت برزتها أو مطاوعتها لابنه أو جماعه لأنها أو بنتها لأن من الأئمة من لم يحرم به ... ولأحد ابضا بشبهة الفعل وتسمى شبهة اشتباه أي شبهة في حق من حصل له اشتباه ان ظن حله ... كوط ... معتدة الثلاث ولو جملة ... ومعتدة الطلاق على مال وكذا المختلفه على الصحيح بدائع كوط ... و ... وط امرأة زفت اليه وقال النسله هي زوجتك ولم تكن كذلك معتدا ... خيرهن ... ولأحد ابضا بشبهة العقد أي عقد النكاح عنده أي الامام كوط محرم نكحها : او وط في نكاح بغير شهود (درمختلر على هامش شامي صفحه ۲۶ تا ۳۴ جلد ۶ ومستفاد مجموعه قوانين اسلامي ۱۰۹ تا ۱۱۰)

۲۔ او زيد على ما سمي فلانها تلزمه (درمختلر) أي الزيادة ان وط أو مات عنها وهذا التفريع مستفاد من مفهوم قوله لا ينصف أي بالطلاق قبل الدخول فيفيد لزومه وتأكده بالدخول ومثله الموت (شامي صفحه ۲۴۶ جلد ۴)

اس لئے وہ اپنا حق ساقط کر سکتی ہے۔

### مہر کی شرعی مقدار

شریعت میں زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم مہر کی حد متعین ہے اس سے کم باندھنے کا کوئی اعتبار نہیں وہ دس درہم یا اس کی قیمت ہے اوس درہم کا وزن ساڑھے اکتیس ( $31\frac{1}{2}$ ) ماشہ چاندی اور تولہ کے حساب سے دو تولہ ساڑھے سات ( $7\frac{1}{2}$ ) ماشہ چاندی ہے، گرام کے حساب سے تیس (30) گرام (618 ملی گرام) چاندی ہوتی ہے آج یعنی ۲۰۰ء میں تقریباً تین سو (300) روپے اس کی قیمت ہوتی ہے۔<sup>۲</sup>

### کوئی چیز مہر بن سکتی ہے

ہر وہ چیز مہر بن سکتی ہے جس سے فائدہ اٹھانا جائز ہو اور وہ چیز معلوم اور متعین ہو اور انسان کو اس کی ادائیگی پر قدرت بھی ہو جیسے سونا، چاندی، یا ان سے ڈھلے ہوئے سکے، یا اس کے مثل رائج کرنسی (نوٹ پیسے)، کیلی و موزونی اشیاء (جیسے غلہ پھل فروٹ دودھ گھی شہد) یا دیگر سامان تجارت یا کسی چیز کی منفعت جیسے غلام، نوکر، مزدوران کے علاوہ مہر میں مکان، زمین، جانور وغیرہ کو بھی مقرر کر سکتے ہیں۔

لیکن ایسی چیز جس سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں اور وہ معلوم و متعین بھی نہ ہو اور نہ اس کی ادائیگی پر قدرت ہو تو اس کو مہر قرار دینا درست نہیں اگر مہر قرار دیدیا تو نکاح منعقد تو ہو جائیگا مگر مہر مثل واجب ہوگا جیسے مہر میں حرام چیزیں خون، شراب، خنزیر

۱۔ بلب المہر (واقلة عشرة دراهم) ای لقل المہر شرعاً للحديث لا مہر اقل من عشرة دراهم الخ و مراد المصنف ان اقله عشرة او مايقوم مقامها بالقيمة (بحر الرائق صفحہ ۲۴۹ تا ۲۵۰ جلد ۳)

۲۔ اوزان شرعیہ از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بحوالہ جواہر الفقہ ص ۴۰۷ تا ۴۲۹ جلد ۱۔

یا دوسرے کی ملکیت کی کسی چیز کو مہر قرار دینا درست نہیں اگر قرار دیدیا تو اسکے عوض مہر  
مثلاً لازم ہوگا۔

### مہر فاطمی کی مقدار

حضرت فاطمہؑ کا مہر جس کو عرف عام میں مہر فاطمی کہتے ہیں چار سو (۴۰۰) مثقال چاندی تھی۔ جو اٹھارہ سو (۱۸۰۰) ماشہ چاندی اور تولہ کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ہوتی ہے آج کے موجودہ گرام کے حساب سے ایک کلو چھ سو پینتیس گرام چاندی ہوتی ہے چاندی کی قیمت چونکہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اس لئے ادا کرتے وقت بازار سے معلوم کر کے اس کی قیمت ادا کی جائے۔

مہر فاطمی سنت اور موجب برکت ضرور ہے جس کو قدرت ہو اس کو اس سنت پر عمل کرنا بہتر ہے مگر مہر فاطمی باندھنے پر اصرار نہیں کہ باندھنا ہی چاہئے بلکہ اگر اس مقدار میں مہر ادا کرنے کی قدرت نہ ہو تو پھر اپنی استطاعت کے بقدر ہی باندھنا چاہئے تاکہ سہولت سے ادا ہو سکے۔

### حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ کے علاوہ

۱۔ وغیرہ الدراہم يقوم مقامها باعتبار القيمة وقت العقد في ظاهر الرواية حتى لو تزوجها على ثوب او مكيل او موزون وقيمته يوم العقد عشرة فصولت يوم القبض لقل ليس لها الرد وفي العكس لها ما نقص كذا في النهر الفائق ..... المهر انما يصح بكل ما هو مال متقوم والمنافع تصلح مهرا غير ان الزوج اذا كان حرا وقد تزوجها على خدمته اياها جلاز النكاح ويقضى لها بهر المثل عند ابى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالى هكذا في الظاهرية ... وكذا لو تزوج المسلم المسلمة على ميتة او دم او خمر او خنزير لم تصح المسمية ولو تزوجها على منافع سائر الاعيان من سكنى دلوہ وركوب دابته والحمل عليها وزراعة لرضه ونحو ذلك من منافع الاعيان مدة معلومة صحة التسمية (علم گیری ۳۰۲-۳۰۳ جلد ۱)

۲۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى اربنى ان لزوج فاطمة من علي وقد زوجته على اربع مائة ومثقال فضة (تاريخ الخميس صفحہ ۳۶۲ جلد ۱ ماخوذ حاشیہ بہشتی زیور صفحہ ۴۲ حصہ ۶ ج (مستفاد فتاویٰ محمودیہ ولحسن الفتاویٰ مظاہر حق)

تمام صاحبزادیوں اور ازواج مطہرات کا مہر حضور ﷺ نے پانچ سو درہم چاندی مقرر فرمایا تھا۔ پانچ سو درہم چاندی کی مقدار پانچ سو پچتر (۵۷۵) ماشہ تقریباً ایک سو اکتیس (۱۳۱) تولہ چاندی ہے ہمارے یہاں کے حساب سے ایک کیلو پانچ سو تیس (۵۳۰) گرام چاندی ہوتی ہے۔

حضرت ام حبیبہؓ کا مہر چار ہزار چار سو (۴۴۰۰) دینار تھا اس کا وزن بارہ ہزار چھ سو (۱۲۶۰۰) ماشہ چاندی ہے ہمارے ہندوستانی وزن کے حساب سے بارہ کیلو دو سو سینتالیس (۱۲۳۷۷) گرام چاندی ہوتی ہے۔ جو حضور ﷺ نے خود ادا نہیں کیا تھا بلکہ اصحہ نجاشی شاہ حبش نے حضور ﷺ کی طرف سے ادا کیا تھا۔ ۲۔

### زیادہ مہر باندھنے کے سلسلے میں غلط معاشرہ

مہر کی ادائیگی لازمی اور ضروری ہے اس لئے مہر اتنا ہی مقرر کیا جائے کہ شوہر اپنی استطاعت اور حیثیت کے مطابق سہولت سے ادا کر سکے مگر آج لمبا چوڑا مہر باندھنے کا ایسا عام رواج ہو چکا ہے کہ لوگ اس کو فخر سمجھتے ہیں لڑکے والوں کا امتحان اور لڑکی کی شان و شوکت کا اظہار زیادہ مہر باندھ کر کیا جاتا ہے زبانی جمع خرچ کے طور پر مہر مؤجل (ادھار مہر) باندھ دیا جاتا ہے جس کی ادائیگی کی نیت بالکل نہیں ہوتی۔ ڈھیر سے ڈھیر مہر باندھنے کا ایک عذر یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ شوہر مہر کے بوجھ کی وجہ سے بیوی کو چھوڑ نہ سکے۔ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ عذر لغو ہے اول تو جن کو چھوڑنا ہوتا ہے چھوڑ ہی دیتے ہیں پھر کچھ بھی ہو اور جو مہر کے تقاضے کے خوف سے نہیں چھوڑتے وہ چھوڑنے سے بدتر کر دیتے ہیں یعنی نہ طلاق دیتے ہیں اور نہ پاس رکھتے

۱۔ عن عمر بن الخطاب قال ... ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيلا من نسائه

ولا انكح شيلا من بناته على اكثر من اثنتي عشرة اوقية (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۷ جلد ۲)

۲۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۷ جلد ۲)

ہیں بیچ میں معلق رکھتے ہیں نہ ادھر کی نہ ادھر کی ان کا کوئی کیا کر لیتا ہے یہ سب فضول عذر ہے اصل میں یہ افتخار اور شان و شوکت کیلئے ایسا کیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے (ان اعظم النکاح بركة ایسروہ مؤلفہ ۲) کہ سب سے بابرکت اور مسعود نکاح وہ ہے جس میں مالی بار (مہر) کم سے کم ہوتا کہ دشواریوں میں مبتلا نہ ہونا پڑے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ایک خطبہ میں زیادتی مہر سے منع کرتے ہوئے بلغ انداز میں فرمایا تھا کہ:

الا لا تغالوا بصدق النساء فانها خبردار عورتوں کا مہر زیادہ باندھ کر غلومت  
لو كانت مكرمة في الدنيا او کیا کرو اگر زیادہ مہر دنیا میں عزت کی  
تقوى عند الله كان اولاً کم بھا بات ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقویٰ اور  
النبي ﷺ ۳ پسندیدہ چیز ہوتی تو اللہ کے نبی ﷺ اس  
کے زیادہ مستحق تھے کہ وہ اپنا مہر زیادہ باندھتے۔

بہت کم مہر باندھنا بھی غیر مناسب ہے

جس طرح بہت زیادہ مہر طے کرنا شریعت میں مطلوب نہیں اسی طرح بہت کم اور معمولی مہر مقرر کرنا بھی خلاف سنت ہے بعض علاقے اور بعض برادریوں میں اتنا کم مہر مقرر کیا جاتا ہے کہ سن کر ہنسی آ جاتی ہے اس سے صرف عورتوں کی ناقدری اور بے وقعتی ہی نہیں بلکہ شریعت کے ایک حکم کی توہین بھی سمجھی جاتی ہے اس سلسلے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہئے شریعت میں زیادہ مہر کی حد اس لئے مقرر نہیں کی گئی ہے کہ شوہر اپنی استطاعت کے مطابق مقرر کرے اور سہولت سے ادا کر سکے۔

۱ (بہشتی زیور صفحہ ۴۱ حصہ ۶)

۲ (مشکوٰۃ ۲۶۸ جلد ۲)

۳ ابوداؤد شریف صفحہ ۲۸۷ جلد ۱

## مہر نہ ادا کرنے پر وعید

مہر بیوی کا حق ہے شوہر پر ایک قسم کا قرض ہے ادا نہ کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اسی سلسلے میں حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ جناب آقا ﷺ نے فرمایا ہے۔

من تزوج امرأة بصدق بنوی ان کہ جس نے مال مہر کے عوض کسی عورت لا یودیہ فہو زان ومن ادا ان دینا سے نکاح کیا اور نیت یہ رکھی کہ اس مہر کو بنوی ان لا یقضیہ فہو سارق! ادا نہ کریگا تو وہ دراصل زانی ہے اور جس نے قرض لیا اور نیت یہ کی کہ قرض ادا نہ کریگا تو دراصل وہ چور ہے۔

(فائدہ) جب مہر بھی ایک طرح کا قرض ہے تو اس کا ادا نہ کرنا اور دنیا سے چلا جانا آخرت میں مواخذہ کا سبب ہے حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا جس نے قرض ادا نہیں کیا تھا۔

## مہر معاف کرانے کا رواج اور اس کا شرعی حکم

یہ رواج بھی عام طور سے رائج ہے کہ مہر مؤجل (ادھار مہر) خوب زیادہ مقرر کر کے پھر اس کو معاف کر لیا جاتا ہے اب اس معافی کی دو صورتیں ہیں (۱) ادل یہ کہ عورت کے مرض الوفات میں شوہر معاف کرائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ معافی شرعاً معتبر نہیں کیونکہ اب مہر میں عورت کی ملکیت ختم ہو کر اس کے ورثاء کی ملکیت ثابت ہو چکی ہے اور درمختار میں ہے کہ مرض الموت کا ہبہ وغیرہ بحکم وصیت کے ہے اور وارث کیلئے وصیت جائز نہیں (لا وصیۃ لوارث) حدیث کی وجہ سے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ عورت اپنی زندگی میں معاف کرتی ہے خواہ شوہر کے

مرنے کے وقت معاف کرے تو یہ اس کا حق ہے معاف کر سکتی ہے۔  
قرآن میں بھی اس کو بیان کیا گیا ہے۔

وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُنَّ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا ۚ  
کہ تم لوگ اپنی بیویوں کو مہر خوش دلی سے دیدیا کرو ہاں اگر وہ خوش دلی سے چھوڑ دیں اس مہر میں سے کچھ (یا کل)

تو تم اس کو مزید ار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ اب ہم کو اپنے معاشرے میں ذرا غور کرنا چاہئے کہ کیا یہ معافی خوش دلی سے ہو رہی ہے ہرگز نہیں خوش دلی سے معافی پر اس کو اس وقت محمول کر سکتے ہیں جبکہ اکا دکا کبھی کبھار کوئی شخص مہر کی ادائیگی سے عاجز و لاچار ہو جائے اور پھر عورت اس پر رحم کھا کر محبت میں آکر معاف کر دے۔ مگر موجودہ دور کا حال ایسا نہیں ہے معاف کرانے کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ شوہر خواہ کتنا ہی مالدار اور صاحب استطاعت کیوں نہ ہو پھر بھی معاف کرانے کے سوا مہر کی ادائیگی کو ضروری نہیں سمجھتا اور عورت بھی رسم و رواج کے دباؤ میں آکر محض بدنامی کے ڈر سے مجبوراً معاف کر دیتی ہے حضرت تھانویؒ آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کسی جبر سے معاف کرے وہ عند اللہ معاف نہیں ہوتا۔ ۳

مہر سے چھٹکارے کیلئے حیلہ

اگر بیوی سے مہر کی معافی کے ایسے کلمات کہلائے جن کو وہ سمجھ بھی نہیں پارہی ہے اور شوہر بیوی کو اس سے آگاہ بھی نہیں کر رہا ہے تو اس سے ہر صاف نہیں ہوگا مہر سے سبکدوشی کی دو ہی صورت ہے یا تو اس کو ادا کر دے یا خود عورت خوش دلی سے معاف

۱۔ وصح حطها لکله او بعضه عنه (برمختار) وان لا تكون مریضة مرض الصوت ... ولو وهبت فی مرضها فمات قبلها فلا دعویٰ لها بل لورثتها بعد موتها (شلمی ۲۴۸ جلد ۴)  
۲۔ سورة النحل آیت ۴ ۳۔ بیان القرآن



کردے اس کے علاوہ مہر سے چھٹکارے کی کوئی صورت اور کوئی حیلہ نہیں ہے۔  
**مہر معاف کراتے وقت گواہ کا موجود ہونا**

مواخذہ اخروی سے بچنے اور دیانۃ معاف ہونے کے لئے گواہوں کا موجود ہونا بوقت معافی ضروری نہیں ہے مگر جب عورت مہر کی معافی سے انکار کر دے کہ میں نے معاف نہیں کیا ہے تو پھر قاضی کے سامنے ایسے دو شرعی گواہ کا پیش کرنا شوہر پر واجب ہوگا جو معافی کے وقت موجود تھے بغیر گواہ پیش کئے شوہر کے معافی کا دعویٰ قضاءً معتبر نہیں ہوگا۔ ۲

**مہر معاف کرنے کے بعد مطالبہ کا حق نہیں**

بغیر جبر و اکراہ کے جب عورت نے مہر معاف کر دیا تو پھر دوبارہ مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ بعد میں میاں بیوی کے مابین رشتہ نکاح ختم ہو گیا ہو۔  
 مہر کے سلسلے میں زوجین کے اختلاف کے وقت شوہر کے قول کا اعتبار ہوگا شوہر نے کوئی چیز دی تھی بعد میں عورت کہتی ہے کہ تم نے یہ چیز مجھے بطور ہدیہ یا تحفہ دی تھی اور شوہر دعویٰ کرتا ہے کہ نہیں میں نے یہ چیز بطور مہر دی تھی تو اس اختلاف کی صورت میں قسم کیساتھ شوہر کے قول کا اعتبار ہوگا البتہ کھانے پینے کی کوئی چیز شوہر نے دی تھی تو اس کو مہر میں محسوب نہیں کیا جائے گا اور شوہر کے قول کا اعتبار نہ ہوگا قسم کے ساتھ عورت کے قول کا اعتبار ہوگا۔ ۳

۱ (فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۲۵۶ جلد ۸)

۲ (فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۲۵۷ جلد ۸ صفحہ ۳۰۵ جلد ۸)

۳ اذا وهب لحد الزوجين لصلحبه لا يرجع في الهبة وان انقطع النكاح بينهما (فتاویٰ قاضیخان علی ہامش علم گیری صفحہ ۲۷۴ جلد ۳ فصل فی الرجوع فی الهبة)

۴ ولو بعث الى امرأته شيئاً ولم ينكر جهة عند الدفع غير جهة المهر... فقلت هو ای الميعوث هدية وقال هو من المهر... فالقول له ببينه... في غير المهيل للاكل... والقول لها ببينها في الهبة له كخبز ولحم مشوي لان الظاهر يكذبه (درمختلر علی ہامش شامی صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۳ جلد ۴)

(مسئلہ) شوہر نے کچھ رقم مہر کے عوض دی تو اتنی رقم ادا ہو جائے گی اگرچہ

عورت کو اس کی اطلاع نہ دی ہو۔

## مہر کی مقدار میں اختلاف ہو جائے

نکاح کے بعد زوجین کے مابین مقدار مہر میں اختلاف ہو جائے بایں طور کے

شوہر کم اور عورت زیادہ کی دعویٰ ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) اگر میاں بیوی دونوں ہی شہادت پیش کریں تو جس کا دعویٰ مہر کے خلاف اور بعید ہوگا اسی کا قول معتبر ہوگا (۲) اگر صرف ایک فریق نے اپنے دعویٰ پر شہادت پیش کی تو ہر حال میں اسی کا دعویٰ معتبر ہوگا خواہ اس کا دعویٰ مہر مثل کے موافق ہو یا مخالف (۳) اگر دونوں ہی اپنے دعویٰ پر بینہ قائم کرنے سے عاجز رہیں تو قسم کے ساتھ اس فریق کی بات مانی جائے گی جس کا دعویٰ مہر مثل سے زیادہ قریب ہے۔

## مہر قسط وار ادا کرنا طے پایا

اگر مہر تھوڑا تھوڑا قسط وار ادا کرنا طے پائے تو جائز ہے سہولت جس طرح ادا

کرنے میں ہوا داکر سکتے ہیں پورا مہر ایک ہی مرتبہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

## کسی برادری میں مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کرنا

کسی فرد یا کسی جماعت کو یہ حق نہیں ہے کہ مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کر دے کہ اس سے کمی زیادتی کی اجازت نہ ہو ہر شخص خواہ مخواہ اس مقدار پر مجبور ہو جائے کیونکہ جب شریعت نے اس کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں کی تو دوسرا کون ہوتا ہے

۱۔ وإن اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شہد لہ مہر المثل بیمنہ وای أقام بینۃ قبلت سواء شہد مہر المثل لہ أولہا لولا ولا وإن أقام البینۃ فیینتہا مقدمۃ ان شہد مہر المثل لہ و بینتہ مقدمۃ ان شہد مہر المثل لہا لان البینات لا ثبات خلاف الظلم (درمختلر علی هامش شامی ۲۹۷ جلد ۴)

۲۔ (امداد الفتاویٰ صفحہ ۲۹۴ جلد ۲)

متعین کرنے والا البتہ شریعت نے کم سے کم مقدار تو متعین کر دی ہے کہ دس درہم سے کم جائز نہیں اور اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں!

طلاق کے بعد پھر دوبارہ اسی شوہر سے نکاح ہوا تو دوہرا مہر واجب ہوگا  
 وطی یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی گئی خواہ طلاق بائن، یا طلاق رجعی کی  
 صورت میں عدت گزار کر بائن ہوئی تو پورا مہر شوہر پر لازم ہو چکا: اب پھر دوبارہ اسی  
 شوہر سے نکاح کیا تو پھر اس نکاح کا علیحدہ مہر واجب ہوگا مہر اول ادا نہیں کیا ہے تو مہر  
 اول مہر ثانی دونوں ادا کرنا ضروری ہے۔ ۲

### فاحشہ عورت کا مہر

اگر عورت نے زنا کروایا یا کوئی اور فحش کام کیا تو اس کا گناہ اس کے سر ہے مگر  
 مہر اس کا ساقط نہیں ہوگا۔ ۳

### نابالغ کی بیوی کا مہر کس پر ہے

مہر کے وجوب کے لئے بلوغ شرط نہیں اگر عدم بلوغ کی حالت میں نکاح ہوا  
 ہے تو نابالغ بچہ ہی پر مہر لازم ہوگا البتہ اگر باپ ذمہ داری لے لیتا ہے تو پھر بیوی اپنے  
 خسر سے وصول کرے گی۔ اور باپ اپنے نابالغ بچے کے مال میں سے مہر کے بقدر لے  
 لے گا۔ ۴

۱ فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۲۴۶ جلد ۱۳

۲ فتاویٰ دلائل العلوم صفحہ ۳۱۸ جلد ۸

۳ ریتلند عند وط او خلوة صحت (برمختار) (وینلند) ای الواجب من العشرة او الاكثر  
 واقاد ان للمهر وجب بنفس العقد (شلمی صفحہ ۲۳۳ جلد ۴)

۴ وان زوج الاب ابنه الصنیر امرأة وضمن عنه المهر ان كان في صحة الاب جلاً وان اخذت  
 المرأة المهر من الاب في القياس يرجع الاب على الصنیر في ماله (فتاویٰ قلنسی خان علی  
 هامش عالم گیری صفحہ ۳۰۸ جلد ۱)

## زوجہ کے مرنے کے بعد مہر وارث کا ہے

اگر عورت مر جائے تو اس کا مہر اس کے وارثوں کے درمیان قاعدہ شرعیہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔ پھر اس مہر میں سے شوہر کو بھی حصہ ملے گا جس طرح میراث کے قاعدہ کے موافق بیوی کے دوسرے مال میں سے ملتا ہے۔

## مہر کب واجب اور مؤکد ہوتا ہے

مسئلہ گزر چکا ہے کہ مہر صرف صحیح عقد نکاح سے واجب ہوتا ہے مگر کبھی ساقط بھی ہو جاتا ہے جیسے خلوت صحیحہ سے قبل عورت کے کر توت کی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا اور تفریق ہو گئی یا کسی اور سبب سے تفریق ہوئی جس کا باعث خود عورت ہے تو واجب شدہ مہر ساقط ہو جائے گا۔ البتہ اگر خلوت صحیحہ کے بعد تفریق ہوئی تو مہر مؤکد ہو جائے گا اگرچہ اس کا باعث خود عورت ہو یا زوجین میں سے کسی کی موت ہو گئی تو بھی واجب شدہ مہر ساقط نہ ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ خلوت صحیحہ اور زوجین میں سے کسی کی موت سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے۔

## خلوت صحیحہ کی تعریف

خلوت صحیحہ کا حاصل یہ ہے کہ نکاح صحیح کے بعد میاں بیوی دونوں ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں باطمینان ہمبستری کرنے میں کوئی چیز مانع نہ ہو، نہ مانع حسی، نہ طبعی، نہ

۱ (فتاویٰ دارالعلوم صفحہ ۲۴۷ جلد ۸)

۲ وتجب العشرة ان مسلما او دونها ويجب لاكثر منها ان سمى الاكثر ويتأكد عند وط او خلوت صحت من الزوج او موت احدهما (درمختار) (قوله ويتأكد) اي الواجب من العشرة او الاكثر وافاد ان للمهر وجب بنفس العقد لكن مع احتمال سقوطه بردنها او تغيبها ابنه او تنصفه بطلانها قبل الدخول وانما يتأكد لزوم تمامه بالوط نحوه... واذا تلک المهر بما ذکر لا یسقط بعد ذلك وان کلنت للفرقة من قبلها لان البذل بعد ناکده لا یحتل السقوط الا بالابره کالمن اذا تلکد بقبض للمبيع (شامی ۲۳۳ جلد ۱)

شرعی۔ (مانع حسی) یہ ہے کہ دونوں اس قدر بیمار ہیں کہ جماع پر قدرت نہیں یا تو دونوں بالکل چھوٹے بچے ہیں یا بیوی کی شرمگاہ میں ایسی بڑھی ہوئی ہڈی ہے جو جماع کیلئے مانع ہے۔ (مانع طبعی) یہ ہے کہ زوجین کے علاوہ کوئی تیسرا عقلتند آوی موجود ہو یا تنہائی نہ ہو بلکہ کھلی جگہ یا کھلا مکان ہو۔ (مانع شرعی) یہ ہے کہ شرعاً بیوی سے جماع کرنا جائز نہ ہو جیسے عورت کا حیض کی حالت میں ہونا یا زوجین یا دونوں میں سے کسی ایک کا حج کے احرام میں ہونا۔ یا رمضان کے روزہ کی حالت میں ہونا یا فرض نماز میں مشغول ہونا وغیرہ وغیرہ۔

(نوٹ) ان میں سے بعض مثال بیک وقت تینوں کی مثال ہو سکتی ہے اور بعض دو کی اور بعض صرف ایک کی، علامہ شامی نے اس پر سیر حاصل کلام کیا ہے۔  
زوجہ کا نفقہ

بیوی کا دوسرا حق شوہر پر نفقہ ہے اس سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ہم پیالہ وہم نوالہ بنائے دونوں ایک ساتھ رہیں حیثیت کے مطابق جو کچھ بھی میسر ہو اس میں دونوں گزارہ کریں جیسا کہ شریف گھرانے کا طریقہ ہے کہ شوہر کسب معاش کر کے جنسی سامان گھر میں مہیا کرتا ہے اور بیوی اپنی سلیقہ مندی اور ہوشیاری سے شوہر کے اس کمائے ہوئے مال کو ضائع ہونے سے بچاتی اور اس کی حفاظت کرتی ہے اور پورے گھرانے اور متعلقین کی ضروریات پوری کرتی ہے اس سلسلے میں حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے ایک صحابی حضرت معاویہ قشیریؓ فرماتے ہیں۔

۱۔ والخلو ط... كالوطه بلا مانع حسی كمرض لاحتما يمنع الوط وطبعی كوجود ثلث عاقل... وشرعی كالحرام لفرض او نفل ومن الحمی رفق... وقرن... وعقل... وصفر ولو بزواج لا يطلق منه الجماع الخ (برمختلر علی هلمش شامی ۲۴۹ تا ۲۵۰ جلد ۱)

قلت يا رسول الله ما حق زوجة  
احدنا عليه قال ان تطعمها اذا  
طعمت وتكسوها اذا كتسيت  
ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا  
تهجر الا في البيت (رواه  
احمد)

کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر ہماری بیوی کا  
کیا حق ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ  
جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم  
پہنو تو اس کو بھی پہناؤ (یعنی کھانا کپڑا  
دونوں کا ایک جیسا ہو) اور اس کے

چہرے پر مت مارو اور نہ اس کو برا کہو (اور نہ یہ کہو کہ اللہ تیرا برا کرے) اور اس سے  
صرف گھر کے اندر ہی علیحدگی اختیار کرو۔

آدی پر جتنے حقوق ہیں ان میں سب سے پہلے اپنی بیوی اور گھر والے کا حق  
ہے حدیث میں ہے:

اذا اعطى الله احدكم خيراً  
فليبدأ بنفسه واهل بيته ۲

کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو مال  
و دولت عطا کرے تو اس کو چاہئے کہ پہلے  
اپنے نفس اور اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے شروع کرے اور اس پر خرچ  
کرے پھر اس کے بعد دوسرے متعلقین اور فقراء و مساکین وغیرہ پر خرچ کرے۔

### نفقہ کی مدت جو طے ہو

عورت کی درخواست پر حاکم یا قاضی نے شوہر پر ماہانہ نفقہ متعین کر دیا تو وہ  
مقررہ مقدار شوہر پر لازم ہوگی کہ ہر ماہ ادا کرے اگر ماہانہ مقرر نہیں کیا گیا بلکہ عورت  
روزانہ مطالبہ کرتی ہے تو شوہر پر روزانہ شام کے وقت اس کی ادائیگی ضروری ہوگی۔ ۳

۱ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۱ جلد ۲)

۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۰ جلد ۲

۳ ولو فرضت لها النفقة مشاعرة يدفع اليها كل شهر فان لم يدفع وطلبت كل يوم كان لها ان  
تطلب عند العمد (علم گیری صفحہ ۴۷ جلد ۱ زکریا)

## نفقہ کا معیار

نفقہ عورت کا حق ہے اس لئے اتنی مقدار کا لحاظ کرنا شوہر پر ضروری ہے جن کے ذریعہ بغیر کسی اسراف و تنگی کے عورت اپنا گزارہ کر لے، رہا معیار کا مسئلہ تو چونکہ نفقہ کا ذمہ دار مرد ہوتا ہے اس لئے اس کی حیثیت اور آمدنی کے لحاظ سے اس پر واجب ہوگا مگر عورتوں کا لحاظ بھی کرنا پڑے گا قرآن میں ہے (علی الموسع قدرہ و علی المتقتر قدرہ) خوش حال پر اس کی وسعت کے مطابق نفقہ ہے اور مفلس پر اس کی استطاعت کے مطابق ایسے فقہاء نے خوش حالی و تنگ دستی کے اعتبار سے اس کی چار صورتیں بیان کی ہیں ہر ایک کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ (۱) اگر میاں بیوی دونوں کی مالی حالت اچھی ہے تو شوہر پر اچھی حیثیت کا نفقہ واجب ہوگا۔ (۲) اگر دونوں تنگ دست ہیں تو تنگ دستی والا ہی نفقہ واجب ہوگا۔ (۳) اگر شوہر خوشحال اور بیوی تنگ دست ہو تو صحیح بات یہ ہے کہ درمیانی درجہ کا نفقہ واجب ہوگا ایسا نہیں کہ شوہر بکل کی وجہ سے عورت کی غربت سے فائدہ اٹھا کر اس کو غربت اور تکلیف میں رکھے بلکہ عورت کو قانوناً اپنے شوہر سے زائد نفقہ کے مطالبہ کا حق ہوگا۔ ۲

بہتر اور مستحب یہ ہے کہ جب مرد مالدار اور عورت غریب ہے تو اس کو اپنے ساتھ ہی کھلائے پلائے۔ ۳

(۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ مرد تنگ دست غریب اور عورت مالدار اور خوشحال گھرانے کی ہے تو اس وقت شوہر اپنی حیثیت کے مطابق تنگ دستی والا ہی نفقہ ادا کرے گا مگر عورت کی خوشحالی کے اعتبار سے باقی نفقہ شوہر کے ذمہ قرض رہے گا لیکن

۱. حتیٰ کان لها نفقة العیسل ان کان موسرین ونفقة العیسل ان کان معسرین (عالم گیری صفحہ ۵۴۲ تا ۵۴۸ جلد ۱۔ ذکر کیا)

۲. وان کلنت المواء معسرة والزوج موسرا فنفتھا دون نفقة المومرات وفوق نفقة المعسرة (عمدة الرعاۃ علی شرح الوقایہ صفحہ ۱۵۰ جلد ۲ حاشیہ ۶)

۳. والمستحب للزوج اذا کان موسرا مفرط الیسر والمرأة فقیرة ان یکلل معها ما یکلل بنفسه (عالم گیری صفحہ ۵۴۸ جلد ۱)

عورت کا اخلاقی فریضہ ہے کہ شوہر سے زیادہ نفقہ کا مطالبہ نہ کرے ورنہ مرد حرام ذریعہ آمدنی تلاش کرنے پر مجبور ہوگا یا شوہر تنگ ہو کر بیوی کو بوجھ محسوس کرے گا پھر دونوں کی زندگی بے مزہ اور تعلقات میں تلخی آجائے گی اور شادی کا جو مقصد ہے وہ فوت ہو کر رہ جائے گا۔

### خوشحالی اور تنگ دستی میں اختلاف ہو تو

اگر شوہر اور بیوی کے درمیان تنگ دستی اور خوشحالی کی بابت اختلاف ہو جائے شوہر کہے کہ میں تنگ دست ہوں اس لئے تنگ دستی والا ہی نفقہ دوں گا اور عورت کہے کہ نہیں تم خوشحال ہو اس لئے خوشحالی والا نفقہ ہی دینا پڑے گا اور معاملہ قاضی کی عدالت میں پہنچے اور بیوی اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کر دے تو بیوی کے قول کا اعتبار ہوگا اگر عورت دعویٰ پر گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر شوہر کے قول کا اعتبار کر کے تنگ دستی والا ہی نفقہ واجب کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ پیش کر دیا تو عورت کی گواہی کا اعتبار ہوگا۔

نیز اگر حاکم اور قاضی نے شوہر کی تنگ دستی کی وجہ سے تنگ دستی والا نفقہ مقرر کر دیا پھر شوہر خوشحال ہو گیا اور بیوی نے اس کے بعد خوشحالی کے نفقہ کا مطالبہ کیا تو شوہر پر خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا جائے گا اگر شوہر کی خوشحالی کی وجہ سے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا گیا تھا مگر بعد میں تنگ دست ہو گیا تو تنگ دستی والا نفقہ ہی بعد میں متعین کیا جائے گا۔

۱۔ اِذَا كَانَ مَعْسَرًا وَهِيَ مُوسِرَةٌ سَلِمَ لَهَا قَدْرُ نَفَقَةِ الْمَعْسَرَاتِ فِي الْحَالِ وَالزَّوَانِدِ يَبْقَى دِينَافِي نَعْمَتِهِ كَذَا فِي التَّبْيِينِ (علم گیری صفحہ ۵۴۸ جلد ۱، زکریا)

۲۔ وَانْ قَالِ اَنَا مَعْسَرٌ وَعَلَى نَفَقَةِ الْمَعْسَرِينَ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلُهُ اِلَّا اِنْ تَقِيمَ الْمَرْأَةُ الْبَيْتَ عَلَى يَسَرِّهِ فَاِنْ اَقْلَمَتِ الْمَرْأَةُ الْبَيْتَ لَمْ يَكُنْ مَوْسِرًا قَضَى عَلَيْهِ بِنَفَقَةِ الْمَوْسِرِينَ وَانْ اَقْلَمَا الْبَيْتَ كَانَتْ الْبَيْتَةُ الْمَرْأَةُ لَمْ يَكُنْ الْقَاضِيُ بِنَفَقَةِ الْاَعْسَلِ لَمْ يَكُنْ اِمْرًا فَخَلَصَتْهُ تَمَّ لَهَا نَفَقَةُ الْمَوْسِرِ كَذَا فِي الْكَلْفِيِّ (علم گیری صفحہ ۵۴۸ جلد ۱، زکریا)



## عورت کی خادمہ کا نفقہ

اگر عورت کے ساتھ خادم یا خادمہ ہے اور شوہر خوشحال اور عورت کمزور ہے تو شوہر پر خادم اور خادمہ کا نفقہ بھی واجب ہوگا اور اگر مرد خوشحال نہیں تنگ دست ہے یا عورت مالی اعتبار سے کمزور نہیں ہے تو پھر عورت کے خادم اور خادمہ کا نفقہ اس پر واجب نہیں ہوگا۔

## عسر اور یسر کا معیار

عسر اور یسر یعنی خوشحالی اور تنگ حالی کا معیار یہ نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ کے نصاب کا مالک ہو تو غنی اور خوشحال۔ اور مالک نصاب نہیں تو تنگ حال ہے بلکہ خوشحالی اور تنگ حالی کا معیار صدقہ فطر اور قربانی کا وجوب و عدم وجوب ہے یعنی اگر اس پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے تو خوشحال شمار ہوگا یعنی ضرورت اصلیہ سے زائد اتنا مال ہو کہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ مونے کے برابر ہو جاتا ہو اگرچہ اس پر سال نہ گزرا ہو تو اس پر صدقہ الفطر اور قربانی واجب ہوتی ہے اسی کو خوشحال سمجھا جائے گا۔ ۲

## نفقہ کی مقدار

جیسا کہ اوپر آچکا ہے کہ میاں بیوی کی خوشحالی اور مفلسی کے لحاظ سے نفقہ واجب ہوتا ہے اس لئے نفقہ کی کوئی مقدار شرعاً متعین نہیں ہے باہمی مصالحت اور مسلمانوں کی جماعت کے مشورہ سے اتنی مقدار نفقہ کی طے کی جائے جس پر اچھی

۱. لَ اِذَا كَانَ زَوْجُ الْمَرْأَةِ مُوسِرًا وَلَهَا خَادِمٌ فَرَضَ عَلَيْهِ نَفَقَةُ الْخَلَامِ وَالْغُ وَلَوْ كَانَ الزَّوْجُ مُعْسِرًا لَا تَجِبُ عَلَيْهِ نَفَقَةُ خَادِمِهَا (عالمگیری صفحہ ۵۴۷ جلد ۱، ذکر کیا)

۲. وَالْغَنَى الَّذِي تَجِبُ بِهِ صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَالْأَضْحِيَّةِ وَتَحْرُمُ بِهِ عَلَى صَاحِبِهِ اخْذُ الصَّدَقَةِ هُوَ أَنْ يَمْلِكَ مَا يَسَاوِي مَاتَى دَرَاهِمَ فَاثْلَاعِنَ حُلْجَتِهِ (عندہ للرعاية على شرح الوتايه ص ۱۰۱)

جلد ۲) حاشیہ ۱۱

طرح بیوی کا گزر ہو سکے اور اس مقدار کو شوہر تسلیم بھی کر لے تو وہی مقدار نفقہ کی ہوگی۔ مسئلہ: بنا بریں قاضی نے مہنگائی کے وقت کا نفقہ طے کیا مگر بعد میں ارزانی کا زمانہ آگیا تو جو زیادتی ہے وہ ساقط ہو جائے گی مگر قاضی کا فیصلہ باطل نہیں ہوگا اسی طرح اس کے برعکس قاضی نے ارزانی کے زمانہ کا نفقہ طے کیا بعد میں مہنگائی ہوگئی تو عورت زیادتی کا مطالبہ کر سکتی ہے اسی طرح کوئی متعین چیز دی کہ اسی سے اپنی سب ضروریات پوری کر دو تو مہنگائی کی وجہ سے شوہر کمی پوری کرے اور ارزانی کی وجہ سے باقی ماندہ واپس لے لے۔

### آرائش و زیبائش کی چیزوں کا حکم

کھانے کپڑے مثلاً ماکولات آٹا، چاول، پانی، نمک، لکڑی، تیل، سالن وغیرہ تو واجب ہے ہی مگر اس کے علاوہ آرائش و زیبائش کی وہ چیزیں جو عورتوں کی صحت اور اس کی صفائی ستھرائی کیلئے ضروری ہوتی ہیں وہ بھی نفقہ میں داخل ہیں مرد کو اس کا انتظام کرنا ضروری ہے مثلاً صابن، وضو اور غسل کا پانی کپڑا دھونے اور کھانا پکانے کا پانی اسی طرح سر میں لگانے والا تیل کنگھی وغیرہ۔

### جس سے صرف آرائش مقصود ہے

البتہ وہ سامان جو صرف آرائش و زیبائش کا ہو اور اس کے بغیر بھی کام چل سکتا ہو اور صحت وغیرہ کو اس میں کوئی دخل نہ ہو تو اس کا پورا کرنا مرد پر ضروری نہیں مثلاً پان تمباکو، پاؤڈر، لپسٹک، سرمہ، خضاب، عطر وغیرہ اس کا انتظام مرد پر واجب نہیں ہاں اگر

۱۔ ویقدرہا بقدر الفلاہ والرخص (نرمختل) ای یراعی کل وقت او مکان بما ینسبہ وفی البزلیہ اذا فرض القلضی النفقۃ ثم رخص تسقط للزیادۃ ولا یبطل القضاء وبالعکس لہا طلب الزیادۃ وكذا لو صلحت علی شیء معلوم ثم غلا السعر او رخص کما سینکر المصنف والشرح قوله ولا تقدر بندر لہم وبتلخیص ای لا تقدر بشیء معین بحیث لا تزدید ولا تنقص فی کل مکان وزمان... وانما علی القلضی فی زماننا اعتبرت الکفایۃ بالمعروف (شلمی صفحہ ۲۹۶ جلد ۲۹۷)

مرد عورت سے زیب و زینت کا مطالبہ کرے اور یہ سامان لا کر دے بھی دے تو عورت پر اس کا استعمال کرنا لازم ہوگا۔

### دھوبی کا خرچ

مردوں کے ذمہ کپڑا دھونے کیلئے صابن اور پانی کا انتظام کر دینا ہے اب عورت اپنے ہاتھ سے کپڑا دھو کر پہنے دھوبی کی تنخواہ اور استری وغیرہ کا خرچ مرد پر نہیں ہے۔

### علاج کا خرچہ

اسی طرح شوہر پر زوجہ مریضہ کی دوا اور علاج کرانا فصد اور حجامت وغیرہ کی اجرت واجب نہیں اگر شوہر علاج کرا دیتا ہے تو اس کا احسان ہے ورنہ عورت خود اپنے خرچ سے دوا وغیرہ لے۔

### دائی جنائی کی مزدوری

بچہ پیدا ہونے کے وقت جو دائی آتی ہے اس کی مزدوری اور فیس اس پر واجب ہے جو بلائے اگر مرد نے بلوایا ہے تو مرد پر واجب ہے اور اگر عورت نے بلوایا ہے تو اسی پر واجب ہوگی شوہر پر واجب نہیں ہوگی ہاں اگر بغیر بلائے ہوئے خود سے آجائے تو اس کی اجرت مرد پر واجب ہے۔

۱۔ والتفتة والواجبة المملوك والمليوس والسكنى اما للمملوك فللتفتيق والماء والملح والحطب والدمن كذا فى الفتاوى خانبة وكما يفرض لها قدر الكفاية من الطعام كذا لك من الادم كذا فى فتوح القدير ويجب لها ما يتخلف به وتزيل الوسخ كالغسل والدهن وما تفصل به الرأس من السدر والخطمي وما تزيل به الدرن كالاشنان والصابون على عادة لعل البيلد واما ما يقصد به التلذذ والا ستناع مثل الخضب والكحل فلا يلزمه بل هو على اختياره ان شله هياه لها وان شله تركه فاذا هياه لها فعليها استعماله واما الطبيب فلا يجب عليه منه الا ما يقطع به السهوك لا غير الخ ولا يجب الدوة للمرض ولا اجرة الطبيب ولا الفصد ولا الحجامه كذا فى السراج الوهاج وعليه من المله ما تقسل به ثيابها ويدنها من الوسخ... فمن مله الاغتسال على الزوج وكذا مله وضوئها عليه غنية كانت او فقيرة الخ ولجدة للقبالة عليها ان استاجرتها ولو استلجرها للزوج فعليه وان حضرت بلا لجازة فللقاتل ان يقول على الزوج لانه مؤنة الوط (علم كبرى صفحہ ۵۴۹ جلد ۱، زکریا)

## بیماری کے زمانے کا نفقہ

علاج کا خرچ شوہر پر تو واجب نہیں مگر بیماری کے زمانے کا نفقہ شوہر پر لازم ہے وہ لے سکتی ہے چاہے مرد کے گھر بیماری کا زمانہ گزارے یا اپنے میکے سے بیمار ہو کر آئی ہو لیکن اگر بیماری کی حالت میں شوہر نے میکے سے اپنے گھر بلایا اور کسی طرح شوہر کے گھر جانے پر قدرت کے باوجود نہیں آئی تو نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی البتہ شوہر کے یہاں جانا کسی طرح ممکن نہیں تو معذور ہے اس صورت میں نفقہ سے محروم نہیں ہوگی۔

## بعد کے علماء کی نئی تحقیق

علماء متقدمین و محققین نے فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ کپڑے کی دھلائی یعنی دھوبی کا صرفہ اور مرض کی وجہ سے علاج کا صرفہ اسی طرح بچے جننے کے وقت اگر دائی کو عورت نے بلایا ہے تو اسکی مزدوری وغیرہ شوہر پر نہیں اگر شوہر ویدے تو اس کا تبرع و احسان ہے۔ مگر بعد کے علماء نے کہا ہے کہ ان تمام چیزوں کی ذمہ داری بھی مرد پر ڈالنی چاہئے اور عورت کیلئے اس کا استحقاق ہونا چاہئے کیونکہ جب عورت کی کمزوری اور اسکی حیثیت اور مرد کی خوشحالی کا لحاظ کر کے ایک خادم مل سکتا ہے تو کپڑے کی دھلائی کیوں نہیں مل سکتی اسی طرح بالغ لڑکے کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہے مگر لڑکا بیمار ہو جائے تو اس کا علاج کرانا باپ پر واجب ہوتا ہے، یہ تو لڑکے کا مسئلہ ہے اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جب مضارب بیمار ہو جائے تو اس کو علاج کا خرچہ فقہاء نے دلویا ہے یونکہ بعیر اس لے کام نہیں چل سکتا تو اسی طرح عورت سے مرد کو جو فائدہ ہے اس کا لحاظ کر کے اس کا بار مرد پر کیوں نہ ڈالا جائے جبکہ علاج کی اہمیت حدیث میں کثرت سے وارد ہے اسی طرح بچہ کے دودھ پلانے کی اجرت اور نفقہ شوہر پر واجب ہے تو

۱۔ او مرضت فی بیت الزوج فان لها النفقة (درمختلر) والا لای وان امکن نقلها الی بیت الزوج بمحفة ونحوها فلم تنتقل لان نفقة لها کما فی البحر لمنهالنفسها عن النقلة مع القدرة بخلاف ما اذا لم تقدر اصلا (شامی ص ۲۸۵ ج ۵۔ زکریا

پھر ولادت کے تمام اخراجات مرد پر کیوں واجب نہیں ہونگے جبکہ یہ مرحلہ بہت نازک ہوتا ہے ذرا سی بے احتیاطی سے عورت اور بچہ کی جان خطرہ میں پڑ جائیگا اندیشہ ہے بیوی کے علاج اور اس کی صحت کا لحاظ کرنے کیلئے سارا نظم و نسق کا فائدہ عورت ہی کو نہیں بلکہ شوہر اور تمام گھر والوں کو پہنچتا ہے تو اس کو علاج وغیرہ کے بغیر بے سہارا ہی چھوڑ دینا یا ماں باپ پر بار ڈال دینا یہ کونسا مناسب طریقہ ہے اس لیے یہ چیزیں شوہر پر لازم ہونی چاہئے فقہاء متقدمین کی وہ باتیں جب تھیں جبکہ پیچیدہ امراض اور کمزور جسم نہیں تھے مگر اب حالات بدل گئے آئے دن نئی بیماریاں وجود میں آرہی ہیں اس فقہاء متقدمین کے وہ فیصلے اب نافذ نہیں ہوں گے یہ مسئلہ علامہ شامی کے اس جزئیہ سے ثابت ہو سکتا ہے (اظہر لی ترجیح الاول لان نفع القابله معظمة يعود الی الولد فیکون علی ابیہ)۔

### شوہر پر مالدار بیوی کا بھی نفقہ واجب ہے

شوہر پر اپنی بیوی کا نفقہ، کسوہ اور کئی ہر حال میں واجب ہے چاہے عورت خود غنی اور مالدار کیوں نہ ہو اسی وجہ سے قرآن میں فرمایا گیا ہے (عَلَى الْمُؤْتَمِرِ قَدْرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدْرُهُ) یعنی مالداروں پر اس کی استطاعت کے مطابق اور مفلس پر اس کی استطاعت کے موافق بیوی کا نفقہ لازم ہے آپؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بیخ انداز میں عورتوں کے حقوق کو لازم کرتے ہوئے فرمایا (لھن علیکم رزقھن و کسوئھن بالمعروف) حسب ضابطہ عورتوں کا کھانا، لباس تم پر واجب ہے۔ ہاں البتہ اگر عورت خوشدلی سے اپنا حق معاف کر دے تو شوہر سبکدوش ہو جائے گا قرآن میں ہے (الا ان یعفون) یعنی تم اس کا نفقہ ادا کرتے رہو والا یہ کہ وہ خود معاف کر دے۔

## ملازمت وغیرہ کرنے والی خواتین کا نفقہ

اوپر کے بیان کردہ قاعدہ سے یہ مسئلہ زیر بحث آتا ہے کہ اگر کوئی خاتون ملازمت کرے یا کوئی صنعت و حرفت میں اپنے آپ کو مشغول رکھے تو ایسی عورت کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا یا نہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) پہلی صورت تو یہ ہے کہ اس کام کاج اور صنعت و حرفت کیلئے عورت باہر نہیں نکلتی گھر ہی میں سوت کات کر کپڑا سوئٹروپی وغیرہ سامان بنا کر فروخت کرتی ہے جس کی وجہ سے شوہر سے متعلق ذمہ داریاں اچھی طرح پوری کرتی ہے کی نہیں کرتی جس وقت اس کو طلب کرے حاضر ہو جاتی ہے تو ایسی عورت نفقہ کی مستحق ہوگی۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ عورت ملازمت کرنے باہر جاتی ہے مثلاً کسی اسکول میں پڑھاتی ہے یا کسی اسپتال میں نرس یا ڈاکٹر ہے یا کہیں مزدوری کرتی ہے یا کھیت میں کام کاج وغیرہ کرتی ہے ان ملازمتوں اور کام کاج کے سبب دن بھر مشغول رہتی ہے صرف رات میں آتی ہے یا رات کو ڈیوٹی دیتی ہو اور دن میں گھر رہتی ہو تو ان تمام صورتوں میں چونکہ شوہر سے متعلقہ ذمہ داریاں اچھی طرح ادا نہیں کر پاتی اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد نہیں کرتی ناقص تسلیم ہے اور یہ کام بغیر شوہر کی اجازت اور رضامندی سے کرتی ہے تو ایسی عورت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہاں اگر شوہر کی اجازت اور رضامندی سے یہ سب کام کاج کر رہی ہے اور شوہر نے اس ناقص سپردگی کو تسلیم کر لیا ہے تو اس وقت عورت کا نفقہ ان ملازمتوں کے باوجود بھی شوہر پر واجب رہے گا۔

مگر ایک بات ملحوظ رہے کہ یہ اجازت دائمی نہ ہوگی یعنی اگر شوہر نے شروع میں اجازت دیدی تھی پھر بعد میں ملازمت وغیرہ سے روکنا چاہے تو روک سکتا ہے اگر روکنے کے بعد بھی وہ نہیں مانتی ملازمت مزدوری وغیرہ میں مشغول رہتی ہے تو پھر نفقہ کی

مستحق نہیں ہوگی۔

اگر کسی شخص نے یہ جان کر کہ اس کی ہونے والی بیوی ملازمت کرتی ہے پھر اس سے نکاح کر لیا تو سمجھا جائے گا کہ شوہر اس کی ملازمت پر راضی ہے اس لئے عورت کا نفقہ برقرار رہے گا پھر اگر بعد میں شوہر نے اس ملازمت سے روک دیا اور عورت رک گئی تو ٹھیک ورنہ بصورت عدم تعمیل حکم مستحق نفقہ نہیں ہوگی ہاں پہلے کی مدت میں ملازمت شوہر کی اجازت سے کی تھی تو پہلی مدت کا بقیہ نفقہ ملے گا بعد والی مدت کا نفقہ نہیں ملے گا۔

ملازمت وغیرہ کرنے کیلئے بدرجہ مجبوری پردہ کے ساتھ باہر نکل سکتی ہے پردہ کا بھرپور اہتمام شرط ہے بے پردگی کے ساتھ باہر نکلنا جس سے غیر محرم مرد کا اسکی طرف میلان ہو اور گناہ میں مبتلا ہونے کا داعیہ پیدا ہو تو پھر قطعاً باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے اس وقت باہر نکلنا حرام ہوگا قرآن میں بھی ہے (وَقَوْنٌ فِیْ بُیُوتِکُمْ وَلَا تَبْرُجْنَ تَبْرُجُ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُولٰٓئِی ۡ) کہ تم اپنے گھروں میں (یعنی پردہ کیساتھ) رہو جاہلیت اولیٰ کی طرح بن سنور کرنے پھرو۔

نفقہ عورت کے قبضہ میں آنے کے بعد اس کی ملکیت ہو جاتی ہے

جب مرد نے عورت کو ایک ماہ کا نفقہ دیکر مالک بنا دیا تو وہ عورت کی ملکیت میں آ گیا اب اگر عورت کے خرچ کرنے کے بعد اس میں سے کچھ بچ گیا یا عورت نے جان کر بچا لیا تو یہ بچا ہوا مال عورت کا ہے اس کو مرد واپس نہیں لے سکتا اور نہ آئندہ نفقہ میں شامل کر کے اس کے بقدر وضع کر سکتا ہے لیکن اگر عورت نے خرچ کرنے میں اتنی بخلت کی کہ اس کی صحت پر اثر پڑ گیا ذیلی ہو گئی یا اس کا رنگ روپ خراب ہو گیا تو شوہر کا قانونی حق ہے کہ بخل سے منع کرے کیونکہ عورت کا حسن و جمال شوہر کا ضروری حق ہے

اس کو وہ قصداً ضائع نہیں کر سکتی۔  
مدت سے قبل نفقہ ضائع کر دے

اگر شوہر نے ایک ماہ کا نفقہ دیدیا اور اس نے بیس ہی روز میں ختم کر دیا اسی طرح کپڑا سال بھر کا دیدیا اس نے چھ ماہ میں ہی پھاڑ دیا یا نفقہ اور کسوہ لا پرواہی کی وجہ سے چوری ہو گیا تو شوہر اس کا ذمہ دار نہیں اور نہ عورت کو دوبارہ مطالبہ کا حق ہو گا۔  
جان بوجھ کر شوہر کا نفقہ ادا نہ کرنا

اگر شوہر قصداً نفقہ ادا نہیں کرتا اور عورت مجبور ہو رہی ہے اپنا اور اپنے بچوں کی ضروریات کا کوئی ذریعہ نہیں پاتی تو حاکم کے پاس شکایت کر دے حاکم نالاش کر کے شوہر سے نفقہ مقرر کرائے یا تو طلاق دلوا دے۔ ج

غائب شوہر کے مال سے عورت نفقہ لے سکتی ہے

شوہر اپنے بیوی بچے کے نفقہ میں مکمل سے کام لیتا ہے ضرورت کے مطابق نہیں دیتا یا اسی طرح اگر کوئی شوہر نفقہ دیئے بغیر باہر چلا گیا اس کے بیوی بچے کے اخراجات کا کوئی انتظام نہیں ہے تو اس صورت میں شوہر کی ملکیت سے (کوئی ایسی چیز جس کو فروخت کئے بغیر صرف کیا جاسکتا ہے جیسے روپیہ اناج کپڑا وغیرہ) شوہر کی اجازت کے بغیر عورت خرچ کر سکتی ہے اس سلسلے میں حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث

۱. وفيه لو قترت على نفسها فله ان يرفعها للقلبي لتاكل مما فرض لها خوفاً عليها من الهزال  
فانه يضرب كماله ان يرفعها للقلبي للباس اللوب لان الزنية حقه (درمختلر علی هامش شامی  
صفحہ ۲۹۷ جلد ۵)

۲. ولو ضاعت الكسوة او النفقة او سرقتم لم يجدد غيرها حتى يمضي للفصل (عالم گیری  
صفحہ ۲۹۷ جلد ۱)

۳. فتجب للزوجة بنكاح صحيح على زوجها (درمختلر علی هامش شامی صفحہ ۲۷۸  
جلد ۵) ويجب لوفات الامصاك بالمعروف (درمختلر علی هامش شامی صفحہ ۴۲۸ تا ۴۲۹  
جلد ۴)



بھی منقول ہے کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ۔

یا رسول اللہ ان ابوسفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت منه وهو لا یعلم فقال خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف۔  
یا رسول اللہ ﷺ میرا شوہر ابوسفیان بہت بخیل اور حریص ہے وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کی ضرورت کیلئے کافی ہو البتہ اگر میں اس کے مال سے خود کچھ نکال لوں کہ

اس کو خبر نہ ہو تو ہماری ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو آپ نے فرمایا تمہاری اور تمہاری اولاد کی ضرورت جتنے مال سے پوری ہوتی ہو اتنا لے لو جو شریعت کے مطابق (یعنی اوسط درجہ کا) ہو۔ ۲

اور اگر شوہر کی ملکیت میں ایسی چیز ہے کہ جسے فروخت کئے بغیر خرچ نہیں کیا جاسکتا (جیسے زمین مکان یا دیگر سامان) تو بیوی اپنے مصارف کیلئے بچ نہیں سکتی ایسی صورت میں وہ حاکم کے پاس درخواست پیش کرے اور غائب کے ساتھ اپنا نکاح شہادت شرعیہ سے ثابت کرے اور اس پر قسم اٹھائے کہ اس کے شوہر نے نفقہ کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے پھر حاکم اس کی ضمانت لے تاکہ شوہر کا نفقہ دینا ثابت ہو جائے اور بعد میں شوہر ضامن سے رجوع کر سکے اس کے بعد حاکم بیوی کو حکم دے کہ قرض لیکر مصارف کا انتظام کرے۔ اس قرض کی واپسی شوہر کے ذمہ ہوگی۔ اور مصارف کے مقدار کی تعیین بھی حاکم کریگا۔

(نوٹ) یہ حکم تو بیوی بچے کے نفقہ کا ہے کہ بغیر قضاء قاضی کے بھی وہ مال لے

۱ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۹ جلد ۲)

۲ فی کل موضع کلن للقلضی ان یقسی لها بالنفقة فی مال الزوج فلها ان تأخذ من مال الزوج ما یکلیها بالمعروف بغیر قضاء (علم گیری صفحہ ۵۰۰ جلد ۱)

سکتے ہیں مگر دوسرے رشتہ دار ذی رحم محرم کا حکم آگے آئے گا کہ وہ بغیر قضاء قاضی کے مطلقاً مال نہیں لے سکتے خواہ ایسا سامان ہی کیوں نہ ہو جو بغیر فروخت کئے ہوئے بھی صرف کیا جاسکتا ہو۔

اگر حاکم سے اجازت لینی مشکل ہو تو شرعی پنچایت حاکم کے قائم مقام ہو سکتی ہے اور اگر کوئی صورت بھی نہ بن سکے مثلاً کوئی قرض دینے پر راضی نہ ہو تو کلام فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے عورت کو شوہر کا مال و جائیداد فروخت کرنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

### گزشتہ نفقہ لینے کا حکم

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بغیر نفقہ دیئے کہیں چلا گیا پھر کئی سال کے بعد واپس آیا تو کیا گزشتہ دنوں کا نفقہ شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس نفقہ کو ادا کرے تو اس کا حکم کتب فقہ میں یوں ہے کہ پچھلا نفقہ قاضی کے متعین کئے بغیر یا زوجین کی رضا مندی کے بغیر کوئی متعین مقدار شوہر پر واجب نہیں ہوتا ہے اس لئے بغیر قضاء قاضی اور بغیر رضا شوہر کے گزشتہ وقت کا نفقہ طلب کرنے کا حق عورت کو نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک ماہ یا

۱ (قوله فلا تفرض لسلوكه ولخيه) المراد به كل ذي رحم محرم مما سوى قرابة الولاد لان نفقتهم لا تجب قبل القضاة ولهذا ليس لهم ان يألخوا من ماله شيئا قبل القضاة اذا ظفروا به فكان القضاة في حقهم ابتداء ايجاب ولا يجوز ذلك على الغائب بخلاف الزوجة وقرابة الولاد لان لهم الاخذ قبل القضاة بلا رضا فيكون للقضاة في حقهم اعانة وفتوى عن القاضي كما في الدرر وقال تحت (قوله عند او على الخ) وقيد بكون المال عند شخص اذ لو كان في بيته وعلم القاضي بالنكاح فرض لها فيه لانه ايضا لحقها لا قضاء على الزوج بالنفقة كما لو افرق بين ثم غاب وله من جنسه مال في بيته يقضى لاصحاب الدين فيه بحر (رد المحتار صفحہ ۷۲۳ جلد ۲ ماخوذ احسن الفتاویٰ ص ۴۶۸ ج ۵)

۲ (قوله في حظر شرح التنوير ليس لذي الحق ان يأخذ غير جنس حقه وجوزہ الشافعي رحمه الله تعالى وهو الاوسع وفي الشاميه (قول وجوزہ الشافعي) قد منافي ككتاب الحجر ان عدم الجواز كان في زمانهم اما اليوم فلفتنوى على الجواز (رد المحتار صفحہ ۳۰۰ جلد ۲ ماخوذ احسن الفتاویٰ صفحہ ۴۶۸ تا ۴۶۹ جلد ۵)

اس سے زائد دن گزر جانے سے بیوی کا گزشتہ نفقہ ساقط ہو جائے گا ہاں اگر قاضی نے نفقہ کی مقدار متعین کر دی یا زوجین نے باتفاق رائے کوئی مقدار متعین کر لی تو نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔

## کونسی عورت نفقہ کی مستحق ہے اور کونسی نہیں

مرد پر اپنی بیوی کا نفقہ یعنی کھانا، پانی، لباس وغیرہ کا خرچ دینا واجب ہے چاہے بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ، غریب ہو یا مالدار خواہ اس عورت سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو بیوی شوہر سے عمر میں چھوٹی ہو یا بڑی مثلاً شوہر تو نابالغ ہے مگر بیوی بالغہ ہے اگرچہ بالغہ لڑکی شوہر کے گھر نہ آتی ہو یکے ہی میں ہو۔ اسی طرح لڑکی نابالغہ ہے مگر اتنی بڑی ہے کہ اس کے مثل لڑکی سے جماع کیا جاسکتا ہے یا اسی طرح بیوی آزاد ہو یا مکاتبہ تو ان تمام صورتوں میں ان عورتوں کو نفقہ ملے گا۔ مگر نفقہ کے واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ بیوی اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کر دے یا شوہر کے گھر لیجانے پر چلی جائے یا سپرد کرنے کے قابل تو ہے مگر اپنے آپ کو اس کے سپرد نہیں کر رہی ہے کہ اس کا کوئی حق ہے جس کو شوہر پورا نہیں کر رہا ہے مثلاً عورت کا مہر شوہر کے ذمہ باقی ہے عورت مطالبہ کرتی ہے شوہر نہیں دیتا تو ایسی عورت نفقہ کی مستحق ہوگی خواہ والدین کے گھر ہی کیوں نہ ہو اسی طرح عورت کے یکے میں رہتے ہوئے بھی نفقہ شوہر پر واجب ہوگا جبکہ لڑکی بڑی ہو اور شوہر خود سپرد کرنے کا مطالبہ نہ کرتا ہو اور اگر مہر مؤجل (ادھار) ہے یا اس نے خود مہر معاف کر دیا یا مہرہ کر دیا تو اب اس کو کوئی عذر نہیں ہے کہ وہ سپردگی سے انکار کر دے (بشرطیکہ وہ بڑی بھی ہو) ایسی صورت میں اگر عورت بلا کسی وجہ کے اپنے آپ کو شوہر

۱ (وقد علم من هذا) انها بعد القصد لا تسقط بعضی المدة سواء كلنت شهراً او اكثر او قل نعم تسقط نفقتها بعضی المدة قبل القصد ان كلنت شهراً فلكلور كما قد نفاه عند قول المصنف والنفقة لا تحسب دیناً الا بالقصد والحصل ان نفقة الزوجة قبل القصد كنفقة الاقارب بعد القصد فی انها تسقط بعضی المدة الطويلة (رد المحتار ص ۷۴۵ ج ۲ ملخوذ لحسن الفتاوی ص ۴۶۳ ج ۵)

کے حوالہ کرنے سے انکار کرے اور اس کے گھر نہ جائے تو یہ ناشرہ ہے نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی اسی طرح لڑکی نابالغہ ہے کہ جماع اس سے نہیں کیا جاسکتا ہے اور وہ ابھی میکے میں ہے تو پھر اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں اگر اخلاقاً دیدیا تو احسان ہے البتہ اگر شوہر نے دل بہلانے یا کسی ضرورت کی وجہ سے اس نابالغہ کو اپنے گھر بلا لیا تو پھر شوہر پر نفقہ واجب ہوگا اگرچہ لڑکی جماع کے لائق نہ ہو۔

(نوٹ) جو لڑکی قابل جماع نہیں اس کی عمر نو سال سے کم ہے اگر نو سال ہو گئے تو پھر کبیرہ میں شمار ہو کر نفقہ واجب ہو جائے گا مگر صحیح قول یہ ہے کہ جتنی عمر میں جماع پر قدرت ہو یا جماع کا احتمال پیدا ہو جائے کبیرہ شمار ہوگی۔

### رخصتی سے قبل بھی نفقہ کی مستحق ہوگی

اگر بالغہ لڑکی کا نکاح ہو چکا مگر رخصتی نہیں ہوئی ہے تو بھی نفقہ پانے کی مستحق ہوگی البتہ اگر شوہر نے رخصتی کرانا چاہا پھر بھی رخصت نہ ہوئی تو یہ ناشرہ ہوگی اور نفقہ پانے کی مستحق نہیں ہوگی ہاں اگر شوہر نے رخصتی کر کر لایا اور پھر میکے اپنی رضامندی سے بھیج دیا یا عورت خود شوہر کی اجازت اور رضامندی سے چلی گئی تو اس وقت میکے میں

۱۔ تجب علی الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمیة والفقیرة والغنیة نخل بها ولم بدخل کبيرة کلنت المرأة او صغیره یجلمع مطلقا کذا فی فتاوی قاضیخان سوله کلنت حرة او مکتبۃ... نکلما فی تفسیر البلوغ مبلغ الجماع والمختار انها مالم تہلغ نسما لم تبلغ مبلغ الجماع وعلیه الفتوی... والصحیح انه لا عبرة للسن وانما العبرة للاحتمال والقدرة کذا فی الکافی۔ المرأة ان کلنت صغیره مطلقا لا بوطا ولا یصلح للجماع فلا نفقة لها عندنا حتی تصیر الی الحالة التي تطیق الجماع سوله کلنت فی البیت الزوج لو فی بیت الاب هكذا فی المحيط الکبیرة اذا طلبت النفقة وهی لم تزف الی بیت الزوج فلها ذلك لاذ لم یطلها الزوج بالنفقة ومن شأنه بلع رحمهم الله تعالى من قال لا تستحقها لاذ لم تزف الی بیته والفتوی علی الاول... فان کان الزوج قد طلقها بالنفقة فلن لم تستحق من الانتقال الی البیت الزوج فلها النفقة فلما اذا امتنعت من الانتقال فان کان الامتناع بحق بان امتنعت لتستوفي مهرها فلما النفقة واما اذا کان الامتناع بغير حق بان کان لو فلما المهر لو کان المهر مؤجلا او وهبته منه فلان نفقة لها کذا فی المحيط (علم گری صفحہ ۵۴۴ تا ۵۴۵ جلد ۱۔ ذکرہا)

رہتے ہوئے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی۔

## نفقہ سے محروم ہونے کی صورتیں

وہ عورتیں جو منکوحہ ہونے کے باوجود اپنے شوہر سے نفقہ نہیں لے سکتیں گیارہ ہیں۔ (۱) مرتدہ (۲) اپنے سوتیلے بیٹے سے ناجائز تعلق کرنے والی (۳) عدت وفات گزارنے والی (۴) وہ عورت جس کا نکاح نکاح فاسد ہوا (۵) وہ منکوحہ جو کسی کی باندی ہو (۶) ایسی نابالغہ جس سے جماع نہ کیا جاسکتا ہو (۷) ناشزہ (نافرمان) (۸) وہ عورت جو قید کر لی گئی ہو (۹) اپنے میکے میں اس قدر بیمار ہوگئی کہ جماع کے قابل نہ رہی (۱۰) جس عورت کو کسی نے غصب کر لیا (۱۱) بغیر شوہر کے حج کرنے والی۔

صاحب درمختار نے ان گیارہ عورتوں کو یکجا بیان کیا ہے ہم اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

## (۱) مرتدہ یعنی دین سے پھر جانے والی

اگر عورت اپنے دین سے پھر جائے تو نفقہ سے محروم ہو جائے گی خواہ یہ ارتداد طلاق ثلاثہ یا بائسہ کے بعد ہی ہوا ہو۔ ہاں مرتد ہونے کے بعد پھر دوبارہ ایمان میں لوٹ آئی تو نفقہ کی مستحق ہوگی بشرطیکہ یہ ارتداد طلاق سے قبل نکاح کی حالت میں ہوا ہو۔ اگر طلاق کے بعد مرتد ہوئی تھی تو پھر دوبارہ ایمان لانے کے بعد بھی نفقہ نہیں ملے گا۔

۱۔ ولو هی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنفقة بہ ینفی وکذا اذا طالبہا ولم تمتنع الخ فان لها النفقة (درمختار علی ہلمش شلمی صفحہ ۲۸۴ تا ۲۸۵ جلد ۵)

۲۔ لان نفقة لاحد عشر مرتدہ ومقبلة ابنہ ومعتدہ موت ومنکوحۃ فاسد وعدتہ وامۃ لم تبوأ وصفیۃ لا توطلأ وخارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی النافزۃ الخ ومحبوسہ... ومریضۃ لم تزف ..... ومقصوبہ کرها وحاجۃ ولو نفلا لامعہ ولو بمحرم (درمختار علی ہلمش شلمی ۲۸۵ تا ۲۹۰ جلد ۵)

اسی طرح مرد ہو کر دار الحرب چلی گئی پھر ایمان کی شہادت لوٹ آئی تو بھی نفقہ نہیں ملے گا خواہ ارتداد نکاح کی حالت میں ہو یا طلاق کے بعد۔

اسی طرح شوہر نے ایمان قبول کر لیا اور عورت نے ایمان سے انکار کر دیا تو نفقہ سے محروم رہے گی البتہ اس کے برعکس عورت نے ایمان قبول کر لیا اور شوہر انکار کرتا ہو تو پھر عورت نفقہ کی مستحق ہوگی۔

## (۲) اپنے سوتیلے بیٹے سے ناجائز تعلق کرنے والی

دوسری صورت نفقہ سے محروم ہونے کی یہ ہے کہ عورت اپنے سوتیلے بیٹے سے ناجائز تعلق قائم کر لے مثلاً اس نے اس کو جماع پر قدرت دیدی یا شہوت کیساتھ چھو لیا یا اس کے علاوہ عورت کے فعل معصیت کی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا تو ایسی عورت نفقہ سے محروم ہو جائے گی بشرطیکہ سوتیلے بیٹے کو جماع پر قدرت دینا یا شہوت کے ساتھ چھونا وغیرہ نکاح کی حالت میں ہو یا ہو اگر طلاق کے بعد یہ چیزیں پائی گئیں تو عورت نفقہ سے محروم نہیں ہوگی۔ نیز نفقہ سے محروم ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ فرقت عورت کے فعل معصیت کی وجہ سے ہوئی ہو اگر عورت کے فعل مباح کی وجہ سے فرقت ہوئی ہے جیسے خیال بلوغ، عدم کفو وغیرہ کی وجہ سے نکاح کو فسخ کیا گیا ہو تو نفقہ سے محروم نہیں ہوگی نیز اگر لعان یا ایلاء کی وجہ سے فرقت ہوئی ہے تو بھی نفقہ کی مستحق ہوگی۔

## (۳) عدت و فوات گزارنے والی

شوہر کے مرنے کی وجہ سے عورت عدت و فوات گزار رہی ہے تو عدت کے ایام میں نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ البتہ اگر طلاق کی وجہ سے عدت میں ہے تو نفقہ پائیگی

۱۔ ولو وقعت الفرقة بينهما بلمان أو الإبلاء، أو العنة، أو للجب عليها النفقة، لأن الفرقة بهذه الأشياء مفسدة إلى الزوج، وكذا إذا وقعت للفرقة بينهما بخيار البلوغ (بفتح الهمزة)

تو وہ طلاق ثلاثہ کی عدت ہو یا طلاق بائن یا رجعیہ کی۔

#### (۴) وہ عورت جس کا نکاح نکاح فاسد ہوا

کسی عورت کا نکاح اس طور سے ہوا کہ شرائط نکاح نہ پائے جانے کی وجہ سے نکاح فاسد ہو گیا تو ایسی عورت نہ نکاح کے اندر نفقہ کی مستحق ہوگی نہ فسخ نکاح کے بعد عدت میں اور اگر قاضی نے اس نکاح فاسد کو صحیح سمجھ کر نفقہ مقرر کر دیا اور عورت نے کچھ دنوں کا نفقہ بھی مرد سے وصول کر لیا، پھر نکاح کا فساد ظاہر ہوا کہ یہ عورت تو مرد کی رضاعی بہن ہے اس پر قاضی نے دونوں کے مابین تفریق کر دی تو مرد عورت کو جو کچھ بطور نفقہ کے دے چکا ہے وہ واپس لے سکتا ہے۔

اور اگر مرد نے بغیر قاضی کے مقرر کئے ہوئے خود سے یہ سمجھ کر خرچ کیا کہ اس کیلئے نفقہ ہے حالانکہ شرعاً اس کیلئے نفقہ نہیں تو اب مرد نے جو کچھ خرچ کیا ہے وہ واپس نہیں لے سکتا۔

اگر بغیر گواہ کے نکاح ہوا تو یہ نکاح بھی فاسد ہے مگر اس صورت میں یہ عورت

(بچھلہ صفحہ کا بقیہ) او العتق او عدم الكفالة ولو اسلمت المرأة وابى الزوج ان يسلم فلها النفقة لان الفرقة بالابد وهو منه بخلاف ما اذا اسلم الزوج وابت هي حيث لا يجب لها النفقة لان الانتناع جله من قبلها ولهذا يسقط به مهرها كله اذا كان قبل الدخول قال رحمه الله وردتها بعد البت تسقط نفقتها لامتكين ابنه اي اذا طلقها ثلاثاً او واحدة بائنة ثم ارتدت والعياذ بالله سقطت نفقتها ولو مكنت ابن الزوج بعد ما طلقها ثلاثاً او واحدة بائنة لا تسقط لان للحرمة تثبت بالطلاق البائن ولا تلأيم للردة فيها ولا للتمكين غير ان المرتدة تحبس ولا نفقة للمحبوسة لما بينا والممكنة لا تحبس فالتزوا حتى لو اسلمت المرتدة وعادت الى بيت الزوج وجبت لها النفقة لزوال المنع فصلرت كالناشئة اذا رجعت الى منزله بخلاف ما اذا وقعت الفرقة بالردة بان ارتدت قبل الطلاق حيث لا تجب لها النفقة وان اسلمت وعادت الى منزله لانها بالردة قوتت عليه ملك النكاح وهو لا يعود بعودها الى منزل الزوج ولو لحقت بدار الحرب مرتدة لم عادت مسلمة فلا نفقة كيفما كان لان عدة تسقط بالحاق حكماً لتباين الدار لانه بمنزلة الموت فلنعدم للسبب الموجب (تبين الحقائق صفحہ ۳۲۴ تا ۳۲۶ جلد ۳)

و اذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة وسكنى في عتله رجعيًا كان او بائناً الخ ولا نفقة للمتوفى عنها زوجها (هدایہ صفحہ ۴۴۳ ج ۲)

نفقہ کی مستحق ہوگی۔

اگر کسی نے اپنی بیوی کی بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ سے نکاح کر لیا اور اس سے دخول کے وقت تک معلوم نہ ہو سکا کہ یہ بیوی کی بہن یا کوئی اور رشتہ دار محرمات میں سے ہے بعد میں معلوم ہوا تو تفریق کے بعد مرد اپنی پہلی بیوی سے بھی عدت کے درمیان علیحدہ رہے گا۔ عدت کے زمانہ کا نفقہ بیوی کو تو ملے گا مگر اس کی بہن کو نہیں۔ البتہ عدت اس پر بھی واجب ہے۔ اگر شبہ کے طور پر کسی عورت سے وطی کر لی تو اس موطوءہ پر عدت ہے مگر اس کے لئے نفقہ نہیں۔

(۵) وہ منکوحہ جو کسی کی باندی ہو

نفقہ سے محروم پانچویں عورت وہ بیوی ہے جو کسی کی باندی ہو یہ عورت شوہر کے پاس رہنے کے ساتھ اپنے آقا کی بھی خدمت کرتی ہے تو ایسی عورت کا نفقہ شوہر پر نہیں ہے البتہ اگر اپنے آقا کی خدمت نہیں کرتی صرف شوہر ہی کے پاس اس کا قیام رہتا ہے تو پھر شوہر پر نفقہ واجب ہے۔

(۶) ایسی نابالغہ جس سے جماع نہ کیا جاسکتا ہو

نابالغہ بیوی کہ اس سے جماع نہیں کیا جاسکتا اور وہ اپنے عیسے میں ہے تو ایسی

۱۔ كل من وطئت بشبهة فلا نفقة لها كذا في الخلاصة قال ولا نفقة في النكاح الفاسد ولا في العدة منه ولو كان النكاح صحيحا من حيث الظاهر ففرض القاضي لها النفقة واخذت ذلك شهرا ثم ظهر فسادا للنكاح بان شهد الشهود انها اخته من الرضاة وفرق القاضي بينهما رجع الزوج على المرأة بما اخذت واما اذا انفق الزوج عليها مصاحبة من غير فرض القاضي لها النفقة لم يرجع عليها بشئ كذا ذكر الصدر الشهيد رحمه الله تعالى في شرح ادب القاضي... واجمعوا ان في النكاح بغير شهود تستحق النفقة... ولو تزوج اخت امراته وعمتها او خالتها ولم يعلم بذلك حين نخل بها وفرق بينهما ووجب عليه ان يعتزل عنها مدة عدة اختها فلا امراته النفقة ولا نفقة لاختها وان وجبت عليها العدة. (علم گیری صفحہ ۵۴۷ جلد ۱)

۲۔ المنكوحه اذا كانت امة ان بواها المولى بيتا فلها النفقة والا فلا وكذا المدبرة وام الولد والتبوة ان يخلي بينها بين زوجها لا يستخدمها المولى الخ ولا نفقة على الزوج مدة الاستخدام ولو بواها بيت الزوج (علم گیری صفحہ ۵۵۰ جلد ۱)



عورت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے۔  
(۷) ناشزہ (نافرمان بیوی)

ساتویں عورت جو نفقہ سے محروم ہوتی ہے وہ ناشزہ ہے جب تک نشوز باقی رہے نفقہ نہیں ملے گا۔

### ناشزہ کا مطلب

ناشزہ ایسی عورت کو کہتے ہیں جو شوہر کی نافرمان ہو اور اس کے جائز حقوق ادا کرنے سے انکار کرے۔ ناشزہ کی تعریف و تصریح حضرت مولانا وقاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ نے مبسوط للسرخسی کے حوالہ سے تحریر کی ہے وہ پیش نظر ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب عورت اپنے شوہر کے گھر سے غائب ہو جائے یا اس کے ساتھ اس کے گھر جانے سے انکار کر دے یا جس شہر یا جس بستی میں وہ لیجانا چاہے وہاں وہ نہ جائے حالانکہ اسے اس کا مہر منجمل ادا کر چکا ہو تو ایسی عورت کے لئے نفقہ نہیں اس لئے کہ وہ ناشزہ ہے اور ناشزہ کیلئے نفقہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ناشزہ کے بارے میں حکم فرمایا ہے۔

وَالَّتِي تَخَافُ مِنْ شَوْهَنٍ  
فَعُظْوَهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي  
الْمَضَاجِعِ ۚ  
یعنی عورتوں کی طرف سے اگر نافرمانی کا خوف کرو تو (اصلاح کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ) اس کو نرمی سے سمجھاؤ (اور اگر سمجھانے سے بھی نہ مانے) تو پھر اس کو اپنے بسترہ سے الگ کر دو۔

بس جب ناشزہ عورت حق صحبت لیا سمجھ رہے لی حق نہیں ہوتی تو نفقہ سے بدرجہ اولیٰ محروم ہو جائے گی اس لئے کہ نفقہ کی حقدار وہی عورت ہو سکتی ہے جو اپنے آپ

وَالْمَرْأَةُ إِنْ كَانَتْ صَغِيرَةً مِثْلَهَا لَا بَوْطًا وَلَا يَصْلَحُ لِلْجَمَاعِ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا عِنْدَنَا حَتَّى تَصِيرَ إِلَى الْحَالَةِ الَّتِي نَطْبِقُ الْجَمَاعَ (عالمگیری صفحہ ۵۴۵ جلد ۱)  
۲ (پارہ ۵ رکوع ۲ آیت ۲۴)

کو شوہر کے حوالے کر دے اور اس کے مصالح کیلئے اپنے آپ کو فارغ رکھے پس اگر وہ اس ذمہ داری سے گریز کرے تو ظالمہ قرار پائے گی اور جس وجہ سے وہ نفقہ کی حقدار تھی وہ وجہ بھی نہیں پائی گئی تو نفقہ کا استحقاق کیسے ہوگا۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر سے ناشزہ کی اور تفصیل نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ نشوز جس کی وجہ سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے وہ ان تمام صورتوں کو شامل ہے جن میں عورت اپنے شوہر کے گھر آنے پر راضی نہ ہو۔

(الف) وہ شوہر کے گھر سے نکل کر پھر واپس آنے کو تیار نہ ہو۔ (ب) یا مہر معجل پالینے کے بعد عورت ابتداء ہی شوہر کے گھر جانے سے انکار کر دے۔ (ج) یا اگر میاں بیوی جس گھر میں رہتے ہوں وہ بیوی کی ملک ہو اور پھر بیوی قبل اس کے کہ اپنے شوہر سے یہ کہے کہ اسے وہ اپنے گھر لے جائے یا اس کے لئے کوئی کرایہ کا مکان حاصل کرے اچانک شوہر کو اپنے ذاتی مکان میں آنے سے روک دے تو یہ عورت ناشزہ ہونے کی وجہ سے نفقہ کی حقدار نہیں ہوگی۔ وہ صورتیں مندوجہ ذیل ہیں۔

مگر بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں اگر اپنے گھر میں آنے سے روک دے تو نفقہ سے محروم نہیں ہوگی۔

(۱) اگر عورت اپنے ذاتی مکان سے آمدنی حاصل کرنا چاہے یا کسی اور مصرف میں استعمال کرنا چاہے اور شوہر سے کہے کہ وہ اسے اپنے گھر رخصت کرا کر لے جائے یا اس کیلئے رہائش کا کوئی لطم کرے اس اطلاع کے بعد اب عورت شوہر کو اپنے ذاتی مکان میں آنے سے منع کر دے تو وہ ناشزہ نہیں مستحق نفقہ رہے گی۔

(۲) اسی طرح اگر بیوی شوہر کے مقبوضہ مکان میں جانے سے اس لئے انکار کرے کہ وہ مکان غصب کیا ہوا ہے تو بھی نفقہ کی مستحق ہوگی کیونکہ نہ جانے کا عذر عورت کا مقبول ہے۔

(۳) اسی طرح اگر بیوی کو وطن سے لانے کیلئے مثلاً نجف سے شوہر اپنے وطن سفر قتل لانے کیلئے شوہر کسی غیر محرم کو بھیج دے اور بیوی اس غیر محرم کیساتھ سفر کرنے سے انکار کرے تو یہ ناشزہ نہیں اس کا حق نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔

شوہر کے ساتھ سفر سے انکار کرنا نشوز ہے

شوہر عورت کو سفر میں لیجانا چاہتا ہے مگر عورت اس سے انکار کرتی ہے تو کیا یہ عورت ناشزہ ہوگی یا نہیں تو حضرت قاضی صاحب قاسمی "بحر الرائق" کے حوالہ سے علامہ ابن نجیم مصری کا قول نقل کرتے ہیں۔

وإذا طلبت ان يسافر بها من  
بلدها وامتنعت فانه لانفقہ لها  
یعنی شوہر بیوی کو شہر سے باہر لیجانا چاہے اور عورت اس سے انکار کرے تو ایسی عورت ظاہر الروایۃ ۲ علی ظاہر الروایۃ ۲ عورت ظاہر الروایت کے مطابق نفقہ کی حقدار نہیں کیونکہ شوہر کو حق ہے کہ وہ عورت کو سفر میں لیجائے۔ اور متاخرین کا قول مجمع الانہر میں نقل کیا ہے کہ

واما علی المفتی بہ فانہا لاتکون مفتی بہ قول کے اعتبار سے عورت کا سفر ناشزہ ۳ سے انکار کرنا نشوز نہیں ہے۔ اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ شوہر کے مہر ادا نہ کرنے کی صورت میں انکار کر سکتی ہے ہاں اگر شوہر نے مہر ادا کر دیا تو پھر شوہر کو حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر لے اور علامہ ابن عابدین شامی کا قول تصحیح الفتاویٰ الحامدیہ (صفحہ ۲۳ جلد ۱) میں اسی کے موافق منقول ہے اور جامع الفصولین میں اسی قول پر فتویٰ دیا ہے۔ مگر ابو القاسم الصغار اور فقیہ ابواللیث نے تحریر کیا ہے کہ فساد زمانہ کی وجہ سے عورت کی

۱ (فتح القدیر ملخوذ بحث ونظر اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۹ء)

۲ (بحر الرائق صفحہ ۱۷۹ جلد ۲) بحوالہ بحث ونظر

۳ (مجمع الانہر صفحہ ۴۸۹ جلد ۱) بحوالہ بحث ونظر



مقصد اسکا حسن معاشرت ہے نہ کہ نقصان پہنچانا بلکہ دونوں کو ضرر اور تنگی سے بچانا ہے اس وقت عورت انکار کرتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا انکار کرنا مناسب نہیں ہاں اگر ضرر کا اندیشہ ہو خواہ سفر کتنا ہی قریب کا کیوں نہ ہو تو عورت کو مجبور نہیں کر سکتے۔ جیسے ادھر کئی واقعات پیش آچکے ہیں کہ کبھی عرب ممالک کے لوگ ہندوستان آکر کم عمر لڑکیوں سے نکاح کر لیتے ہیں مگر یہاں سے لیجانے کے بعد دوسرا برتاؤ ہوتا ہے، بسا اوقات ایجنسی کے ذریعہ نکاح ہوتا ہے اور لڑکیاں مال تجارت بنا دی جاتی ہیں، یوپی کے بعض علاقوں سے گروپ کے گروپ لوگ آکر فاقہ کش مسلمانوں کی لڑکیاں بیاہ کر کے لے گئے اور پھر انہیں فروخت کر دیا، اگر ایسی شادیوں میں لڑکیاں شوہر کے ساتھ دور دراز کا سفر نہ کریں تو انکے انکار کو تسلیم کیا جائیگا، اور ظاہر الروایت پر عمل نہ کر کے اسکو ناشزہ قرار نہیں دیا جائے گا۔

### موجودہ عرف اور قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی کی رائے

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے یا رخصتی کے بعد زوجین یا ان کے اولیاء کے درمیان جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے بہت چھوٹی چھوٹی باتوں پر پیدا ہو جانے والے اس جھگڑے کے نتیجے میں جانبداروں سے ضد پیدا ہو جاتی ہے اب لڑکی والے بعد میں رخصت کرنے پر راضی ہو جائیں۔ یا خود لڑکی بھی شوہر کے گھر جانے پر راضی ہو جاتی ہے۔ مگر شوہر اکثر یہ اصرار کرتا ہے کہ وہ خود آجائیں نہ میں لانے جاؤں گا اور نہ کسی کو لانے بھیجوں گا اس مسئلہ کو دو قار کا مسئلہ بنا کر اچھی خاصی زندگیوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں اس حقیر کی رائے میں عرف اور دستور و معاشرہ میں رائج طور طریقہ ایسے معاملات میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے موجودہ عرف میں لڑکی کا خود چلا جانا یا اس کے ماں باپ کا سسرال پہنچا دینا خاص کر جبکہ باہمی

اختلاف ایک حجاب بھی درمیان میں پیدا ہو چکا ہے عورت کیلئے موجب عار ہے اور پھر سسرال جا کر ساس نند اور محلّہ کی عورتوں کی طرف سے طرح طرح کے طعن و تشنیع کا سامنا بھی کرنا پڑیگا۔ دستور اور رواج یہ بھی ہے کہ شوہر عزت و اکرام کیساتھ اپنی بیوی کو اپنے گھر رخصت کرا کر لائے اس لئے اگر کسی وجہ سے ابتداء رخصت ہو کر جانے سے انکار بیوی کی طرف سے ہو گیا یا باہمی چپقلش کی وجہ سے رخصتی رک گئی ہو اس کے بعد عورت ہنسی خوشی رخصت ہو کر جانے کو آمادہ ہو تو ایسی صورت میں شوہر کا فرض ہے کہ وہ زوجہ کو رخصت کرا کر خود لائے۔ لہذا اگر واضح طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ عورت نے شوہر کے گھر رہنے کی رضامندی دیدی ہے اور مرد خواہ مخواہ اسے اپنی عزت کا مسئلہ بنا کر اسے رخصت کرا کر نہیں لاتا بلکہ اصرار کرتا ہے کہ عورت عرف و رواج کے خلاف خود شوہر کے گھر چلی آئے اور اس کی وجہ سے رخصتی رک رہتی ہے تو اس حقیر کی رائے میں عورت ناشزہ نہیں اور اس مدت میں وہ مستحق نفقہ ہوگی۔ ۱۔

ناشزہ تو بہ کر لے تو نفقہ ملے گا

اگر کوئی عورت شوہر کے گھر بلا وجہ نہ جائے یا شوہر کے گھر سے بھاگ جائے تو وہ ناشزہ قرار پاتی ہے مگر جب اس نے اپنی اس حرکت سے شرمندہ ہو کر تو بہ کر لی اور اس کے بعد وہ اپنے شوہر کے گھر آگئی یا آنے کو تیار ہوگئی تو اب ناشزہ نہیں جب سے وہ گھر لوٹ کر آئی ہے اس وقت سے نفقہ کی مستحق ہوگی۔ ۲۔

جان کے خوف کی وجہ سے شوہر کے گھر نہ جائے تو بھی نفقہ ملے گا

اگر عورت کو اپنے شوہر کے گھر جانے میں اپنی جان اور اپنے دین کے ضائع

۱ (بحث ونظر لکچر نومبر نمبر ۱۹۹۱ء)

۲ (ولذا ترکت النشوز فلها النفقة (علم گیری صفحہ ۵۱۰ جلد ۱) وخریجۃ من بیتہ بغیر حق وہی للنشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ (بمختار) ای لوعالت الی بیت الزوج بعد ما سلط خرجت عن کونها ناشزہ بحر عن الخلاصۃ ای فتستحق للنفقة (شلمی صفحہ ۲۸۶ جلدہ زکریا)

ہونے کا یا کسی اور طرح کا خوف و خطر ہو تو پھر شوہر کے گھر جائے بغیر اپنے میکے میں بھی نفقہ کی مستحق ہوگی۔ ۱۔

نافرمان بدچلن بیوی جب شوہر کے گھر ہے تو نفقہ ملے گا

اگر عورت شوہر کے پاس رہتی ہے انکار نہیں کرتی تو نفقہ کی حقدار ہوگی اگرچہ رہتے ہوئے شوہر کی نافرمانی کرتی ہو یا صوم، صلوٰۃ کی پابندی نہیں کرتی اسی طرح غیر محرم سے بات چیت کرتی ہے یا بدچلن ہے یا کوئی اور گناہ کا کام کرتی ہے تو ان سب وجوہات کی وجہ سے اس کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔ البتہ گھر سے نکل جائے تو پھر نفقہ نہیں ملے گا۔ ۲۔

شرط کے مطابق شوہر پر نفقہ واجب ہے

اگر بوقت عقد نکاح زوجین کے مابین یہ شرط قرار پائی کہ اگر شوہر بیوی کو تکلیف دیگا یا شوہر کے گھر پر عورت کو کوئی تکلیف ہوئی تو بیوی اپنے میکے میں رہ سکتی ہے اس کو وہیں نفقہ ملے گا لہذا اگر رخصتی کے بعد صحیح معنی میں تکلیف ہوئی تو بیوی میکے میں رہ کر نفقہ حاصل کر سکتی ہے کیونکہ صحیحین کی حدیث ہے۔ (احق الشروط ان توفوا به بما استحللتم به الفروج ۳) یعنی اور شرط کے مقابلہ میں نکاح والی شرط پوری کرنے کے سب سے زیادہ حقدار ہے۔ ۳۔

(۸) (محبوسہ) وہ عورت جو قید کر لی گئی

یعنی کوئی عورت قید کر لی گئی چاہے ظلماً قید کر لی گئی ہو۔ خواہ کسی نے قید کیا ہو یا حکومت

۱۔ وسألت عن امرأة استكثها زوجها في بلاد الدروز ملحدين ثم امنعت وطلبت منه السكنى في بلاد الاسلام خوفاً على دينها ويظهر لي ان لها ذلك لان بلاد الدروز في زملنا شبيهة بدار الحرب قوله او السفر معه اي بناء على الفتى به من انه ليس لها السفر بها لفساد الزمان فلانها بحق (شمس ص ۲۸۷ جلد ۵ زکریا)

۲۔ النفقة واجبة للزوجة على زوجها الخ اذا سلمت نفسها الى منزله (هدایہ ص ۴۳۷ جلد ۲)

۳۔ مسلم شریف ص ۴۵۰ جلد ۱ ع۔ مسند فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۴۸ جلد ۱۱)

اور بادشاہ کے قید خانہ میں ہوا اگرچہ ظلماً ہی قید کر لی گئی ہو تو ایسی عورت کا نفقہ نہیں ہے۔ ۱۔

### (۹) اپنے میکے میں اس قدر بیمار ہو گئی کہ جماع کے لائق نہیں

مریضہ عورت کی کئی صورتیں ہیں۔ (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کے گھر جانے سے قبل اس طرح بیمار ہو گئی کہ جماع پر قدرت نہ رہی پھر بھی شوہر کے گھر چلی گئی تو شوہر کے گھر آنے سے قبل کا نفقہ اور گھر آنے کے بعد کا نفقہ بھی ملے گا۔ (۲) اسی طرح زوجہ نے نفقہ کا مطالبہ کیا مگر شوہر نے اس کو اپنے گھر نہیں لایا اور وہ شوہر کے گھر آنے سے انکار بھی نہیں کرتی تو بھی نفقہ کی حقدار ہوگی۔ (۳) ہاں اگر شوہر نے اس کو اپنے گھر بلایا مگر عورت نے منع کر دیا تو پھر نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ (۴) عورت شوہر کے گھر صحت کی حالت میں آئی تھی مگر شوہر کے گھر آ کر اس قدر بیمار ہو گئی کہ جماع پر قدرت نہ رہ سکی تو بھی اس کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔ (۵) اور اگر شوہر کے گھر دخول کے بعد بیمار ہوئی اور پھر اپنے باپ کے گھر چلی گئی اب پھر اس عورت کا پردہ میں سوار ہو کر یا ڈولی وغیرہ میں بیٹھ کر اپنے شوہر کے گھر آنا ممکن ہے اور پھر بھی نہیں آتی ہے تو یہ نفقہ کی مستحق نہیں۔ ہاں اگر کسی طرح آنا ممکن نہیں ہے تو اب اس کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا۔ ۲۔

۱۔ ومحبوسة ولو ظلماً الخ صیرفیه کحبسه مطلقاً لکن فی الصحیح القدوری لو حبس فی سجن السلطان فالصحیح سقوطها (درمختار علی ہامش شلمی صفحہ ۲۸۸ تا ۲۸۹ جلد ۵)  
 ۲۔ ولو کانت المرأة مریضة قبل للنفقة مرضاً يمنع من الجماع فنقلت وهي مریضة فلها النفقة بعد للنفقة وقبلها ايضاً اذا طلبت للنفقة فلم ينقلها الزوج وهي لا تمنع من النفقة لو طلبها الزوج وان كانت تمنع فلان نفقة لها كالصحیحة کذا نکر فی ظلمع الروایة وان نقلت وهي صحیحة ثم مرضت فی بیت للزوج مرضاً لا تستطيع معه الجماع لم تبطل نفقتها بلا خلاف کذا فی البدائع ولو مرضت المرأة فی بیت زوجها بعد الدخول فلنقلت الی دار ابيها قالوا ان كانت بحال يمكنها النقل الی بیت الزوج فی محفة او نحوها فلم تنتقل لا نفقة لها وان كان لا يمكن نقلها فلها النفقة کذا فی فتاوی قاضی خان (عالمگیری صفحہ ۵۱۶ جلد ۱)



## (۱۰) ایسی عورت جس کو کسی نے غصب کر لیا

یعنی کسی عورت کو کسی نے غصب کر لیا یا لیکر بھاگ گیا اور یہ معاملہ جبراً کیا گیا ہو یا عورت کی رضامندی سے دونوں صورتوں میں فتویٰ یہی ہے کہ ایسی عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔

## (۱۱) بغیر شوہر کے حج کرنے والی

آخری صورت نفقہ سے محروم ہونے کی عورت کا حج کو جانا ہے اس کی چند صورتیں ہیں۔ اگر حج فرض ادا کر رہی ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) رخصتی سے قبل (۲) یا رخصتی کے بعد (۱) اگر رخصتی سے قبل ہے اور اس سفر میں شوہر نہیں ہے خواہ محرم باپ بھائی وغیرہ ساتھ ہوں یا ساتھ نہ ہوں بغیر محرم ہی کے سفر کر رہی ہے بہر صورت وہ نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ (۲) اگر رخصتی کے بعد کسی محرم کے ساتھ حج کو جا رہی ہے مگر شوہر نہیں ہے تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ نفقہ واجب ہوگا عالم گیری میں امام محمدؒ کے ہی قول کو ظاہر الروایت کہا گیا ہے۔ (۳) اور اگر یہ حج فرض شوہر کے ساتھ ادا کرنے جا رہی ہے تو بہر صورت نفقہ کی مستحق ہوگی۔ (۴) اور اگر حج فرض نہیں نفل حج ادا کرنے جا رہی ہے اور شوہر بھی ساتھ نہیں تو نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہوگا۔ (۵) اور اگر نفل حج شوہر کے ساتھ ادا کرنے جا رہی ہے تو نفقہ کی مستحق ہوگی۔

نوٹ :- جس صورت میں وہ نفقہ کی مستحق ہوگی وہ نفقہ حضر ہے نہ کہ نفقہ سفر

ل ومغصوبة ای من اخذها رجل ولعب بها هذا ظلم الرواية وعن ابی یوسف لها النفقة والفتویٰ علی الاول لان فوات الاحتباس ليس منه لیجعل بلقیاً تقدیراً هذایہ وقید بقوله کرها لانه لو لعب بها علی صورة الغصب لكن برضاها فلا خلاف فیها اذا لاشك فی انها نلشزة فانهم (شملی صفحہ ۲۹۰ جلدہ زکریا)

نیز سفر کا خرچہ کرایہ وغیرہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہے۔ ۱۔

عنین کے ذمہ بیوی کا نفقہ واجب ہے

اگر کوئی شخص عنین یعنی نامرد ہے اس نے کسی عورت سے نکاح کیا تو بیوی کا نفقہ اس کے اوپر واجب ہو گیا اگرچہ خلوت کے بعد صحبت نہ کر سکا ہو۔ ۲۔

مرد کے باپ یا کسی اور نے عقد کے وقت نفقہ کی ضمانت لی

اگر کسی بچہ کے نکاح کے وقت باپ نے نفقہ اور مہر کی ضمانت لے لی یا کسی آدمی نے کسی لڑکے کے نکاح کے وقت اس کے نفقہ وغیرہ کی ذمہ داری لے لی ہے تو بعد میں شوہر اگر نفقہ اور مہر ادا نہ کرے تو عورت ضامن سے نفقہ اور مہر کا مطالبہ شرعاً کر سکتی ہے۔ ۳۔

## کسوہ یعنی عورت کا کپڑا

بیوی کے نفقہ کی طرح کپڑا بھی شوہر پر واجب ہے اتنا کپڑا دینا ضروری ہے جو ضرورت

۱۔ ولو حجت المرأة حجة فريضة فان كان ذلك قبل النقلة فان حجت بلا محرم ولا زوج فهي نلشزة وان حجت مع محرم لها دون الزوج فلا نفقة لها في قولها جميعا وان كانت انتقلت الى منزل الزوج فقد قال ابو يوسف رحمه الله تعالى لها النفقة وقال محمد رحمه الله تعالى لا نفقة لها كذا في البدائع وهو الاظهر كذا في المسراج الوهاج ولما اذا حج الزوج معها فلها النفقة اجمعا وتحب عليه نفقة الحضر دون السفر ولا يجب الكراء لاما اذا حجت للتطوع فلا نفقة لها اجمعا اذا لم يكن الزوج معها... وان حجت مع زوجها حجة فلا كانت لها نفقة الحضر لان نفقة السفر (علم كبرى صفحہ ۵۴۶ جلد ۱)

۲۔ فتجب للزوجة بنكاح صحيح على زوجها لانها جزاء الاحتباس (درمختلر علی هامش شمس صفحہ ۲۷۸ تا ۲۸۱ جلدہ ۱ زکریا)

۳۔ ولا يطلب الاب بمهر ابنه الصغير للكبير الخ الا اذا ضمنه على المعتمد كما في النفقة (درمختلر علی هامش شمس ۲۸۷ تا ۲۸۸ جلد ۱) وصح ضمنن الولي مهرها الخ ولما ضمنن الولي الكبير منها فظلم لانہ کالاجنبی (شمس ص ۲۸۶ ج ۱ باب المهر)

پوری ہونے کے ساتھ عرف و رواج کے لحاظ سے بھی کافی ہو۔ نیز گری اور سردی کا کپڑا بھی دینا مرد پر ضروری ہے جیسے شال، سوٹر، چادر، کوٹ، لحاف، جبہ وغیرہ جہاں کا جیسا رواج ہو اسی حساب سے دیا جائے گا۔ لحاف، بسترہ، وغیرہ تو ایسی چیزیں ہیں کہ میاں بیوی دونوں کیلئے ایک ہی کافی ہے مگر صاحب درمختار کے قول کے مطابق لحاف، بسترہ، عورت کیلئے علیحدہ ہونا ضروری ہے کیونکہ عورت حیض کی حالت میں یا مرض کی وجہ سے کبھی اپنے شوہر سے الگ ہوتی ہے۔

### کپڑا سال میں دو عدد واجب ہے

مذکورہ کپڑے ایک سال میں دو مرتبہ دینا مقرر ہوگا اور یہ ہر چھ ماہ پر عورت کے حوالہ کر دیئے جائیں گے اگر چھ ماہ مقرر ہو گئے تو پھر چھ ماہ سے قبل عورت کو مطالبہ کا حق نہیں ہے اگر عورت نے خلاف عادت کپڑے کو اس طرح استعمال کیا کہ چھ مہینہ سے پہلے پہلے پھاڑ ڈالا تو پھر چھ ماہ سے قبل کپڑا دینا واجب نہیں ہوگا۔ البتہ عورت نے اگر عادت کے مطابق ہی استعمال کیا پھر بھی کپڑا پھٹ گیا تو یہ عورت کا قصور نہیں ہے اس لئے چھ ماہ سے قبل بھی عورت کو کپڑا دینا ضروری ہے۔

اور اگر کپڑا چھ ماہ گزرنے کے بعد بھی باقی رہا اور اس کے باقی رہنے کا سبب یہ ہے کہ کپڑا استعمال ہی نہیں کیا یا اس کپڑے کیساتھ دوسرا کپڑا بھی استعمال کیا تو ایسی صورت میں عورت دوسرا کپڑا لے سکتی ہے البتہ ان وجوہات کے علاوہ کپڑے کے باقی رہنے کی کوئی وجہ نہیں تو پھر شوہر پر دوبارہ کپڑا دینا ضروری نہیں ہے یہی سمجھا جائے گا کہ کپڑا مضبوط ہے۔

۱۔ ولحافا وفراشا وحدها لانہا ربما تعتزل عنه ابام حیضها ومرضها (درمختار) وتزاد فی الشتلہ الخ ای تزاد علی ما قدرہ محمد فی الکسوة بدرعین وخملرین وملحفۃ فی کل سنۃ قال فی الظہریۃ ان هذا فی عرفہم اما فی عرفنا فیجب السر او یل والجبة والفراش واللحاف وما تنفع به اذی الحر والبرد فی الشتلہ برع خزرجیہ فزو خملر ابریمم وفی الذخیرہ ما ذکرہ محمد علی عادتہم وذلك یختلف باختلاف الامکن حرا وبردا والاعداد فعلی الفاضی اعتبارا الکفایۃ بالمعروف فی کل وقت ومکان (شمس صفحہ ۲۹۷ جلد ۵)

اگر عورت نے نفقہ و کسوہ کو قصد اُضائع کر دیا یا اس کی بے احتیاطی سے ضائع ہو گیا یا چوری ہو گئی تو پھر شوہر پر دوبارہ نفقہ اور کسوہ کی ادائیگی ضروری نہیں۔

## سکنی یعنی عورت کی رہائش

سکنی کا لفظ سکون سے لیا گیا ہے یعنی رہنے کا گھر کیونکہ آدمی کہیں سے آ کر گھر ہی پر سکون محسوس کرتا ہے اس لئے اس کو سکون کی جگہ کہتے ہیں۔ بہر کیف مرد پر عورت کے نفقہ اور کسوہ کی طرح سکنی بھی واجب ہے۔ چنانچہ قرآن میں اسی کا حکم ہے (أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ مَسَكَنَّتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ) کہ اپنی کوشش کے مطابق بیوی کو وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو

## بیوی کا حق سکنی کیا ہے

اولاً تو بیوی کا اخلاقی تقاضا یہ ہے کہ وہ سب کے ساتھ ملکر رہے الگ گھر کا مطالبہ نہ کرے کہ شوہر کو مستقل علیحدہ مکان خریدنا پڑے۔ شوہر اور اس کے رشتہ دار کا بھی اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ عورت کیلئے گھر کا ایک مخصوص کمرہ خاص کر دے تاکہ وہ اپنا ضروری سامان رکھ سکے اور میاں بیوی بے تکلف رہ سکیں گھر کے دوسرے لوگوں کو آنے کی نوبت نہ آئے۔

لیکن اگر عورت سب کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی مستقل علیحدہ ایسے مکان کا

۱. وانما نفرض للكسوة في السنة مرتين في كل سنة اشهر مرة كذا في المبسوط ولو فرض لها الكسوة مدة سنة اشهر ليس لها غيرها حتى نمضي المدة فان خروقت قبل مضيا ان كلنت بحبث لو لبسها لبسا معاندا لم تتخرق لم يجب عليه والا وجب وان بقي الثوب بعد المدة ان كان بقاؤه لعدم اللبس او للبس ثوب غيره لو للبس يوما دون يوم فلنـه يفرض لها كسوة اخرى والا فلا كذا في الجوهرة النيرة ولو ضاعت الكسوة او تلفت او سرقت لم بجدد غيرها حتى يمضي الفصل بخلاف المحارم كذا في غابة السروجي (عالمگیری ص ۵۵۵ تا ۵۵۶ جلد ۱) ۲. سورة الطلاق آیت ۶

مطالبہ کرتی ہے جو خالص اسی کیلئے ہو اس میں کسی کو نہ آنے دے تو شوہر پر اس کا پورا کرنا ضروری ہے کیونکہ سب کے ساتھ رہنے میں اس کا نقصان ہے وہ اپنے ذاتی سامان کی حفاظت پر مامون نہیں اور نہ وہ بے تکلف اپنے شوہر کے ساتھ رہ سکتی ہے۔ البتہ گھر میں کئی کمرے ہوں ان میں سے ایک کمرہ بیوی کیلئے خاص کر دے کہ وہ اپنا مال و اسباب حفاظت سے رکھ سکے اور بلا تکلف رہ سکے اور کنبی اپنے پاس رکھے کسی کا اس میں دخل نہ ہو تو ایسا مکان کافی ہے عورت کو پورے گھر کے مطالبہ کا حق نہیں۔ ۲۔

شوہر کے ذمہ صرف علیحدہ گھر یا اس کا صرف ایک کمرہ دینا لازم ہے اس کے علاوہ باورچی خانہ، غسل خانہ، بیت الخلاء تمام پر یوار سے علیحدہ دینا ضروری نہیں ہے مگر یہ حکم معمولی حیثیت کے خاوند کا ہے اگر شوہر مالدار ہے تو اس کے ذمہ ایسا علیحدہ گھر دینا لازم ہوگا جس میں باورچی خانہ، غسل خانہ، بیت الخلاء وغیرہ ضروریات کی تمام چیزیں مہیا ہوں ۳۔

۱. وكذا تجب لها السكنى في بيت خال عن اهل سوى طفله الذي لا يفهم الجماع الخ واهلها ولو ولدها من غيره بقدر حالهما كطعم وكسوة وبيت منفرد من دار له غلق (بمختار) وقوله خال عن اهل الخ لانها تتضرر بمشاركة غيرها فيه لانها لا تأمن على متاعها ويمنعها ذلك من المباشرة مع زوجها ومن الاستمتاع الا ان تختل ذلك لانها رضيت بختناقص حقها (شمس جلد ۳۲۰ جلدہ)

۲. فان كانت دار فيها بيوت واعطى لها بيتا يفلق ويفتح لم يكن لها ان تطلب بيتا اخر اذالم يكن ثمه احد من اهل الزوج يؤذيها (شمس صفحہ ۳۲۱ جلدہ)

۳. ومطبخ اي بيت للخلا. وموضع الطبخ بان يكون داخل البيت لو في الدار لا يشاركها فيها احد من اهل الدار قلت وينبغي ان يكون هذاني غير للفقره الذين يسكنون في الرجوع والاحواش بحيث يكون لكل واحد بيت يخصه وبعض المرافق مشتركة كالخلاء. والتنوير وبقرائه ويأتي تلمحه قريبا قوله للحصول المقصود وهو انما على متاعها وعدم ما يمنحها من المعشرة مع زوجها والاستمتاع (شمس صفحہ ۳۲۱ جلدہ)

مرد اپنے مخصوص گھر میں عورتوں کے رشتہ داروں کو بھی آنے سے روک سکتا ہے

جس طرح عورت اپنے مخصوص گھر اور مخصوص کمرے میں خاوند کے دوسرے رشتہ داروں کو روک سکتی ہے اسی طرح شوہر بھی اپنے اس مخصوص کمرے میں عورت کے رشتہ دار (خواہ اس کے والدین ہی کیوں نہ ہوں یا پہلے خاوند سے اس کی اولاد) کو آنے سے منع کر سکتا ہے۔ البتہ زوجہ کے والدین کو ہفتہ میں ایک روز مثلاً جمعہ کو اپنی بیٹی سے ملاقات کرنے کا حق ہے شوہر اس سے منع نہیں کر سکتا مگر اس مخصوص کمرے میں ٹھہرنے سے منع کر سکتا ہے نیز اسی طرح والدین کے علاوہ دیگر محرم رشتہ داروں کو سال میں ایک مرتبہ ملنے کا حق ہے۔ ہاں اگر یہ رشتہ دار سال میں اور والدین ہفتہ میں ایک مرتبہ سے زائد ملنے آویں تو پھر شوہر کو روکنے کا حق ہے۔

عورت کو والدین اور دیگر رشتہ داروں کے یہاں جانے کا حکم عورت کو اپنے والدین کے یہاں ہفتہ میں اور دیگر رشتہ دار کے یہاں سال میں ایک مرتبہ جانے کا حق ہے شوہر اس سے روک نہیں سکتا البتہ اگر وہ رشتہ دار عورت ہی کے گھر آ کر ٹھہرنے لگیں تو پھر شوہر منع کر سکتا ہے۔

اگر والدین کو دیکھ بھال کرنے والا اس عورت کے علاوہ کوئی نہیں تو وہ اپنے والدین کے پاس بقدر ضرورت بار بار بھی جاسکتی ہے اگرچہ شوہر منع کرے لیکن شوہر

۱۔ واذا اراد الزوج ان يمنع ابلعها او لمها او لاحدا من اهلها من الدخول عليها في منزله اختلفوا في ذلك قال بعضهم لا يمنع الابوين من الدخول عليها للزيارة في كل جمعه وانما يمنعهم عن الكينونة عندها وبه اخذ مشايخنا رحمهم الله تعالى (وعليه الفتوى) كذا في فتاوى قلعي خاں الغ وهل يمنع غير الابوين من الزيارة قال بعضهم لا يمنع للمحرم من الزيارة في كل شهر وقال مشايخ بلخ في كل سنة (وعليه الفتوى) (علم گیری صفحہ ۵۰۶ تا ۵۰۷ جلد ۱)

کے منع کرنے کی صورت میں جانے پر نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔

شادی کے بعد چولہے کا الگ ہونا ہی بہتر ہے

آج کے دور میں میاں بیوی کا علیحدہ رہنا معیوب سمجھا جاتا ہے شوہر جب اپنی بیوی کو لیکر رشتہ داروں سے الگ رہتا ہے تو اعزہ واقارب ناخوش ہوتے ہیں اور ناک منہ چڑھاتے ہیں لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگتی ہیں کہ دیکھا فلاں لڑکا کتنا جو رو پرست نکلا کہ شادی کے بعد فوراً الگ ہو گیا، دیکھا فلاں عورت سال بھر بھی اپنی بہو کو نہ نبھاسکی، دیکھا فلاں کی بیٹی اپنی ساس کے ساتھ نہ رہ سکی ارے کیا رہے گی کبھی اس کی ماں نے ساس سر کا خیال نہیں کیا تو بیٹی کیا کریگی اس کا تو خاندان ہی ایسا ہے وغیرہ وغیرہ، چھتے ہوئے جملے کسے جاتے ہیں لیکن علیحدہ رہنے میں سجد مصالح اور فوائد ہیں یہ صورت بہت سے گھریلو نزاع و اختلاف کا سد باب ہے۔ کیونکہ جہاں ساس سر، نند، بھالاج اور سب بھائی اور ان سب کی بیویاں ساتھ رہتے ہیں ایک ہی ہانڈی میں کھانا پکتا ہے تو روزانہ جھگڑے ہوتے رہتے ہیں سب کی بیویاں ایک دوسرے سے حسد، کینہ اور بغض رکھتی ہیں غیبت اور ایک دوسرے کی چغلی خوری اور اپنے اپنے شوہروں کے پاس ایک دوسرے کی شکایتیں کرتی رہتی ہیں جن کی وجہ سے بھائیوں کے مابین عداوت دشمنی اور ساس بہو میں روزانہ کی کائیں کائیں کچ کچ ہوتی رہتی ہے ایک دوسرے سے خوش نہیں ناک منہ چڑھا کر باتیں ہوتی رہتی ہیں اور یہ صرف اسی ایک گھر تک محدود نہیں بلکہ عورتیں اپنے اپنے میکے میں اس کی خبریں پہنچاتی ہیں پھر ان کے جراثیم مختلف خاندانوں میں پہنچ جاتے ہیں پھر عورتوں اور ان کے رشتہ دار کی طرف سے طلاق و خلع کا

۱۔ ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعة الخ ولو ابوها زمانا مثلاً فاحتلجھا فعلیہا تعلدہ ولو کلفرا وان ابی الزوج (برمختل) قوله فعلیہا تعلدہ ای بقدر احتیاجہ الیہا وهذا اذا لم یکن لہ من یقوم علیہ کما قیدہ فی الخلیئہ الخ (قوله وان ابی الزوج) لرجحان حق الوالد وهل لہا للنفقة؟ الظلم لا (شملی صفحہ ۲۲۴ جلد ۵)

مطالبہ ہوتا ہے۔ پھر معاملہ اتنا سنگین ہو جاتا ہے کہ دونوں کے درمیان جھگڑے فساد، کیس مقدمے کی نوبت آ جاتی ہے یہ شادی خانہ آبادی کے بجائے بربادی کا سبب ہو جاتی ہے اس کے برخلاف الگ رہنے میں نہ کوئی جھگڑا نہ فتنہ فساد ہے سب اپنے اپنے کام سے مطلب رکھتے ہیں اپنی اپنی محنت کے بقدر جو میسر ہو اپنی زندگی گزار لیتے ہیں اس سے صرف میاں بیوی کے درمیان ہی نہیں بلکہ ماں بیٹا، بہو، ساس، ساند، بھانج اور سب بھائیوں اور ان کی بیویوں کے درمیان تعلق و محبت قائم رہتی ہے ایک دوسرے کی عزت اور قدر بھی کرتے ہیں آپس میں لین دین اچھی طرح ہوتا ہے کسی کے یہاں کوئی اچھی چیز پکی تو دوسرے کے گھر پہنچادی جاتی ہے بیوی ساس سر کی بھی اچھی خدمت کرتی ہے اس سے شادی کا مقصد پوری طرح حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک کی زندگی خوشگوار گزرتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چولہا تو ضرور ہی علیحدہ ہونا چاہئے زیادہ تر آگ اسی چولہے سے بھڑکتی ہے۔ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہر آدمی کی اتنی استطاعت کہاں ہے کہ الگ رہ سکے یا والد شادی کے بعد فوراً مکان دلوا سکے۔ لہذا اس کے لئے آسان حل یہ ہے کہ کرایہ کا مکان لے لیں اور اگر اس کی بھی گنجائش نہیں تو اسی بڑے مکان میں باورچی خانہ الگ کر لیں۔ آج کل طبیعتوں اور واقعات کا مقتضی تو یہ ہے کہ اگر عورت ساتھ میں رہنے پر راضی بھی ہو اور علیحدہ رہنے سے سب اعزہ اور رشتہ دار ناخوش بھی ہوں تب بھی مصلحت یہ ہے کہ جدا ہی رکھے اس سے ہزاروں مفاسد اور ہزاروں خرابیوں کا وردا زہ بند ہو جاتا ہے۔

### والدین واولاد اور دوسرے اعزہ کے حقوق

شوہر کے فرائض تفصیل سے آچکے کچھ مزید باتیں جملہ معترضہ کے طور پر یہاں بیوی کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے حقوق سے متعلق بیان کر دینا موقع کے



مناسب معلوم ہوتا ہے۔

### اولاد کا نفقہ

نابالغ اولاد جن کی ملکیت میں کچھ بھی مال نہیں ان کے اخراجات ان کے باپ کے ذمہ ہیں۔ اگرچہ باپ خود تنگ دست اور مفلس ہو کوئی دوسرا اس ذمہ داری میں شریک نہیں ہے۔

اگر بالغ لڑکا اپنا چھ لہجہ یا کسی اور مرض کی وجہ سے معذور یا کام بھی کرتا ہو مگر اچھی طرح نہیں کر پاتا یا طالب علمی کا زمانہ گزار رہا ہو یا کسی شرافت کی وجہ سے کام کرنے سے شرماتا ہو یا اس کو کوئی مزدور رکھنا نہیں چاہتا تو اس کا نفقہ بھی باپ ہی کے ذمہ ہے اور اگر صحیح کام کر سکتا ہے کوئی عذر بھی نہیں تو اس کا نفقہ باپ کے ذمہ نہیں ہے۔ وہ بالغ لڑکیاں جن کے پاس مال نہیں ہے تو ان کا نفقہ مطلقاً باپ ہی کے ذمہ ہے جب تک کہ اس کی شادی نہ ہو جائے۔ اور بیٹے کی بیوی یعنی بہو کا نفقہ خسر کے ذمہ اس وقت تک ہوتا ہے جب تک کہ اس کا بیٹا نابالغ ہے۔ یا لہجہ اور اپنا چھ لہجہ لیکن خسر کو بہو کے نفقہ پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ۲

### پوتا پوتی کا نفقہ

اگر چھوٹے بچے کا باپ لہجہ اور اپنا چھ لہجہ ہے اور اس بچے کے پاس مال بھی نہیں ہے تو اس کا نفقہ دادا پر واجب ہوگا۔ اور دادا کسی سے اس کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا۔ ۳

اگر کوئی باپ مر گیا اور اس نے اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے بھی چھوڑے

۱ نفقة الاولاد الصغیر علی الاب لا یشارك فیہا احد (علم گیری صفحہ ۵۶۰ جلد ۱)

۲ قال الامم الحلوانی اذا کان الابن من ابنہ الکرام ولا یستاجرہ الناس فهو عاجز وکذا طلبہ العلم اذا کلتو علجین عن الکسب الخ ونفقة الاناث ولجبة مطلقا علی الابله مالم یتزوجن اذا لم یکن لهن مال الخ ولا یجب علی الاب نفقة الذکور الکبار الا ان یكون الولد عاجز عن الکسب لزمنا او مرض ومن یقدر علی العمل لکن لا یحسن العمل فهو بمنزلة العجز الخ ونفقة زوجة الابن علی ابیه ان کان صغیرا فقیرا وذلک لانه من کفایة الصغیر ونکر فی المبسوط لایجب علی الاب نفقة زوجة الابن (علم گیری صفحہ ۵۶۲ جلد ۱)

۳ وان کان الاب زنا ولیس للمغیر مال یقضى بالنفقة علی الجد ولا یرجع الجد بذلک علی احد (علم گیری صفحہ ۵۶۲ جلد ۱)

ہیں اور کچھ مال بھی چھوڑا ہے تو اولاد کا کھانا خرچہ اس مال میں سے اس کے حصہ کے بقدر ہی ہوگا باقی ورثہ کے مال میں سے اس کا نفقہ نہیں ملے گا۔ اسی طرح باقی ورثہ کا خرچہ بھی ان کے حصہ کے بقدر ہی ہوگا۔

### والدین کے نفقہ کا حکم

والدین (اور یہ ہی حکم اصول باپ دادا ماں نانی وغیرہ کا بھی ہے) اگر محتاج اور تنگ دست ہو جائیں کمانے پر قادر ہوں یا نہ ہوں ان کے اخراجات کی ذمہ داری خوش حال اولاد پر ہے (یعنی ایسی اولاد کہ ان کو زکوٰۃ، صدقہ وغیرہ کا مال دینا جائز نہ ہو) اگر خوشحال اولاد بیٹا بیٹی دونوں ہوں تو نفقہ کی ذمہ داری دونوں پر برابر ہوگی اولاد، والدین کے نفقہ کی ذمہ داری لینے میں کسی اور کو شریک نہیں کرے گی۔ ۱۔

### ذی رحم محرم یعنی دوسرے رشتہ دار کا نفقہ

ہر مال دار شخص پر اس کے ذی رحم محرم (یعنی بھائی، بہن، چچا، ماموں وغیرہ) رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہے بشرطیکہ وہ ذی رحم محتاج یا نابالغ یا مفلس عورت یا اپانچ و معذور ہو یا طالب علم ہو یا بے وقوف ہو یا کسی اور وجہ سے کمانے پر قادر نہ ہو اگر والد ار شخص ان رشتہ داروں پر خرچہ نہ کرے تو ان کو خرچہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا ان رشتہ داروں کا خرچہ میراث کے اعتبار سے واجب ہوگا یعنی جو مفلس ذی رحم محرم اپنے والد ار رشتہ دار سے نفقہ لے رہا ہے اگر وہ مر جائے تو اس کے مال میں سے شرعی نقطہ نظر سے جس کو جتنا حصہ ملے گا اسی حساب سے اس وقت جبکہ وہ تنگ دست ہے وہ لوگ جو

۱. وان كان الاب قدمات وترك لولداً صغيراً كانت نفقة الاولاد من انصباہم وكذا كل من يكون وارثاً فنفقته في نصيبه (عالم گیری صفحہ ۵۶۴ جلد ۱)

۲. قال ويجبر الولد المومر على نفقة الابوين المعسرین مسلمین او ذمیین قدر ا علی الکسب اولم یقدر الخ ولا یشارك الولد المومر لحداً فی نفقة ابویه المعسرین الخ الیسار مقدر بالنصاب فیما روی عن ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ (علیہ الفتوی) والنصاب نصاب حرمان الصلۃ الخ واذا اختلف الذکور والاثلاث لنفقة الابوين علیہما علی السویہ (عالم گیری صفحہ ۵۶۴ جلد ۱)

مالدار ہیں ان پر خرچ کریں۔

## بیوی ان قریبی رشتہ داروں کے حقوق کیلئے مائع نہ بنے

جب شوہر اپنے والدین اور رشتہ داروں کو کچھ دیتا اور ان پر کچھ خرچ کرتا ہے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے تو بیوی جل بھن جاتی ہے ناک منہ چڑھا کر شوہر سے جھگڑتی ہے یہ ان کی کم ظرفی اور بے دینی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؓ ایک بڑے پائے کے محدث فقیہ بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کا وہ فتنہ جس سے آپ ﷺ نے امت کو ڈرایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں کیلئے قطع رحمی کا سبب بنتی ہیں اور ان کو معمولی ورذیل اور گھٹیا کاموں پر مجبور کرتی ہیں۔ اس لئے جب شوہر بیوی کا نان نفقہ اور دوسرے حقوق ادا کر رہا ہو تو بیوی کیلئے قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ شوہر کو ان کے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے اور مالی خدمات سے روکے۔ ۲

## شوہر اپنی بیوی سے کتنے دن تک جدا رہ سکتا ہے

شوہر پر جس طرح بیوی کے خانگی حقوق روٹی کپڑے وغیرہ ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ہی اس کے مادی اور جنسی حقوق کا پورا کرنا خاوند پر واجب ہے بہت سارے لوگ ظاہری دین کی صورت بنا کر ہر وقت نماز روزے میں مشغول رہتے ہیں اور بیوی کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جاتی ہے یہ ثواب نہیں بلکہ بیوی کی حق تلفی کی وجہ سے الٹا گناہ ہے۔ ایک بڑے ممتاز صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ہر وقت عبادت میں لگے رہتے تھے اور بیوی بچوں کی طرف توجہ نہیں تھی تو حضور ﷺ نے بطور تنبیہ کے فرمایا (وان لزوجک علیک حقاً) کہ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اسلئے عورت کی خواہش کا پورا کرنا مرد پر ضروری ہے۔ مرد کی خواہش کی طرح عورت کی

۱۔ والنفع لکل ذی رحم محرم اذا کلن صغیراً فقیراً او کلت امرأة بلغة فقيرة او کلن ذکراً فقیراً زمناً او لعمی ووجب ذلک علی قدر المیراث ووجبر علیہ (عالمگیری ص ۵۶۵ تا ۵۶۶ ج ۱)  
۲۔ مستند آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۷۳

بھی خواہش ہوتی ہے بلکہ مرد کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے اس بات کو غنیۃ الطالبین میں بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

فان لم تشتت نفسه الى الجماع لا يجوز له تركه لان لها حقا في ذلك وعليها مضرة في تركه لان شهرتها اعظم من شهوته وقد روى ابو هريرة رضي الله تعالى عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال فضلت شهوة النساء على الرجل بتسعة وتسعين الا ان الله تعالى القى عليهن الحياء وقيل الشهوة عشرة اجزاء تسعة منها للنساء وواحدة للرجل والقدر الذي لا يجوز ان يؤخر الوطى عنه اربعة اشهر الا ان يكون له عذر<sup>۲</sup>

مرد کو جماع کی خواہش نہ ہو تب بھی جماع کا ترک کر دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس سلسلے میں مرد پر عورت کا حق ہے کہ اس سے جماعت کرے ورنہ کبھی ترک جماع میں عورت کو نقصان ہوتا ہے کیونکہ عورت کی شہوت زیادہ ہے مرد کی شہوت سے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کو مردوں کے مقابلہ میں ننانوے درجہ زیادہ خواہش ہوتی ہے مگر حق تعالیٰ نے ان پر شرم و حیا کا پردہ ڈال دیا ہے (اس لئے وہ زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتیں) اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ شہوت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصہ عورت کو اور ایک حصہ مرد کو ملا ہے۔ اور جائز نہیں ہے کہ مرد عورت سے بلا عذر کے چار ماہ سے زیادہ الگ رہے۔

تنبیہ: اس سے قبل ص ۱۶۷ اور ۱۶۸ پر علامہ ابن قیم کی رائے اس کے خلاف گزر چکی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مرد و عورت دونوں میں خواہش یکساں ہوتی ہے بلکہ علامہ پر زور انداز میں عورت کے اندر زیادہ شہوت کے قول کی تردید کر رہے ہیں۔ مگر صاحب غنیۃ کی بات وزن دار معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بات کو حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث سے ثابت کر رہے ہیں۔

علامہ شامی نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ معمول تھا کہ راتوں کو گلی کو چوں میں گشت لگاتے تھے ایک رات گشت لگاتے ہوئے انھوں نے ایک مکان سے جوان عورت کو شعر پڑھتے سنا کہ وہ شوہر کے فراق میں گارہی تھی۔

هو الله لولا الله تخشى عواقبه لزحزح من هذا السرير جوانبه  
یعنی قسم خدا کی اگر مجھے آخرت کے بارے میں اللہ کا خوف نہ ہوتا تو آج چار پائی کی چولیس ہلتی ہوئی ہوتیں۔ حضرت امیر المؤمنین نے وجہ دریافت کی تو اس (بے سہارا بندی خدا) نے جواب دیا کہ کافی عرصہ ہوا میرا شوہر جہاد میں گیا ہے اس کی جدائی کے غم کو ہلکا کرنے کیلئے یہ شعر پڑھ رہی تھی۔ (حضرت عمر فاروقؓ بہت زیادہ غمزدہ ہوئے اور گھر واپس آ کر) اپنی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے دریافت کیا کہ عورت بغیر شوہر کے کتنے دن صبر کر سکتی ہے تو حضرت حفصہؓ نے جواب دیا کہ چار ماہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مجاہدین کے سربراہ کے پاس یہ فرمان جاری کیا کہ شادی شدہ فوجی چار ماہ سے زیادہ باہر نہ رہے۔ چار ماہ پورا ہونے پر اس کو گھر آنے کی اجازت دیدی جائے۔ کیونکہ یہ مدت اگر عورت کیلئے زیادہ نقصان دہ نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اتنی مدت کو ایلاء کی مدت کیلئے شروع قرار نہ دیتے۔

چنانچہ آج بھی اسی پر علماء کا فتویٰ ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

(ووجب ان لا يبلغ به مدة الايلاء  
الابرضاها وطيب نفسها به) ۱۔ زیادہ باہر رہنا شوہر کیلئے جائز نہیں ہے۔

۱۔ ثم قوله وهو أربعة أشهر يفيد ان المراد ايلاء الحرة ويؤيد ذلك ان عمر رضي الله تعالى عنه لما سمع في الليل امرأة تقول

فوالله لولا الله تخشى عواقبه  
لحزح من هذا السرير جواتبه  
فسأل عنها فلذا زوجها في الجهاد فسأل بنته حفصة كم تصبر المرأة عن الرجل فقلت أربعة أشهر لمرء الأجناد ان لا يتخلف المتزوج عن لعله لكثير منها ولولم يكن في هذه المدة زيادة مضرة بها لما شرع الله تعالى للفرق بايلاء فيها (شامی صفحہ ۳۸۰ جلد ۴)

۲۔ شامی ۳۷۹ جلد ۴

## عورت کا حق مجامعت

شریعت میں کسی عورت کا جماع سے متعلق اس کے شوہر پر جو حق ہوتا ہے وہ ایک بار جماع کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ جماع کرنے کے بارے میں شوہر خود مختار ہے جب چاہے کرے۔ مگر کبھی کبھی جماع کر لینا اس پر دیشہ واجب ہے قضاء واجب نہیں چار ماہ یعنی مدت ایلاء تک شوہر کیلئے جماع نہ کرنا مناسب نہیں۔ خاص کر اتنی مدت تک جماع ترک نہ کرے جو عورت کے برداشت سے باہر ہو کہ خدا نہ خواستہ کہیں زنا میں مبتلا نہ ہو جائے۔

علامہ شامی نے امام ابو حنیفہ کا مسلک بیان کیا ہے کہ چار دن میں ایک دن اور ایک رات بیوی کا حق ہے کہ اس سے جماع کر لے اور باقی تین دن شوہر کے لئے اختیار ہے۔ اسی کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا ہے مگر ظاہر مذہب یہ ہے کہ بلا کسی قید کے شوہر کو حکم دیا جائے گا کہ کبھی کبھی اس کے ساتھ رات گزار لے اور اس سے مجامعت کر لے جتنی شہوت اور خواہش ہو عمل کرے۔ بیوی کے مزاج اور طبیعت کا اندازہ لگا کر اس سے مباشرت کیا کرے ورنہ دونوں میں محبت اور الفت پیدا ہونے کے بجائے نا اتفاقی اور نفرت پیدا ہونا ممکن ہے۔

## میاں بیوی کا باہمی حسن سلوک

اوپر تو شرعی قانون کے دائرے میں ان کے جتنے حقوق تھے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے ورنہ میاں بیوی کے درمیان کے تعلق کا تقاضا تو یہ ہے کہ دونوں ہم خیالہ و ہم نوالہ ہوں ایک دوسرے کے غم خوار ایک دوسرے کے دکھ درد اور خوشی و مسرت میں اس طرح

۱۔ فلما لذالم یکن له الا امرأة ولعدة فتشغل عنها بالعبادة لو السروری لختل الطحاوی  
روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ ان لها یوماً ولیلة من کل لربع لیال وہل یلها له الخ وظلعر المذهب  
ان لا یتعین مقلد الخ بل یؤمر ان یتبیت معها ویصحیہا لحدیثنا من غیر توقیت (شامی صفحہ ۳۸۰ جلد ۱)

شریک ہوں کہ اگر شوہر کی کچھ مجبوری ہو تو عورت خوشی سے برداشت کر لے ایسا نہیں کہ عورت قانوناً اپنے حقوق کی فہرست بغیر شوہر کی مجبوریوں کا لحاظ کئے شوہر کے سامنے پیش کرے اور انکی عدم ادائیگی کی صورت میں حاکم اور قاضی کے پاس مقدمہ دائر کرے اور ایک اجنبی شخص کی طرح بغیر کسی تعلق درشتہ داری کا پاس و لحاظ کئے جبراً و قہراً حقوق کا مطالبہ کرے اور نہ شوہر اس بات کا پابند ہو کہ ہر چیز ٹاپ تول کر بیوی کو دے اور ایک بوجھ سمجھ کر محض رسمی طور پر اس کے حقوق ادا کرے بلکہ بیوی کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھ کر اس کے ہر تقاضے کو پورا کرنے کی کوشش کرے ان کی ہر اعتبار سے قدر کرے۔ آمدنی کی زیادتی کے مطابق اس کے کھانے پکڑے اور دوسری چیزوں میں کشادگی و فراخی کا معاملہ کرے اس کے ساتھ محبت و پیار و شفقت و بے تکلفی کا اس طرح برتاؤ کرے کہ اس کے ساتھ رہنے سہنے میں کچھ شگوفے کچھ لطیفے خوشی کا اظہار ہنسنے ہنسانے کا موڈ اس کی آرائش و زیبائش اور بناؤ سنگار پر داد و تحسین پیش کرے اور اس کے کھانے پکانے اور سلیقہ مندی خوش ذائقہ کی تعریف اور اس کے حسن صورت اور سیرت کو اس طرح سراہے کہ دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ خوش مزاج اور عمدہ اخلاق والی سمجھے اور یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جو جوڑا مقدر ہو چکا تھا اسی میں خیر اور بھلائی ہے۔

مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ جس میں مالک راضی اس میں ہم راضی اس کی غلطی اور کوتاہی کو نظر انداز کر کے اس کی ہر خای کو خوبی پر محمول کرے اس کے ہر کڑے کھٹے کو برداشت کر کے الفت و محبت پر محمول کرے۔

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزہ ہو اس طرح کا معاملہ دونوں طرف سے ہو تو کیا خوشگوار زندگی ہوگی آپ کی طبیعت چاہے یا نہ چاہے ہمارے کہنے سے ایک مرتبہ تجربہ کر کے دیکھئے کیونکہ آپ اس

سے تھوڑی سی محبت کا اظہار کریں گے تو وہ آپ سے دوگنی محبت کا اظہار کرے گی کیونکہ یہ عورت کی طبیعت ہے اور میاں بیوی کی اس خوشی کا اثر بال بچے پر بھی پڑے گا اور وہ بھی خوش و خرم رہیں گے اور پھر پورے گھر کے اس خوشگوار ماحول سے گھر میں برکت پیدا ہوگی مصیبتیں دور ہوں گی اور یہ چیزیں صرف دنیوی اعتبار سے نفع بخش نہیں بلکہ آخرت میں بھی اس کے ہر عمل پر اس اجر و ثواب سے نوازا جائیگا کہ جس کو پا کر وہاں اس حسن معاشرت کی قدر معلوم ہوگی۔

حضور ﷺ کی حدیث ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایماناً احسنهم خلفاً وخیارکم خیارکم لنسائهم !  
حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مومنین میں کامل ترین ایمان اس شخص کا ہے جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو اور تم لوگوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہوں۔

بیوی کے دین کا خیال رکھنا دوسرے حقوق سے زیادہ اہم ہے بعض لوگ بیوی کے نان نفقہ اور گھریلو ضروریات کو پورا کر کے اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھ لیتے ہیں کہ میرا جو حق تھا میں نے ادا کر دیا حالانکہ شریعت مطہرہ نے جس طرح شوہر پر بیوی کے نان نفقہ اور اس کی دنیوی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ شوہر کو اس بات کا مکلف بنایا ہے کہ بیوی بچے میں کوئی قابل اصلاح چیز نظر آئے تو اس کی اصلاح کی فکر کرے اور اسی طرح عقائد عبادات اور اخلاق و عادات کو آہستہ آہستہ درست کرے صحابہ اور بزرگوں کے گھرانے کی عورتیں



اور اولیاء اللہ کی ماؤں کے واقعات سنائے تو انشاء اللہ عورت ضرور راہ راست پر آجائیں گی کیونکہ عورت کا دل نرم ہوتا ہے نرمی سے سمجھانے پر وہ بات کو مان لیتی ہے نیز اس کی دینی اور اخلاقی تربیت کا قرآن نے بھی حکم دیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ  
وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۚ  
اے ایمان والو خود اپنے کو اور اپنے اہل  
و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اسی اہمیت کی وجہ سے حضور ﷺ کو عام تبلیغ سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۚ  
یعنی اپنے خاندان والوں اور قریب  
کے لوگوں کو (جہنم اور انجام کار) سے ڈرائیے۔

اسی لئے حضور ﷺ عام لوگوں کے ساتھ ازواج مطہرات کو بھی دین کی باتیں بتاتے اور وین سیکھنے کے متعلق آگاہ فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ سورہ احزاب میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وَأَذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ  
آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ  
یعنی تمہارے گھروں میں اللہ کی جانب  
سے نازل شدہ آیات اور علم و حکمت کی  
باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھ کر ان پر عمل کرو۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو انسان کو مکلف بنایا گیا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ باہر کی فکر سے پہلے انسان اپنے گھر کی فکر کرے۔ ورنہ اللہ کے یہاں اس سلسلے میں سوال کیا جائے گا۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

۱۔ پارہ ۲۸ سورہ تحریم آیت ۶

۲۔ سورہ الشعراء آیت ۲۱۴

۳۔ سورہ احزاب آیت ۳۴

الا کلکم راع و کلکم مسئول کہ خبردار تم سب اپنے ماتحتوں کے ذمہ  
عن رعیتہ! دار اور نگران ہوا سئلے قیامت میں ہر ایک  
سے اس کے ماتحتوں کے متعلق پوچھ ہوگی۔

مگر اصلاح و تربیت میں اس حکم کو سامنے رکھے جس کو قرآن نے بیان کیا ہے۔  
أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ یعنی آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم  
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۲ کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ  
سے بلائیے۔

عورت کی کچی اور ٹیڑھاپن کو ملحوظ رکھے ورنہ درست ہونے کے بجائے ٹوٹ  
جائیگی اس لئے اس کا بہترین راستہ یہ ہے کہ خود ہی دین کی باتیں روزانہ زبانی اور تعلیمی  
طریقہ سے سنائے اور جہاں جہاں مستورات کے اجتماعات اور مجلسیں ہوں وہاں کسی  
محرم یا کسی دیندار عورت کے ساتھ بھیجا کرے نماز، روزہ نہ آتا ہو تو اس کو سکھائے اس کی  
فضیلت کو بتائے انشاء اللہ العزیز بہت جلد سدھار پیدا ہو جائیگا کیونکہ عورت نرمی کے  
انداز سے زیادہ قریب آتی ہے۔

## عورتوں پر مردوں کے حقوق

اس سے پہلے مردوں کے فرائض اور عورتوں کے حقوق بیان کئے گئے ہیں  
اب یہاں سے عورتوں کے فرائض اور ان پر مردوں کے کیا کیا حقوق ہیں اُن کو بیان کیا  
جا رہا ہے چنانچہ بیوی پر پانچ چیزیں فرض ہیں۔ (۱) خاوند کی اطاعت (۲) اپنی عصمت  
اور عزت کی حفاظت، شوہر کے مال کی حفاظت اور ضروری اخراجات میں اعتدال اختیار  
کرنا (۳) احسان شناسی (۴) اولاد کو دودھ پلانا (۵) حضانت یعنی بچے کی پرورش اور

اس کی تربیت۔

## خاوند کی اطاعت

عورت کے اوپر سب سے پہلا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ اپنے خاوند کی ہر چیز میں اطاعت کرے چنانچہ نیک اور صالح عورت کی سب سے پہلے قرآن نے جو صفت بیان کی ہے وہ یہ ہے:

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ ۖ  
یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو مرد کی  
قوامیت اور حاکمیت کو تسلیم کر کے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتی ہیں۔

عورت کے لئے اللہ کے بعد کسی کی اطاعت ضروری ہے تو وہ شوہر کی ہے  
چنانچہ ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ  
یعنی اگر میں کسی کو بالفرض حکم کرتا کہ وہ  
لأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ  
(غیر اللہ) کو سجدہ کرے تو میں یقیناً  
لزوجها ۚ  
عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے  
خاوند کو سجدہ کرے۔

کیونکہ ایک تو رب حقیقی رب العالمین ہے کہ جس نے ہر طرح کی نعمتوں سے  
نوازا ہے اس کیلئے عبادت ہے اور شوہر بھی ایک رب مجازی ہے کیونکہ محنت و مشقت  
کر کے اس کی ہر ضرورت کو پوری کرتا ہے ہر طرح کی صعوبتیں اس کے لئے اٹھاتا ہے  
جس کا شکر عورت صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتی اس کے اس احسان کا بدلہ عورت چکانے سے  
عاجز ہے تو شریعت نے اس کا بدل اس پر اطاعت واجب کی ہے یہی وجہ ہے کہ باپ کی  
صرف تعظیم و توقیر کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاں تک ہو سکے ان کے مقابلے میں شوہر کی  
اطاعت کو ترجیح دینے کا حکم ہے والدین اور شوہر کا بیک وقت خوش رکھنا محال اور مشکل  
ہو تو شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ والدین کو چھوڑ کر شوہر کو خوش رکھے۔ یہی دانش مندی ہے

کیونکہ والدین کے گھر کو چھوڑ کر شوہر کا پلہ پکڑ چکی ہے اگر اس کو چھوڑ دے گی تو نہ ادھر کی رہے گی نہ ادھر کی (نہ خدا ہی ملانہ وصال صنم) شوہر کی اطاعت کرنے کی حدیث میں بڑی فضیلت اور ثواب منقول ہے ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار و مطیع ہو تو اس کیلئے پرندے ہوا میں اور مچھلیاں دریا میں اور فرشتے آسمانوں میں اور درندے جنگلوں میں دعاء استغفار کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

ایما امرأۃ باتت وزوجھا عنھا یعنی جو عورت اس حال میں رات راض دخلت الجنة ۲ گزارے کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

شوہر کی اطاعت ہر حال میں لازم اور ضروری ہے چاہے کسی چیز کا نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے شوہر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس کے پاس پہنچ جائے۔ حضرت طلق بن علیؓ کی روایت ہے حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

إذا الرجل دعا زوجته لحاجتہ کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی کسی فلتانہ وان کانت علی التنور ۳ ضرورت (جماع وغیرہ) کیلئے بلائے تو بیوی کو شوہر کے پاس پہنچ جانا چاہئے اگرچہ وہ چولہے کے پاس ہو۔

شوہر کی اطاعت میں اس امر کا لحاظ بھی کیا جائے کہ فرائض و واجبات کے علاوہ کوئی نقلی عبادت یعنی نقلی روزہ اور نماز بھی شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نہیں پڑھنی چاہئے۔ مشکوٰۃ میں ہے حضرت صفوان ابن معطلؓ کی بیوی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے متعلق شکایت کی کہ میرے شوہر مجھے نماز پڑھنے پر مارتے ہیں۔ روزہ رکھتی ہوں تو توڑوا دیتے ہیں۔ اور خود فجر کی نماز میں سوتے

رہتے ہیں۔ سورج نکلنے پر پڑھتے ہیں۔ اتفاق سے صفوانؒ بھی حضور ﷺ کے پاس اسی وقت حاضر ہو گئے۔ حضور ﷺ نے حقیقت حال ان سے دریافت کی تو بولے کہ میں اس لئے مارتا ہوں کہ میرے منع کرنے کے بعد بھی دو لمبی سورتیں ایک رکعت میں پڑھتی ہے مانتی ہی نہیں آپ ﷺ نے عورت سے فرمایا کہ ایک چھوٹی سی سورت یا آیت پڑھنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ صفوان نے کہا میں روزہ اس لئے توڑا دیتا ہوں کہ یہ جب نفلی روزہ رکھتی ہے تو رکھتی ہی چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں قابو نہیں پاتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

لا تصوم امرأة الا باذن زوجها (کوئی عورت نفلی روزہ بغیر شوہر کی اجازت کے نہ رکھے) اور فجر تا خیر سے پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ رات گئے تک مزدوری کرتے ہیں۔ شوہر کی نافرمانی کرنے کے سلسلے میں حدیث میں وعیدیں بھی بہت ہیں۔

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعا الرجل امراته الی فراشہ فابت فبات غضبان لعنتھا الملائکۃ حتی تصبح (متفق علیہ ولفی روایۃ لہما) قال والذي نفسی ببیدہ ما من رجل یدعو امراته الی فراشہ فتابی علیہ الا کان الذی فی السماء ساخطا علیہا حتی یرضی عنہا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی آدمی اپنی عورت کو ہم بستر ہونے کے لئے بلائے اور وہ عورت انکار کر دے اور شوہر انکار کی وجہ سے رات بھر غصہ کی حالت میں رہے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس پاک ذات کی جس

کے قبضہ میں میری جان ہے جو شخص اپنی عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے

تو وہ ذات جو آسمان میں ہے (اللہ تعالیٰ) اس عورت سے اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جو معاذؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا تؤذی امرأة زوجها فی الدنیا  
الا قالت زوجته من الحور  
العین لا تؤذیه قاتلک اللہ فانما  
هو عندک دخیل یوشک ان  
یفارقک الینا

جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو  
تکلیف پہنچاتی ہے تو اس کی جنت والی  
بیوی یعنی بڑی آنکھوں والی حور کہتی  
ہے کہ تجھ پر اللہ کی مار پڑے (یعنی اللہ  
تجھے جنت اور اپنی رحمت سے دور

رکھے) اپنے شوہر کو تکلیف نہ پہنچا کیونکہ وہ دنیا میں تیرا مہمان ہے جو جلد ہی تیرے  
پاس سے جدا ہو کر ہمارے پاس جنت میں آجائے گا۔

### معصیت میں اطاعت نہیں

مگر یہ وعیدیں جب ہیں جب کہ وہ جائز کام کا حکم کرے۔ لیکن اگر شوہر  
برے کام کا حکم کرے مثلاً بے پردہ رہنے اور سنمادیکھنے اور دوستوں اور غیر محرم سے  
ملنے اور دیگر بے حیائی پر مجبور کرے اور اسی طرح نماز روزہ اور دیگر عبادتوں سے روکے  
تو پھر اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور اس میں اس کی نافرمانی پر کوئی وعید نہیں  
ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لا طاعة لمخلوق فی معصية  
الخالق

خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت  
نہیں کرنی چاہئے۔

## (۲) اپنی عصمت و عزت اور شوہر کے مال کی حفاظت

بیوی پر دوسرا فرض جو عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی عصمت و عزت اور شوہر کے مال و جائیداد کی پوری طرح حفاظت کرے چنانچہ قرآن نے نیک عورت کی دوسری صفت اس طرح بیان کی ہے۔

حَفِظَتْ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ ۚ  
یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں بھی اپنی عزت و آبرو اور ان کی ہر چیز کی حفاظت کرتی ہیں  
اسی طرح حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ (ای النساء خیر) کونسی بیوی نیک اور بہتر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الَّتِي تَسْرَهُ إِذَا نَظَرَ وَتَطْبِعُهُ إِذَا أَمَرَ  
یعنی نیک اور صالح عورت تو وہ ہے کہ ولا تخالفه فی نفسها ولا فی مالها جب اس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو بے مایکروہ ۲  
اس کو خوش کر دے اور جب شوہر اس کو

کسی چیز کا حکم کرے تو اس کو بجالائے (بشرطیکہ وہ حکم شریعت کے خلاف نہ ہو) اور اپنی ذات اور اپنے مال میں کوئی ایسی بات نہ کرے جس کو شوہر پسند نہ کرتا ہو۔

ایسی عورت کے متعلق حدیث میں بشارت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا  
یعنی جو عورت پانچوں نماز کی پابندی وصامت شهرها واحصنت فرجها واطاعت بعلها فلتدخل من ای ابواب الجنة شاءت ۳  
کرے رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت و فرمانبرداری کرے تو

اس عورت کیلئے خوشخبری ہے کہ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔  
لہذا عورت کے اوپر واجب ہے کہ وہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کیلئے تمام

۱ سورة النساء آیت ۳۴ ۲ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۲ جلد ۲)

۳ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۱ جلد ۲)

ترکوش کو صرف کرے اور ایسی چیز کا بھی ارتکاب نہ کرے جس سے خود اسکی اور اس کے شوہر کی عزت و وقار پر حرف آتا ہو۔ مثلاً وہ کسی غیر محرم کے سامنے نہ جائے اور نہ اس سے بلا ضرورت بات کرے حتیٰ کہ شوہر کے علاوہ کسی محرم کے سامنے بھی احتیاط برتے بغیر نہ آئے۔ اور نہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم رکھے۔ اسی طرح اس کے مال کو بلا وجہ برباد نہ کرے اور بڑی بے وردی سے خرچ نہ کرے شوہر کی اجازت کے بغیر دوسرے کو سامان دینا تو درکنار صدقہ کرنا بھی جائز نہیں ہے اگر صدقہ کر دیا تو شوہر کو واپس لینے کا حق ہوگا۔

عورت کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی آمدنی اور مالیت کا خیال کرتے ہوئے اپنی ضروریات کو پورا کرے فضول خرچی کا مطالبہ نہ کرے یہی وجہ ہے کہ ازواج مطہرات نے جب زیادتی نفقہ کا حضور ﷺ سے سوال کیا تو اس پر سخت تنبیہ کی گئی حالانکہ ازواج مطہرات کا مطالبہ کوئی تعیش اور زیب و زینت کے لئے نہیں بلکہ ضروریات زندگی کی کفایت کیلئے تھا۔

اسی وجہ سے عورت کو بلا ضرورت تزئین و آرائش سے منع کیا گیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة  
یعنی حضور ﷺ نے بال جوڑنے اور جوڑانے والی اور گدنا گودنے اور گدوانے والی پر لعنت کی ہے۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے  
لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله  
یعنی اللہ تعالیٰ نے گدنا گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور اپنے چہرے پر سے روئیں اکھاڑنے (حد سے زیادہ تراش خراش کیلئے) والیوں اور اسی طرح



دانتوں کے بیچ میں خلا پیدا کرنے والیوں اور اللہ کی خلقت کو بدلنے والیوں پر لعنت کی ہے۔  
اس لئے کہ ان سب چیزوں میں ایک قسم کے فریب کے ساتھ بلا وجہ فضول  
خرچی ہے حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
ان اعظم النکاح بركة ایسرہ یعنی بلا شبہ بہت زیادہ برکت والا نکاح وہ  
مؤنہ ۱۔ ہے جو محنت کے لحاظ سے آسان ہو۔

علامہ قطب الدین شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ (ایسرہ مؤنہ) سے مراد وہ  
نکاح ہے جس میں بیوی کا مہر کم ہو اور عورت مال و اسباب اور حیثیت سے زیادہ  
ضروریات زندگی (یعنی روٹی کپڑا) طلب کر کے مرد کو پریشان نہ کرے بلکہ شوہر کی  
طرف سے جو کچھ اور جیسا بھی مل جائے برضاء و رغبت اسی پر قانع ہو۔  
عورت شوہر کو اپنی مرضی پر نہ چلائے شوہر جو لا کر دیدے اور جو حکم فرما دے  
اس پر سر تسلیم خم کر دے اپنی رائے کو اس کی رائے پر ترجیح نہ دے اپنے خلاف بھی ہو تو سننے  
کی عادت ڈالے ایسا نہ ہو کہ جب خاوند نے مزاج کے خلاف کوئی بات کہی یا کوئی کام  
بھولے سے غلط کر ڈالا تو اب اس کی ناک چڑھ گئی آنکھ سرخ اور پیلی کر کے شوہر کو کڑوی  
کیلی سناٹا شروع کر دیا کہ تم نے یہ کام کیا تو مجھ سے پوچھ کر کیا تھا میں گھر کی کوئی نہیں  
ہوتی یوں ہی گھر کو برباد کر ڈالو گے گویا مرد کے بجائے یہ ہی حاکم اور قوام اور نگران بن  
بیٹھی ہے۔

### (۳) شوہر کا احسان مندر ہنا

عورت کا ایک فرض یہ بھی بنتا ہے کہ احسان شناس بنے شوہر کی محنت پر اس کا  
شکر ادا کرنے مگر حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے اندر شکرگزاری کے  
بجائے ناشکری زیادہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ عورتوں کو مخاطب کر کے  
فرمایا:

یا معشر النساء تصدقن فانی یعنی اے عورتوں کی جماعت صدقہ اریسکن اکثر اہل النار کثرت سے کیا کرو اسلئے کہ جہنم میں میں نے زیادہ تر عورتوں کو دیکھا ہے۔

ایک عورت کھڑی ہوئی اور اس نے کہا (ہم یا رسول اللہ) آخر ہم زیادہ تر جہنمی کیوں ہیں یا رسول اللہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دو وجہیں ارشاد فرمائیں۔ کہ تم میں دو بیماریاں ہیں۔ تکثرون اللعن ایک تو یہ ہے کہ تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو بس جہاں ایک جگہ بیٹھی دوسرے پر تبصرے غیبت اور دوسرے کی برائی کو اچھالنا اور اپنی صفائی بیان کرنا دوسرے کو طعن دینا چھوٹی چھوٹی باتوں پر گالیاں اور لعنت ملامت کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اور دوسرا مرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تکفرون العسیر) کہ تم زیادہ تر جہنمی اس لئے ہو کہ شوہر کی ناقدری اور ناشکری کرتی ہو۔ خود حضور ﷺ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ شوہر عمر بھر اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا رہتا ہے جب زیور مانگے تو زیور بھی لا کر دے۔ جوتے چپل مانگے وہ بھی دے کپڑے مانگے کپڑے دے۔ جس چیز کی خواہش کرتی ہے شوہر جہاں سے ہو محنت مزدوری کر کے یا چوری ڈکیتی کر کے اس کی ضروریات کا سامان فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر تھوڑی سی کبھی شوہر سے یا اس کے گھر والوں سے کوئی بات ہوگئی تو کیا کہے گی (ما رایت منک خیرا قط) کہ میں نے اس اجڑے گھر میں آکر کبھی خیر دیکھی ہی نہیں۔ بس ڈولے میں آئی تھی کھٹولے میں نکل جاؤنگی بیچ میں یہ ساری مصیبت تو میری ہی قسمت میں لکھی تھی ہجر گر جائے۔ ہمارے باپ بھائی پر کہ انہوں نے ایسے بھیک منگے گھر میں شادی کر دی۔ حضرت مولانا عبدالب صاحب مرحوم کا قول قاری طیب صاحب نقل کرتے ہیں کہ اگر خاوند اس سے پوچھے کہ تمہارے پاس کپڑے ہیں تو کہے گی کہاں سے آئے تھے کپڑے وہ چار چپتھڑے پڑے ہوئے ہیں کونسا میرے لئے لباس بنایا تھا۔ اگر کہے کہ تمہارے پاس جوتے (چپل) ہیں تو کہے گی کہاں سے آئے

تھے جوتے وہ دوتھڑنے پڑے ہوئے ہیں لا کر دیئے تھے جوتے اور پوچھے کہ برتن بھی ہیں گھر میں تو کہے گی وہی چار ٹھیکرے پڑے ہوئے ہیں خود باپ کے گھر سے لیکر آئی تھی وہ کام میں آرہے ہیں ورنہ تم نے کون سے لا کے دئے تھے۔ غریب بیچارہ شوہر تک نک منھ دیکھ رہا ہے ہائے غریب کے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ شوہر کی اتنی ناقدری کرتی ہے کہ عمر بھر کا بدلہ دو لفظ میں چکا دیتی ہے۔ اس لئے تمہاری اکثریت جہنمی ہے۔

اس لئے میری مائیں اور بہنیں اس حدیث پر غور کرو اور اس طرح زبان درازی کر کے جہنم کو مت خریدو۔ شوہر کی ہر اعتبار سے قدرداں بننے کی کوشش کرو اسی میں تمہاری زندگی کی خوشی اور راحت ہے۔

#### (۴) (رضاعت) اولاد کو دودھ پلانا

ایک فرض عورتوں پر یہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ماں ہونے کے ناطے دودھ پلائے قرآن میں عورتوں کو حکم ہے (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ) یعنی ماؤں پر لازم ہے کہ وہ اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں حاشیہ جلالین میں محشی نے فرمایا۔

قوله والوالدات ولو مطلقا فان الارضاع من خصائص الزوجية ولهذا ورد في الحديث انها احق بها مالم تزوج ۳

یعنی بچے کی ماں بچے کو دودھ پلائے اگرچہ بچے کے باپ نے اس کو طلاق دیدی ہو اور وہ عدت میں ہو اسلئے کہ حضور ﷺ کی حدیث میں وارد ہے کہ

ماں اپنے بچے کو دودھ پلانے کا زیادہ حقدار ہے جب تک کہ دوسری شادی نہ کر لے۔ مگر ماں کے ذمہ دودھ پلانا مطلقاً واجب نہیں ہے بلکہ فقہاء نے کچھ صورتیں

۱ (خطبات حکیم الاسلام صفحہ ۱۹۹ جلد ۲) ۲ سورة البقرة آیت ۲۳۳

۳ (حاشیہ جلالین ۳۵ حاشیہ ۱۶ سورہ بقرہ)

متعین کی ہیں بعض صورتوں میں واجب ہے اور بعض میں واجب نہیں۔

### کن صورتوں میں دودھ پلانا واجب ہے

(۱) خود بچہ اور باپ تنگ دست ہے دودھ پلانے کی اجرت دینے سے قاصر ہے اور ماں کو کوئی عذر بھی نہیں ہے (یعنی مرض اور کمزوری بھی ایسی نہیں کہ دودھ پلانے سے اس کو نقصان ہو) تو ماں کے ذمہ اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے۔

(۲) دودھ پلانے والی کوئی عورت نہیں ملتی ہے یا اگر ملتی ہے تو بچے کو اس کا دودھ موافق نہیں آتا تو اس حالت میں بھی ماں پر واجب ہے کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔

(۳) اسی طرح بچہ ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت یا جانور اور ڈبا وغیرہ کا دودھ پیتا ہی نہیں تو اس وقت ماں پر واجب ہے کہ اپنے بچے کو دودھ پلائے۔

بہر حال تینوں صورتوں میں ماں کو اپنے بچے کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا اگر بلا وجہ نہیں پلائے گی تو گناہ گار ہوگی اس لئے کہ ماں کے دودھ نہ پلانے کی وجہ سے باپ کو خواہ مخواہ ایک قسم کی تکلیف ہوگی حالانکہ قرآن میں ہے کہ (ولا مولود له بولده) یعنی کسی باپ کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف میں نہ ڈالا جائے۔

کن صورتوں میں ماں کے ذمہ دودھ پلانا واجب نہیں صرف مستحب ہے

(۱) بچہ خود مالدار ہے کہ اسکے مال میں سے لانا (دودھ پلانے والی) کی اجرت دی جاسکتی ہے یا باپ خود صاحب استطاعت ہے اجرت دینے پر اس کو قدرت ہے۔

(۲) باپ کے صاحب استطاعت ہونے کے ساتھ کوئی دودھ پلانے والی

عورت اجرت پر مل جاتی ہے۔

(۳) بچہ کسی عورت یا جانور وغیرہ کا دودھ قبول کر لیتا ہے تو ان تینوں صورتوں میں ماں کے ذمہ دودھ پلانا واجب نہیں ہے اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ مگر ماں کیلئے مستحب ہے کہ اپنے بچے کو دودھ پلائے ورنہ شوہر اور بچے کی مالداری سے فائدہ اٹھا کر اپنے بچے کو دودھ پلانے سے انکار کرنا یہ بڑی بے مروتی کی بات ہے۔

**کب ماں کو دودھ پلانا واجب ہے نہ مستحب**

اگر ماں بیمار ہے یا کمزور ہے یا اس کے علاوہ کوئی ایسا عذر ہے کہ اگر وہ اپنے بچے کو دودھ پلائے گی تو اس کو نقصان پہونچے گا تو اس صورت میں عورت پر بچے کو دودھ پلانا واجب ہے اور نہ مستحب ایسی عورت کو مجبور بھی نہیں کیا جائے گا قرآن میں اس سے منع کیا گیا ہے (لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ بِوَلَدِهَا ۲) اپنے بچے کی وجہ سے ماں کسی مشقت میں نہیں ڈالی جاسکتی۔

**بلا وجہ ماں کو دودھ پلانے سے منع کرنا**

ماں رضامندی سے اپنے بچے کو دودھ پلانے پر تیار ہے اور اس کا دودھ بچے کو نقصان بھی نہیں کرتا تو باپ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنی کسی رنجش کی بناء پر ماں کو منع کر کے دوسری لافا سے دودھ پلائے آیت کریمہ (لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ بِوَلَدِهَا) میں یہ بھی داخل ہے۔ ۳

۱۔ برضعن آہ ای فالایۃ خبر بمعنی الامر وھذا الامر للندب وللوجوب فالاول عند استجماع ثلاثۃ شروط فترۃ الاب علی الاستحجار ووجود غیر الام وقبول الولد لبن للغير وللوجوب عند فقد واحد منها (حاشیہ جلالین صفحہ ۳۰ جلد ۱ حاشیہ ۱۷ سورہ بقرہ)

۲۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۳۲

۳۔ بیان القرآن ص ۱۳۸ ج ۱

### جب ماں کا دودھ نقصان دہ ہو

ماں اپنے بچے کو دودھ پلانے پر راضی ہے مگر ماں کا دودھ بچے کی صحت کے لئے مضر ہے یا ماں کی اپنی اخلاقی حالت ٹھیک نہیں ہے جس کی وجہ سے اس کا دودھ پینے سے بچے کے دین اور اخلاق پر غلط اثر پڑنے کا خطرہ ہے تو باپ کے لئے جائز ہے کہ بچے کی ماں کو منع کر کے کسی لاء سے دودھ پلوائے (وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ) یعنی اگر تم چاہو کہ اپنے بچوں کو کسی مصلحت سے ماں کے بجائے کسی لاء کا دودھ پلواد تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ۱

ماں باپ دونوں کے باہمی مشورے سے کسی اتا سے دودھ پلوانا اگر ماں باپ دونوں مل کر بچے کی کسی مصلحت کی وجہ سے ماں کے بجائے کسی اور عورت سے دودھ پلائیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے (وَأَنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ) میں یہ بھی داخل ہے۔

### عورت اپنے بچے کو دودھ پلائے تو اس کی اجرت کا مسئلہ

جب عورت اپنے شوہر کے نکاح میں ہے یا شوہر کے طلاق کے بعد عدت میں ہے تو اس کا نفقہ جو شوہر کے ذمہ ہے وہی کافی ہے۔ الگ سے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور نہ شوہر پر اس کی اجرت واجب ہے قضاء اس کو بلا اجرت دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا مگر عورت نے طلاق کی عدت گزار لی ہے تو اب شوہر پر اس کا نفقہ واجب نہیں رہا اب اگر وہ اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اجرت کا مطالبہ کر سکتی ہے باپ پر اس اجرت کی ادائیگی واجب ہے اب بلا اجرت کے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ ۲

۱ سورة البقرہ آیت ۲۳۳

۲ بیان القرآن ص ۱۳۸ ج ۱

۳ (بیان القرآن ص ۱۳۸ ج ۱)

## اجنبی عورت کے دودھ پلانے کی اجرت کا مسئلہ

اگر بچے کو ماں کے علاوہ کوئی اجنبی عورت دودھ پلاتی ہے تو اس کی اجرت باپ پر ہے اگر باپ نہیں تو دوسرے ورثہ کے ذمہ واجب ہے کہ اس لما کی اجرت نقد دے کر اس سے دودھ پلوائیں قرآن میں ہے (وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا اتَّيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ) یعنی اگر تم لوگ چاہو کہ اپنے بچوں کو (کسی مصلحت کی وجہ سے) ماں کے بجائے لنا کا دودھ پلواؤ تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ دودھ پلانے والی کی جو اجرت مقرر کی گئی تھی وہ پوری کی پوری ادا کر دیں۔

مسئلہ: صرف کھانے اور کپڑے کے لئے کسی کو نوکر رکھنا درست نہیں لیکن دودھ پلائی کیلئے نوکرانی رکھنا درست ہے۔ لیکن پھر بھی کھانے کپڑے کی حیثیت اچھی طرح کھول کر ٹھہرا لے اور حیثیت کی تصریح نہ کرنے میں اوسط درجے کا واجب ہوگا۔ اور اگر نقد ٹھہرا ہے تو اس کی مقدار اور آگے پیچھے دینے کی شرط خوب صاف بیان کر دے بالمعروف کا یہی مطلب ہے۔ ۲

ماں اور اجنبیہ دونوں اجرت پر دودھ پلائے تو کون مقدم ہوگی اگر عورت طلاق کی عدت گزار چکی اور پھر اپنے بچے کو اتنے ہی اجرت پر دودھ پلانا چاہتی ہے جتنی اجرت پر دوسری عورت دودھ پلاتی ہے تو ماں کا حق مقدم ہے باپ کیلئے دوسری لنا سے دودھ پلانا جائز نہیں ہے (لَا تَضَارَ وَالِدَةُ) میں یہ بھی داخل ہے۔

ہاں اگر ماں کے علاوہ دوسری عورت مفت میں پلاتی ہے یا ماں جتنی اجرت مانگتی ہے اس سے کم میں پلانے کو دوسری عورت تیار ہے تو پھر ماں کا حق مقدم نہیں باپ

کیلئے جائز ہے کہ وہ دوسری عورت سے پلائے (وَلَا مَوْلُودَ لَهُ يُولَدُہ) میں یہ بھی داخل ہے۔

### مدت رضاعت

دودھ پلانے کی مدت قرآن میں اس طرح بیان کی گئی ہے (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ) یعنی مائیں اپنے بچوں کو مکمل دو سال دودھ پلائیں یہ ہی مذہب صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) کا ہے اسی پر فتویٰ ہے لیکن حضرت امام صاحب کے نزدیک تیس ماہ یعنی ڈھائی سال ہے لہذا اگر بچے کی کمزوری وغیرہ کی وجہ سے ڈھائی سال تک بھی پلا دے تو کوئی گناہ نہیں لیکن ڈھائی سال کے بعد بچے کو دودھ پلانا بالافتاق حرام ہے۔

نوٹ: دودھ پلانے کی اجرت دو ہی سال تک واجب ہے اس لئے اگر مطلقہ ماں دو سال کے بعد کی مدت کی اجرت کا بھی مطالبہ کرے تو باپ کو دو سال کے بعد کی اجرت دینا واجب نہیں باپ کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

### مدت رضاعت سے قبل دودھ چھڑانے کا حکم

بچے کی کسی بیماری کی وجہ سے یا ماں کے معذور ہونے کی وجہ سے ماں باپ دونوں ملکر باہمی مشورے سے دو سال سے کم ہی مدت میں بچے کا دودھ چھڑا دیں تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اس کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا ۖ  
وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۚ  
ماں باپ دودھ چھڑانا چاہیں باہمی رضامندی اور مشورہ سے تو ان دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں ہے۔

۱ (بیان القرآن صفحہ ۱۲۸ جلد ۱) ۲ وقت الرضاع فی قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ مقدرہ ثلاثین شهرا وقال مقدر بحولين هكذا فی فتاویٰ قلنسی خان الخ ولجمعا علی ان مدة الرضاع فی استحقاق اجرة الرضاع مقدر بحولين حتی ان المطلقة اذا طلقت بعد الحولين بلجرة الرضاع فابی الاب ان يعطى لا يجبر ويجبر فی الحولين (علم گیری صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۳ جلد ۱) ۳ سورة البقرہ آیت ۲۳۳



یہاں پر (عن نراض منہما) کی قید سے معلوم ہوا کہ آپس کی رضا مندی سے بچے کی مصلحت پیش نظر ہونی چاہئے کہیں آپس کی لڑائی جھگڑے میں پڑ کر بچہ کو تختہ مشق نہ بنالیں۔

### بغیر شوہر کی اجازت کے دودھ پلانے کا حکم

کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت اور مرضی کے بغیر کسی بچے کو دودھ نہ پلائے البتہ اگر کوئی بچہ بھوک کی وجہ سے مر رہا ہو تو اس کی جان بچانے کے لئے بغیر شوہر کی اجازت کے بھی پلا سکتی ہے۔

### رضاعی ماں کی تعظیم و تکریم

دودھ پلانے والی عورت بچہ کی ماں ہوتی ہے اس کا احترام و اکرام بھی کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

عن ابی الطفیل الغنوی قال كنت جالسا مع النبی ﷺ اذ اقبلت امرأة فبسط النبی صلی اللہ علیہ وسلم ردائه حتی قعدت علیہ فلما ذهب قیل هذه ارضعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲

حضرت ابو طفیل غنویؒ کہتے ہیں کہ ایک دن میں نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اچانک ایک عورت (دائی حلیمہ) آئی حضور ﷺ نے اس کی تعظیم کی غرض سے اپنی چادر بچھا دی اس پر وہ عورت بیٹھ گئی جب وہ چلی گئی تو (ان صحابہ کو جو متعجب تھے) بتایا گیا کہ یہ وہ خاتون ہے جس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔

اسی طرح اس کی مالی خدمت بھی کرتے رہنا چاہئے۔

### (۵) (حضانت) یعنی چھوٹے بچے کی پرورش کا بیان

بیوی کے فرائض میں سے ایک فرض چھوٹے بچے کی پرورش بھی ہے اگرچہ

۱۔ یرکھ للمرأة ان ترضع صبیا بلا اذن زوجها الا اذا خلفت مالا (شلی صفحہ ۴۰۲ جلد ۱)  
 ۲۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۴ جلد ۲)

باپ کو اس سے بری نہ ہونا چاہئے بلکہ دونوں کو مل کر یہ کام کرنا چاہئے چنانچہ قرآن کے حکم کے مطابق ماں کو چاہئے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی دودھ پلانا شروع کر دے اگر کوئی مانع موجود ہو تو الگ بات ہے اور دودھ کی مدت پوری ہونے کے بعد بھی اس کی پرورش کا سب سے زیادہ حق ماں کو ہے خواہ ماں بچے کے باپ کے نکاح میں ہو یا مطلقہ ہو گئی ہو لیکن اگر ماں طلاق کے بعد پرورش کرنے سے انکار کر دے اور کوئی دوسرا ذی رحم محرم اس کی پرورش کرنے والا نہ ہو تو بچہ کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے ماں کو مجبور کیا جائے گا۔

### کن صورتوں میں ماں کا حق تقدم ختم ہو جاتا ہے

ماں بچے کی پرورش کی زیادہ حقدار ہے مگر چند صورتیں ایسی ہیں کہ اس کا حق تقدم ختم ہو جاتا ہے (۱) ماں اگر مرتد ہو جائے (۲) یا بدکار فاسق ہو جس سے امن کی امید نہ ہو (۳) یا بچے کے باپ کی وفات یا طلاق کے بعد اس بچے کے غیر محرم سے شادی کر لی تو ان صورتوں میں ماں کو سب سے زیادہ حق نہیں ہوگا۔ اگر ماں نے بچے کے محرم رشتہ دار مثلاً بچے کے چچا سے نکاح کیا تو اس صورت میں اس کا حق ساقط نہیں ہوگا۔

اسی طرح ماں نے پہلے غیر محرم سے نکاح کیا پھر بعد میں اسکے مرنے کے بعد یا طلاق کے بعد بچے کے محرم سے نکاح کر لیا تو اس کا حق تقدم لوٹ آئے گا۔ یہاں پر حرم سے مراد بچے کا اسی رشتہ دار ہے رضاعی رشتہ وغیرہ انہی کے حکم میں ہے۔

اسی طرح ماں مرتد ہو گئی تھی بعد میں اس نے توبہ کر لی اور ایمان میں لوٹ آئی تو اس کا حق تقدم لوٹ آئیگا اور دوسرے گناہوں سے توبہ کر نیکی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

۱- أحق الناس بحضنة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفقرة اللام إلا أن تكون مرتدة أو فجرة غير مأمونة كذا في الكافي سوله لحقت المرتدة بدل الحرب أم لا فان ثابت فهي أحق به كذا في البحر الرائق وكذا لو كانت سارقة أو مغنیه أو نائحه فلا حق لها كذا في النهر الفائق ولا تجبر عليها في الصحيح لاحتمال عجزها إلا أن يكون له ذو رحم محرم غيرها فحينئذ تجبر على حضنته كيلا يضع الخ أو متزوجة بغير محرم (عالمگیری صفحہ ۵۴۱ جلد ۱) بغير محرم ای من جهة الرحم فلو كان محرماً بغير رحم كالعم رضاعاً أو رحماً من النسب محرماً من الرضاع كالبן عمه نسباً هو عمه رضاعاً فهو كالاجنبي (شامی صفحہ ۲۵۵ جلد ۵) وتعود الحضنة بالفرقة البائنة لزوال المانع (درمختلر علی هامش شامی ۲۶۶ جلد ۵)

## ماں کے بعد پرورش کا حق کس کو ہے

ماں اگر مرگئی یا مذکورہ موانع پیش آ گئے یا پرورش کو اس نے قبول نہیں کیا جس کی وجہ سے حق تقدم کی اہل نہ رہی جیسے مرتد ہوگئی یا فلسفہ ہوگئی یا غیر محرم سے نکاح کر لیا تو پھر اس بچے کی پرورش کا زیادہ حق نانی کو ہوگا پھر پرثانی کو اور پرثک اگر نانیوں نہ ہوں تو پھر دادی کو پھر پردادی کو اور پرثک اگر دادیاں بھی نہ ہوں تو پھر بچے کی حقیقی بہن کو حق ہوگا اس کے بعد اخیانی بہن یعنی صرف ماں شریک بہن کو اس کے بعد سوتیلی یعنی صرف باپ شریک بہن کو حق ہوگا اگر یہ سب بہنیں بھی نہ ہوں یا موجود ہوں مگر اہلیت نہیں رکھتیں تو اس کے بعد خالہ کو حق ہوگا اس کے بعد پھوپھی کو اور بھانجیاں بھتیجیوں سے مقدم ہوگی اس طرح بھتیجیاں پھوپھیوں سے مقدم ہوں گی اگر ایسی کوئی عورت نہیں ہے جس کو پرورش کا حق پہونچتا ہے تو پھر اس کی پرورش کا حق عصبات کو ہوگا اسی ترتیب سے جو میراث میں ہوتی ہے مگر لڑکی کسی ایسے عصبہ کی پرورش میں نہ دی جائے جو غیر محرم ہو جیسے چچا کا لڑکا یا ایسا عصبہ جو فاسق اور لاپرواہ ہو۔ بلکہ قاضی کسی اچھی عورت کو جو امانت دار ہے حوالہ کر دیگا۔

## پرورش کی مدت

لڑکے کی پرورش کا حق اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ عورتوں کی خدمت سے وہ بے نیاز نہ ہو جائے یعنی بچہ خود تنہا کھانے پینے لگے کپڑے پہننے لگے اور خود استنجاء کرنے لگے تو اس کے بعد زبردستی بچے کو اس کا باپ اپنی تحویل میں لے سکتا

۱۔ ثم ای بعد الام بان ملئت او لم تقبل او اسقطت حقها او تزوجت باجنبی لم الام وان علت عند عدم اهلیۃ القربی ثم ام الاب وان علت الخ ثم الاخت لاب وام ثم لام الخ ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم للام ثم للاب ثم الخالات کذا الخ ثم العمت کذا الخ ..... ثم العصبات بترتیب الارث (درمختار) ثم العصبات ای ان لم یکن للصفیر احد من محارمه النسل الخ سوی فاسق استغناء من قوله ثم العصبات الخ مطلب لو کلنت الاخوة او الاعمام غیر مأمونین لاتسلم المحضونة الیہم... ینظر القاضی امرأة ثقة عدلة امينة فیسلمها الیها الی ان تبلغ (شامی صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۴ جلد ۵)

ہے اس کی نگہداشت کر سکتا ہے اس کی مدت حضرت خصافؒ نے سات سال مقرر کی ہے صاحب درمختار اسی قول کو مفتی بہ قرار دیر ہے ہیں اسلئے کہ عاۃً اتنی عمر تک بچہ خود کھانے پینے پہننے لگتا ہے اور اپنا کام انجام دینے لگتا ہے اسی وجہ سے تو حضور ﷺ نے فرمایا (مروا اولادکم بالصلوة وھم ابناء سبع سنین) کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو۔

اور لڑکی کی صورت میں ماں نانی اور دادی اس وقت تک پرورش کی مستحق رہے گی جب تک کہ اس کو حیض نہ آجائے یعنی بالغ نہ ہو جائے اور ماں نانی دادی کے علاوہ دوسری عورتوں کے استحقاق کے بارے میں شرط یہ ہے کہ جب لڑکی قابل شہوت یعنی مرد کے قابل ہو جائے تو اس کی پرورش سے نکل جائے گی اور اس کی مدت صاحب درمختار نے نو سال مقرر کی ہے اور یہی مفتی بہ قول ہے۔ ۲۔

### پرورش کے خرچ کی ذمہ داری باپ پر ہے

بچے کی پرورش اگر چہ ماں کرے گی اور ماں کی عدم موجودگی میں دوسری عورتیں کریں گی مگر خرچ باپ ہی کو دینا ہوگا جبکہ بچے کی ملکیت میں کوئی مال نہ ہو اگر بچے کی ملکیت میں کوئی مال جائیداد ہے تو اسی مال میں سے خرچ دیا جائے گا باپ پر ذمہ داری عائد نہیں ہوگی اس کے متعلق پوری تفصیل فقہ الاولاد کے تحت گزر چکی ہے لیکن اگر بچہ اور بچی کا باپ نہیں ہے اور اس کی جائیداد میں کوئی مال بھی نہیں ہے تو پھر اس کے نفقہ کے ذمہ دار وہ قریبی رشتہ دار ہونگے جو اس کے وارث ہو سکتے ہیں اور خرچ

۱۔ ابوداؤد شریف ص ۷۱ جلد ۱

۲۔ والحضانة ... احق به ای بالغام حتی یمستغنی عن النسل وقدرہ بسبع وبہ یفتی لانه الغالب ولو اختلفا فی منہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحده دفع الیہ ولو جبرا والا لا والام والجدۃ لام او لابی لحق بها بالصغیرۃ حتی تحيض ای تبلغ فی الظاهر الروایۃ الخ وغیرھما لحق بها حتی تشتہی وقدرت بسبع وبہ یفتی وبنت لحدی عشرة مشتہاة اتفلقا (درمختار علی ہمش شامی ۲۶۷ تا ۲۶۸ جلد ۵)

کی ذمہ داری میراث کے اعتبار سے ہوگی۔  
**بچہ کی دینی و اخلاقی تربیت**

بچے کی جسمانی پرورش کیساتھ اس کی دینی اور اخلاقی تربیت بھی سب سے پہلے ماں اور اس کے بعد باپ کے ذمہ ہے جس ماں نے اپنے بچے کی دینی و اخلاقی تربیت نہیں کی تو صرف اس نے حقوق تربیت ہی میں کوتاہی نہیں کی بلکہ پورے معاشرے میں بگاڑ کا سبب پیدا کیا ہے کیونکہ جس بچے کی شروع سے تربیت نہیں کی جائے تو وہ اپنے اہل و عیال اور پورے معاشرے کے دین و اخلاق کے لئے مفید نہیں مضرت ثابت ہوگا اگر اس کی تربیت اچھی ہوگی تو وہ گھریلو اور معاشرتی اور عالمی اعتبار سے مفید ثابت ہوگا اسی لئے تو حضور ﷺ نے ولد صالح کو بھی صدقہ جاریہ قرار دیا ہے ماں باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ بچے کی شروع سے ہی اصلاح کریں۔

چنانچہ حضور ﷺ کی ایک اور حدیث ہے:

الاکلکم راع وکلکم مسئول	یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ خبردار تم میں
عن رعیتہ فالامام الذی علی	ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے اور
الناس راع وهو مسئول عن	قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص سے
رعیتہ والرجل راع عن اهل بیتہ	اسکی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا
وهو مسئول عن رعیتہ والمرأة	لہذا امام یعنی سربراہ مملکت و حکومت
راعية عن بیت زوجها وولده	(عام) لوگوں کا نگہبان ہے اس کو اپنی
وهی مسئولة عنهم الی اخر	رعیت کے بارے میں جوابدہی لرنی
الحديث ۲	ہوگی اور مرد اپنے گھر والوں کا ذمہ دار

۱۔ ونفقة الصغير واجبة علی ابیه وان خلفه فی دینہ (ہدایہ ۴۴۰ جلد ۲) وانما تجب النفقة علی الاب اذا لم یکن للصغير مال اما اذا کان فالاصل ان نفقة الانسان فی مال نفسه صغيرا کان او کبیرا (ہدایہ ۴۴۰ جلد ۲) والنفقة لكل ذی رحم محرم اذا کان صغيرا فقیرا الخ ويجب نلک علی مقدار الميراث ویجبر علیہ (ہدایہ ۴۴۶ تا ۴۴۷ جلد ۲)  
 ۲۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۲۰ جلد ۲)

ہے اس سے اس کے گھر والوں کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچے کی نگرانی ہے اس سے اس کے حقوق کے بارے میں جوابدہی کرنی ہوگی۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں چنانچہ حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے۔

ما نحل والد ولدا من نحل کسی باپ کا اپنے بچے کیلئے اس سے بہتر افضل من ادب حسن ل کوئی عطیہ نہیں ہے کہ وہ اسکو اچھا ادب سکھائے

اور حضور ﷺ نے صرف سرسری طور پر یہ ہدایت اور ادب سکھانے کی تعلیم نہیں دی بلکہ فرمایا کہ ضرورت ہو تو اس کو سخت تنبیہ بھی کرو صاحب مشکوٰۃ ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مروا اولادکم بالصلاۃ و ہم ابناء یعنی بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو سبع سنین واضربوہم علیہا و ہم ابناء عشر سنین و فرقوا بینہم فی کی خواب گاہیں الگ الگ کر دو۔ المضامع ۲

خواب گاہ علیحدہ کرنے کا حکم ایک حکمت پر مبنی ہے جو اس کی اخلاقی اصلاح کے لئے ضروری ہے حضرت تھانویؒ نے عورتوں کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی اولاد کو نماز سکھلاؤ اور نماز نہ پڑھنے پر تنبیہ و تاکید کرو علم کی رغبت دلاؤ یہ تو قول کی تعلیم ہوئی مگر اس کے ساتھ فعل سے بھی تعلیم کرو اور تم خود بھی اپنی حالت کو درست کرو والدین کے افعال دیکھ دیکھ کر بچہ وہی کام کرنے لگتا

ہے جو ان کو کرتے دیکھتا ہے بلکہ ایک بات تجربہ کی بتلاتا ہوں کہ اگر بچہ پیدا ہونے سے پہلے والدین اپنی حالت درست کر لیں تو بچہ نیک پیدا ہوگا بچے کی پیدائش سے پہلے بھی جو افعال و احوال والدین پر گزرتے ہیں ان کا بھی اثر اس میں آتا ہے چنانچہ ایک بزرگ کا بچہ بڑا شریر تھا کسی نے ان سے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ تو ایسے بزرگ اور آپ کا بچہ ایسا شریر تو فرمایا کہ ایک دن میں نے ایک امیر کے گھر کھانا کھالیا تھا اس سے نفس میں ہیجان ہوا اس وقت میں اس کی ماں کے پاس گیا اور حمل قرار پا گیا تو یہ بچہ اس مشتبہ غذا کا شہرہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ حمل قرار پانے کے وقت والدین کی جو حالت ہوگی اچھی یا بری اس کا بھی اثر بچہ میں آئے گا بعض کتابوں میں ایک حکایت لکھی ہے کہ دو میاں بیوی نے آپس میں یہ صلاح کی کہ آؤ ہم دونوں سب گناہوں سے توبہ کر لیں اور آئندہ کوئی گناہ نہ کریں تاکہ بچہ نیک پیدا ہو چنانچہ اس کا اہتمام کیا گیا اسی حالت میں حمل قرار پایا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بہت صالح اور سعید پیدا ہوا ایک روز اس بچہ نے کسی دوکان پر سے ایک بیر چرایا مرد نے بیوی سے کہا کہ بتلاؤ یہ اثر کہاں سے آیا اس نے بیان کیا کہ پڑوس کے گھر میں جو بیر کی درخت کھڑا ہے اس کی ایک شاخ ہمارے گھر میں ہے اس میں سے ایک بیر لٹک رہا تھا میں نے وہ توڑ لیا تھا مرد نے کہا بس اسی کا اثر ہے جو آج ظاہر ہوا۔

اولاد کے نیک ہونے کیلئے اول درجہ تو یہ ہے کہ والدین خود نیک بنیں دوسرا درجہ یہ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد اس کے سامنے بھی کوئی بیجا حرکت نہ کریں اگرچہ وہ بالکل نا سمجھ بچہ ہو کیونکہ علماء نے کہا ہے کہ بچے کے دماغ کی مثال پریس بیسی ہے جو چیز اس کے سامنے آتی ہے وہ دماغ میں منقش ہو جاتی ہے جب اس کو ہوش آتا ہے تو

وہی نقوش اس کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ ایسے ہی کام کرنے لگتا ہے جو اس کے دماغ میں پہلے سے منقش ہیں تیسرا درجہ یہ ہے کہ جب بچہ بڑا ہو جائے تو اس کو علم دین سکھاؤ اور خلاف شریعت کاموں سے بچاؤ اور نیک لوگوں کی صحبت میں رکھو برے لوگوں کی صحبت سے بچاؤ غرض جس طرح بزرگوں نے لکھا ہے اسی طرح بچوں کی تعلیم کا اہتمام کرو۔

### بچے کے پیدا ہونے کے بعد کیا کرنا چاہئے

(۱) ولادت کے بعد کوشش یہ ہو کہ کسی اللہ والے نیک ترولی سے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہلوائے جائیں۔ (۲) کسی نیک آدمی سے تحنیک کرائی جائے یعنی کوئی میٹھی چیز کھجور وغیرہ چبا کر بچے کے منہ میں تالو کی طرف چٹا دیا جائے۔ (۳) اس کا اچھا نام رکھا جائے۔ (۴) ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کر دیا جائے یا اس کی قیمت غریبوں میں تقسیم کر دی جائے۔

### میاں بیوی کا خوشگوار معاشرہ

یہ تو قانونی فرائض اور حقوق کی بات تھی ورنہ ہمارے دین فطرت کے حسن سلوک کی بات تو یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے دکھ درد اور خوشی و مسرت کا خیال رکھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان تقسیم کار تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر کے کام انجام دیتے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اندر کا انتظام چلاتی یہی نبی کریم ﷺ کی سنت ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہے قانون کی باریکیوں میں ہر وقت پڑنے سے زندگی خوشگوار ہونے کے بجائے آپسی کھنچاؤ اور کشیدگی پیدا ہو کر رہ جائے گی۔ قانونی مسئلہ اور ہے حسن معاشرت اور چیز ہے



حسن سلوک پر عمل کرنے سے ازدواجی زندگی خوشگوار ہوتی ہے۔

## اپنے شوہر کی دینداری کا خیال رکھنا

جس طرح عورتوں کے اوپر اپنے شوہروں کے دنیوی حقوق ہیں اس طرح بیویوں کا فرض بنتا ہے کہ اپنے شوہروں کے دین کا بہت خیال رکھیں کہ وہ ہمارے واسطے حلال مال کما کر لاتے ہیں یا حرام، رشوت اور سود وغیرہ کی آمدنی پر سمجھائیں اور ایسی آمدنی لینے سے اجتناب کریں دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے کی ترغیب دیں اسی طرح نماز روزہ دیگر عبادتوں کے چھوڑنے پر اس کو نرمی سے سمجھائیں اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ خود اس پر عمل کریں پھر شوہر کو کہنے سے انشاء اللہ اس کا فائدہ ہوگا۔

## اس کے علاوہ بیوی پر اور کیا خدمات ہیں

عورتوں کے اوپر شوہروں کے مذکورہ بالا فرائض اور حقوق کے علاوہ قانونی اعتبار سے اور کوئی ذمہ داری نہیں لہذا شوہر کا کھانا پکانا اس کا کپڑا صاف کرنا اس کے گھر میں جھاڑو لگانا بدنی خدمات وغیرہ کرنا بیوی پر واجب نہیں ہے کر دے تو احسان ہے جبر نہیں کیا جائے گا۔

## ساس سر وغیرہ کی خدمات

جب یہ معلوم ہو گیا کہ عورت پر شوہر اور اس کی اولاد کا کھانا پکانا تک واجب نہیں تو شوہر کے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کی خدمات بطریق اولیٰ واجب نہیں۔ شوہر کے ماں، باپ اور دوسرے رشتہ دار اس کو اپنی خدمات پر مجبور نہیں کر سکتے۔ مگر آج ہمارے یہاں کا دستور چل پڑا ہے کہ ساس سر بیٹے کی خدمت سے پہلے اپنا حق سمجھتے

۱. وليس عليها أن تعمل بیدھا شیئا لزوجها قسلاً من الخبز والطبخ وكنيس البيت وغير ذلك (قلنس خان علی ہلمش عالمگیری صفحہ ۴۴۳ جلد ۱)

ہیں کہ وہ میری خدمت کرے اور پھر اس بہو سے اپنی خدمات سے متعلق تھوڑی بہت کوٹا ہی ہو جاتی ہے تو ساس، نند وغیرہ جھگڑتی ہیں کیونکہ جن حقوق و حدود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے ان سے وہ ناواقف ہیں شرعاً شوہر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار کی خدمات پر مجبور کرے لیکن بہو اگر خوشی اور رضامندی سے اپنے شوہر اور اس کے والدین کی جتنی خدمت کرے گی اس کا عند اللہ بہت بڑا درجہ ملے گا اور ایسا کرنے سے گھر کی نفی خوشگوار ہوگی۔

### بہو کی خدمت کی قدر کی جائے

ساس سر کی خدمت بہو پر واجب نہیں اگر وہ خدمت انجام دیر ہی ہے تو اس کا احسان ہے اس کی قدر کرنا ساس سر پر ضروری ہے اس کا بدلہ دینے کی کوشش کریں اس کی خدمت کی تعریف کریں اس کے ساتھ اپنی بیٹی جیسا برتاؤ کریں۔

حضور ﷺ کی حدیث ہے:

من لم يشكر الناس لم يشكر  
جس نے (اپنے محسن) انسان کا شکر ادا  
اللہ ۲ نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔

### زوجین میں سے کسی کے انتقال پر ازدواجی تعلق ختم ہو جاتا ہے

میاں بیوی میں سے کسی ایک کے انتقال کر جانے سے دنیاوی احکام کے لحاظ سے رشتہ کو وجیت ختم ہو جاتا ہے خصوصاً بیوی کی وفات سے فوراً یہ رشتہ ٹوٹ جاتا ہے شوہر کی حیثیت ایک اجنبی مرد جیسی ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ زوجہ کے مرنے کے بعد شوہر اس کی بہن یا اس کی دیگر محرمات رشتہ دار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ اگر رشتہ نکاح باقی رہتا تو پھر بیوی کی بہن وغیرہ سے نکاح کرنے میں جمع بین الاختین لازم آتا جو ناجائز ہے لہذا بیوی کے انتقال کے بعد شوہر نہ تو اس کو ہاتھ لگا سکتا ہے، نہ غسل دے

سکتا ہے اور نہ قبر میں اتار سکتا ہے قبر میں اتارنے کے لئے اس کے محرم رشتہ دار باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ ہونے چاہئیں اگر کوئی محرم نہیں تو بدرجہ مجبوری دیگر اجنبی مرد کیساتھ شوہر بھی شریک ہو سکتا ہے۔

نیز عورت کی نماز جنازہ کے سلسلے میں بھی شوہر کو ولایت حاصل نہیں ولایت کا حق سب سے پہلے بیٹا کو ہوگا پھر پوتا کو پھر باپ کو پھر دادا پر دادا کو پھر بھائی بھتیجہ اور اس کی اولاد کو اگر عورت کے اولیاء عصبات میں سے کوئی نہ ہو تو پھر دیگر اجنبی کے مقابلہ میں شوہر کو حق ہوگا۔

البتہ عورت کے انتقال کے بعد شوہر اس کا منہ دیکھ سکتا ہے اسی طرح جنازہ کو کندھا لگانا اور نماز جنازہ میں شرکت کرنا جائز ہے۔

ہاں شوہر کے انتقال کے بعد نکاح کے آثار عدت تک باقی رہتے ہیں خواہ شوہر نے اس سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو بغیر عدت وقات گزارے دوسرے مرد سے نکاح بھی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ ابھی منکوحۃ الغیر کے حکم میں ہے لہذا بیوی کے لئے شوہر کے مرنے کے بعد اس کو ہاتھ لگانا، غسل دینا وغیرہ درست ہے۔ البتہ اگر شوہر کی حیات ہی میں میاں بیوی کے درمیان بینونت واقع ہوگئی بائیں طور کے شوہر نے طلاق بائن یا طلاق مغلظہ دیکر انتقال کیا تو اب عورت اپنے شوہر کو غسل بھی نہیں دے سکتی۔

۱. ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر اليها علی الاصح (درمختار) (وہی لاتمنع من ذلك) ای من تفصیل زوجها نخل بها اولاً... قلت ای لانها تلزها عدة الوفاة ولولم يدخل بها وفي البدائع للمرأة تفصل زوجها لان ابلحة الفصل مستفادة بالنكاح فتبقى ما بقى النكاح والنكاح بعد الموت بلى الى ان تنقضي العدة بخلاف ما اذا ماتت فلا يغسلها لانتها ملك النكاح لعدم المحل فصل اجنبيا وهذا اذا لم تثبت البينونة بينهما في حال حياة الزوج فان تثبت بان طلقها بانئا او ثلاثا لم مات لاتفسله لارتفاع الملك بالابنة الخ (شلمی صفحہ ۹۰ تا ۹۱ جلد ۳) ثم الولی بترتيب عسوبة الانكاح الا الاب فيقدم علی الابن اتفلقاً (درمختار) فلا ولاية للنفس ولا للزوج الا انه لحق من الاجنبی (شلمی صفحہ ۱۲۱ جلد ۳)

## ایک شبہ کا ازالہ

اس مسئلہ میں عام طور پر لوگوں کے ذہن میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہؑ کو ان کے انتقال کے بعد خود غسل دیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو غسل دینے اور نہ دینے کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے انتقال سے قبل غسل فرمایا اور نئے کپڑے زیب تن کیا اور فرمایا کہ میں رخصت ہو رہی ہوں میں نے غسل بھی کر لیا ہے اور کفن بھی پہن لیا ہے مرنے کے بعد میرے کپڑے نہ ہٹائے جائیں۔ یہ کہہ کر قبلہ رو لیٹ گئیں اور روح پرواز کر گئی انکی وصیت کے مطابق ان کو غسل نہیں دیا گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اسماء بنت عمیسؓ نے غسل دیا تھا۔

تیسری روایت علامہ شامی نے نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہؑ کو ام ایمنؓ نے غسل دیا تھا اور حضرت علیؑ نے اس غسل کا انتظام کیا تھا اس لئے غسل کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی۔ اگر حضرت علیؑ کے غسل دینے کی روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کی خصوصیت تھی یعنی وفات کے بعد بھی ان کی زوجیت قائم رہنے پر محمول ہے کیونکہ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے (ان فاطمہ زوجتک فی الدنیا والآخرۃ) کہ اے علی فاطمہ تمہاری زوجہ دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی نیز حضورؐ کی دوسری حدیث ہے (کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی) ہر سبب ونسب موت سے منقطع ہو جاتا ہے مگر میری قرابت سببی اور قرابت نسبی موت سے منقطع نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ یہ کہ حضرت علیؑ کے غسل دینے پر بعض صحابہ جیسے

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے اعتراض کیا تھا۔

بیوی کی تجہیز و تکفین کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے

بیوی کے انتقال پر اس کی تجہیز و تکفین کا صرفہ شوہر پر ہوگا۔ مثلاً عورت کے مسنون پانچ کپڑے کفن کی خوشبو، کانور، صابن وغیرہ کی قیمت نہانے اور قبر کھودنے کی اجرت پٹاؤ کی لاگت سب شوہر کے ذمہ ہے خواہ عورت کا مال ہو یا نہ ہو۔ اور اگر شوہر کا انتقال ہو جائے اور اس نے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا تو اس کا کفن عورت پر نہیں ہے اگرچہ عورت خوشحال ہو۔ مگر دیدے تو بہتر اور احسان ہے۔ ۲

رشتہ رُوحیت جنت میں باقی رہے گا

دنیاوی احکام کے لحاظ سے اگرچہ رشتہ رُوحیت موت سے منقطع ہو جاتا ہے مگر جنت میں یہ رشتہ نکاح باقی رہے گا جنت کی حوروں کیساتھ شوہر کے نکاح میں دنیا

۱. وقالت الائمة الثلاثة يجوز لان عليا غسل فاطمة رضى الله عنهما قلنا هذا محمول على بقا الزوجية لقوله عليه الصلاة والسلام كل سبب ونسب ينقطع بالموت الا سببي ونسبي مع ان بعض الصحابة انكر عليه (برمختار) (قلنا الخ) قال في شرح المجمع لمصنفه فاطمة رضى الله تعالى عنها غسلتها ام ايمن حاضنته صلى الله عليه وسلم ورضى عنها فتحمل رواية الغسل لعل رضى الله تعالى عنه على معنى التهينة والقيام التام بسبابه ولكن ثبتت الرواية فهو مختص به الا ترى ان ابن مسعود رضى الله عنه لما اعترض عليه بذلك اجابه بقوله اما علمت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان فاطمة زوجتك في الدنيا والآخرة فادعاه فادعاه للخصوصية لئيل على ان المنهب عندهم عدم الجواز (شامى صفحہ ۹۰ جلد ۲ زکریا)

۲. ومن لم يكن له مال فلكن على من تجب عليه النفقة الا الزوج في قوله محمد رحمه الله تعالى وعلى قول ابى يوسف رحمه الله تعالى يجب الكفن على الزوج وان تركت مالا وعليه الفتوى هكذا في فتاوى قاضيخان ولو مات الزوج ولم يترك مالا وله امرأة موسرة فليس عليها كنفه بالاجماع (عالمگیری صفحہ ۱۶۱ ج ۱)

کی بیوی بھی ہوگی بلکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ دنیا کی بیوی حور عین کی سردار ہوگی۔ چنانچہ حافظ منذری نے الترغیب والترہیب میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے آپؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جنت میں) دنیا والی (مومنہ) عورتیں افضل ہوگی یا حور عین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا والی (مومنہ) بیویاں حور عین سے اس قدر افضل ہوگی جیسے (لحاف) کا اوپر کا کپڑا اس کے اندر والے استر سے بہتر ہوتا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس وجہ سے آپؐ نے فرمایا اس لئے کہ دنیا والی عورتیں نمازیں پڑھتی ہیں، روزے رکھتی ہیں اللہ عزوجل کی عبادت کرتی ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض مرتبہ ایک عورت دنیا میں یکے بعد دیگرے دو یا تین یا چار مردوں سے نکاح کر لیتی ہے پھر اسے موت آجاتی ہے وہ جنت میں داخل ہوگی اور اس کے شوہر بھی اس کے ساتھ جنت میں ہونگے تو اس صورت میں ان میں سے اس کا شوہر کون ہوگا آپؐ نے جواب دیا اے ام سلمہ اس کو اختیار دیدیا جائے گا جس کے ساتھ چاہے رہے۔ لہذا وہ اس کو اختیار کر لے گی جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا تھا اور کہے گی اے رب دنیا کے اندر یہ ان سب سے زیادہ میرے ساتھ بااخلاق تھا اسی کو میرا جوڑا بنا دیجئے یہ فرما کر آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہ خوش خلقی دنیا و آخرت کی بھلائی لے اڑی۔

ایک دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جس عورت نے پہلے شوہر کے بعد نکاح کر لیا وہ جنت میں آخری شوہر کو ملے گی۔ بہر حال جو بھی ہو اس پر ایمان کا مدار نہیں ہے جنت میں دنیا کی بیوی شوہر کو ملے گی۔ یہ حدیث سے ثابت ہے۔

## نکاح کے غلط رسومات کا شرعی جائزہ

یہ مسلمانوں کی بڑی بد قسمتی ہے کہ نکاح جیسا پاکیزہ اور نہایت ہی اہم اور ضروری معاملہ بھی غیر قوم کے طریقے اور ہندوانہ رسومات اور ملکی رواجوں سے محفوظ نہیں رہ سکا غیر شرعی رسمیں اس کثرت کیساتھ مسلمانوں کے شادی بیاہ میں داخل ہو چکی ہیں کہ اس کی وجہ سے اس ضرورت کا پورا کرنا بڑا دشوار ہو گیا ہے بہت سی غریب بچیوں کا نکاح ایک مشکل مسئلہ ہو گیا ہے بعض مرتبہ نکاح ہو کر بھی وہ برکت حاصل نہیں ہوتی جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہے بسا اوقات یہ شادی خانہ آبادی کے بجائے کنبہ بربادی کا سبب بن جاتی ہے اس وقت جس قدر رسمیں رائج ہیں ان سب کا احاطہ کرنا تو مشکل ہے تاہم کچھ رسومات و بدعات اور ان کے شرعی احکام کا تذکرہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ ان سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

## منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین

نکاح سے قبل لڑکی والوں کے یہاں لڑکے والے مٹھائی وغیرہ لیکر آتے ہیں اگر یہ بطور شرط اور مجبور ہو کر دیتے ہیں تو یہ رشوت ہے جو کہ ناجائز ہے اور اگر بطور شرط اور بکجوری نہیں دیتے بطیب خاطر ہی دیتے ہیں مگر رواج کا پابند ہو کر دینا پڑتا ہے تو بھی ناجائز ہے (المعروف کا المشروط) ہاں اگر کہیں عرف نہ ہو اور بلا طلب اور بلا شرط بطیب خاطر یوں ہی دیدے تو یہ ہدیہ ہوگا اس کا لینا جائز اور درست ہوگا۔

۱۔ قال فی الوسيلة الاحمدية شرح الطريقة المحمدية ولعن رسول الله صلى الله عليه وسلم للرائشي والمرتشي ومن الرشوة ما اخذه ولي المرأة قبل النكاح اذا كان بالسؤال او كان اعطاه للزوج بنه على عدم رضائه على تقدير علمه اما اذا كان بلا سؤال ولا عن عدم رضائه فيكون هديه فيجوز (مجموعة الفتاوى صفحہ ۲۱۶ جلد ۲ ملخوذ فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۳۲۰ جلد ۵)

## ڈالی مقرر کی رسم

ایک رسم ڈالی مقرر ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے جب جانین سے لڑکا لڑکی والے راضی ہو جاتے ہیں تو ایک دن مقرر کیا جاتا ہے پھر اس دن لڑکے والے چند اشخاص کیساتھ کچھ میٹھائی وغیرہ اور لڑکی کیلئے کپڑے، پان، چھالیاں لیکر لڑکی والے کے یہاں پہنچتے ہیں اور وہاں لڑکی والے کے برادری وغیرہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں سب سے پہلے ایک ڈالی میں کچھ پان چھالیاں اور کچھ نقد روپے رکھ کر لڑکی کی والدہ یا داوی وغیرہ کے پاس بھیجی جاتی ہیں وہ سب چیزیں لے لیتی ہیں اور چند پان و چند چھالیاں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں اور بعض جگہ کا یہ بھی رواج ہے کہ اس ڈالی کو لیکر مسجد میں بھی عورتیں جاتی ہیں اور کہیں کہیں تو مزارات اور ہندوؤں کے معبد میں سلام وغیرہ کرنے کو جاتی ہیں۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس ڈالی میں دو امر قابل غور ہیں اول ان اشیاء کا حکم (کہ ان کا لینا کیسا ہے) تو اس کا حکم وہی ہے جو پہلے مخصوص اشیاء کا لین دین کے تحت گزر چکا وہ اس ہیئت مخصوصہ کا حکم یہ ہے کہ یہ شرعاً بے اصل محض رسم ہے جس کا التزام کر رکھا ہے اور التزام مالا یلزم ناجائز ہے نیز اس میں فخر اور ریا ہے اسی وجہ سے یہ رسم کی جاتی ہے لہذا شرعاً ممنوع ہے (خصوصاً ہندوؤں کے معبد وغیرہ پر لے جانا تو بڑی خطرناک بات ہے) اصلاح رسوم میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

## شادی کے موقع پر نیوتہ پوری کرنے کی رسم

شادی کے موقع پر ایک رسم نیوتہ لینا دینا ہے مثلاً جب ایک نے دوسرے کو دعوت دی تو شادی کے موقع پر کپڑا چاول دو دھ روپے وغیرہ لے جاتے ہیں اس کو



لوگ قرض حسنہ سمجھتے ہیں کہ بھائی بھائی کی مدد کرتا ہے یہ اعانت ہے حالانکہ اس سے مدد اور تعاون مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف رسم و رواج پورا کرنا مقصود ہوتا ہے اگر ایک بھائی کی مدد ہی کرنی ہوتی ہے تو وہی بھائی جب بیمار ہو جاتا ہے یا کوئی اور مصیبت اس پر پڑتی ہے تو کیوں مدد نہیں کرتے شادی کے موقع پر تو اس کی پابندی کی جاتی ہے کہ یہ قضا نہ ہونے پائے ورنہ ناک کٹ جائے گی لوگ کیا کہیں گے کہ کچھ لیکر نہیں آئے اس لئے اپنے پاس نہیں ہوتا تو قرض بھی لے لیا جاتا ہے حضرت تھانویؒ نے اشرف الجواب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ رسم سب رسموں میں گندی ہے وہ یہ ہے کہ یہ امر سب کو مسلم ہے کوئی اس سے منکر نہیں کہ نیوتہ قرض ہے (۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرض واجب الاداء ہوتا ہے (۳) تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرض خواہ (قرض دینے والے) کی موت کے بعد اس کا کل ترکہ اس کے ورثاء کی ملک ہوتا ہے خواہ وہ ترکہ عین مال ہو یا دین (یعنی وہ رقوم جو قرض کے طور پر چھوڑ کر مرا ہو) اب تینوں مسئلہ کو سامنے رکھ کر یوں سمجھئے کہ اگر کوئی شخص نیوتہ پورنے کیلئے گیا اور اس کو سو روپے دیدیئے پھر اس کے بعد اس کی موت ہوگئی تو اس سو روپے میں میت کے تمام ورثاء کا حصہ ہے نیوتہ واپس کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ تمام ورثاء کو دے مگر ایسا نہیں ہوتا اگر بڑی اولاد کی شادی ہوئی اس نے نیوتہ واپس کرنے والے کو دعوت دی تو وہ سو روپے اسی کو لا کر دیتے ہیں بڑا لڑکا تنہا لے لیتا ہے دوسرے یتیم کا حق مارتے ہیں حالانکہ قرآن میں اس کے متعلق وعید ہے (اِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا) یعنی وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں دوسرا گناہ نیوتہ واپس کرنے والے کو ہوا کہ اس نے تمام ورثاء کا مال ایک کو دیدیا اور یہ سمجھ لیا کہ ہم قرض کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے حالانکہ دوسرے ورثاء کا قرضہ اس کے ذمہ باقی ہے درمختار میں ایک روایت لکھی ہے کہ اگر

کسی کے ذمہ کسی کے تین پیسے رہ جائیں گے تو قیامت کے دن اس کی سات سو نمازیں قرض خواہ کو دلائی جائیں گی اس خطرناک رسم کا علاج تو یہ ہے کہ پچھلے قرض کی تحقیق کر کے واپس کیا جائے اور آئندہ کیلئے اس رسم سے توبہ کر لی جائے۔

## رسم برات کی ابتداء کس طرح ہوئی

شادی میں برات کی رسم اتنی بری رسم ہے جو بہت سارے خرافات کو شامل ہے جو سنت و شریعت کے بالکل خلاف ہے حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ برات بھی شادی کا بہت بڑا رکن سمجھا جاتا ہے اس کے لئے کبھی دولہا اور کبھی دولہن والے بڑے بڑے اصرار اور تکرار کرتے ہیں اصل غرض اس سے محض ناموری و تفاخر ہے (اور ریا کاری و تفاخر کے لئے کوئی بھی عمل کرنا حرام ہے) برات کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب راستوں میں امن و امان نہیں تھا اکثر ڈاکوؤں سے دو چار ہونا پڑتا تھا دولہا دولہن کے اسباب زیور وغیرہ کی حفاظت کے لئے یہ رسم ایجاد ہوئی اس لئے گھر پیچھے ایک آدمی ضرور جاتا تھا مگر اب تو نہ وہ ضرورت باقی رہی اور نہ کوئی مصلحت صرف افتخار و اشتہار باقی رہ گیا ہے پھر اس میں ایسا بھی کرتے ہیں کہ بلائے پچاس اشخاص اور چاہو نیچے سو اشخاص اول تو بے بلائے اس طرح کسی کے گھر جانا حرام ہے حدیث میں ہے جو شخص دعوت میں بے بلائے جائے وہ گیا چور ہو کر اور نکلا وہاں سے لٹیرا ہو کر یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے کہ جیسے چوری اور لوٹ مار کا پھر دوسرے شخص کی بے آبروئی بھی ہو جاتی ہے کسی کو رسوا کرنا یہ دوسرا گناہ پھر ان باتوں کی وجہ سے اکثر جانیں سے ایسی ضد اضدی اور ناچاقی ہوتی ہے کہ عمر بھر اس کا اثر دلوں میں باقی رہتا ہے چونکہ نا اتفاقی حرام ہے اس لئے جن باتوں سے نا اتفاقی پیدا ہو وہ بھی حرام ہو گئی لہذا یہ فضول رسم ہرگز جائز نہیں ہے۔

## برادری کے لوگوں کو دعوت (بھوج) نہ کھلانے پر لڑکی والوں کو طعنہ دینا

شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے دعوت ولیمہ مننون و مشروع ہے لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کھانے اور کھلانے کا رواج بعد کی رسم ہے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں نہیں تھی اس لئے یہ طریقہ خلاف سنت ہے اور گاؤں برادری کو بھوج نہ دینے پر لڑکی یا لڑکی کے باپ کو طعنہ دینا ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے اگر لڑکی والے دباؤ میں آکر یا رسم و رواج کا پابند ہو کر کھلا بھی دیا یا شہرت و تفاخر کے طور سے کھلاتا ہے تو اس کا کھانا حرام ہے حضور ﷺ کی حدیث ہے (لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه) کسی کا مال بغیر اس کی رضا اور خوشی کے استعمال کرنا حلال نہیں دوسری حدیث ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتباریان لا یجابان ولا یأکل طعامہما قال الامام احمد یعنی المتعارضین بالضيفۃ فخر او رياء ۳

ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دوسرے پر فخر کرنے کیلئے کھلانے والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے ان کا کھانا نہ کھایا جاوے

اسلئے لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کا التزام کرنا اور مطالبہ کرنا درست نہیں دعوت کھانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا حالانکہ معاملہ آج ایسا ہو گیا کہ زیادہ تر لڑکی والوں کی طرف سے ہی اس کا التزام کیا جا رہا ہے اس لئے یہ چیزیں واجب ترک ہیں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے برائیوں کو یا برادری کو کھانا دینا لازم یا مننون اور مستحب نہیں ہے اگر بغیر التزام کے وہ اپنی مرضی سے کھانا دیدیں تو مباح ہے نہ ویں تو کوئی الزام نہیں۔ ۳

۱۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۰۰ جلد ۱ باب الغصب والعاریۃ

۲۔ (مشکوٰۃ شریف ۲۷۹ جلد ۲) ج۔ مستفاد کفایۃ المفتی صفحہ ۱۶۱ جلد ۵

## شریعت میں جہیز کا حکم

جہیز ان تحائف اور سامان کا نام ہے جو والدین اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت دیتے ہیں اس میں کوئی شرعی اخلاقی خرابی نہیں ہے بلکہ یہ رحمت و محبت کی علامت ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنے دل کے تقاضے سے اپنی وسعت کے مطابق ایسی چیزوں کا تحفہ پیش کرے جو اس کے لئے آئندہ زندگی میں کارگر ہو خود حضور اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو شادی کے موقع پر کچھ جہیز عطا کیا تھا امام نسائی حضرت علیؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

عن علیؓ قال جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة في  
 خميل وقربة ووسادة حشوها  
 حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے  
 اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کو بطور جہیز  
 جو چیزیں دی تھیں وہ یہ تھیں (۱) چادر  
 (۲) مشکیزہ پانی بھرنے کا (۳) ایک  
 اذخرہ جس میں اذخر نامی گھاس بھری ہوئی تھی۔

حضرت تھانوی نے اصلاح الرسوم میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا جہیز یہ تھا، دو چادر میانی، دو نہالی جس میں چھال بھری ہوئی تھی اور چار گدے، دو بازو بند چاندی کے اور ایک کملی اور ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، ایک مشکیزہ اور پانی رکھنے کا برتن گھڑا اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ بھی آیا ہے اس کے بعد حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تین باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) اول بلا تکلف مختصر اور تھوڑا دیدیا جائے گنجائش سے زیادہ ترود نہ کرے (۲) دوم جن چیزوں کی فوری ضرورت ہونے والی ہو وہ دینا چاہئے (۳) سوم اس کا اعلان اور دوسرے سے اظہار نہ ہو کیونکہ یہ تو اپنی اولاد

کے ساتھ صلہ رحمی ہے دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے حضور ﷺ کے فعل سے جو اس روایت میں مذکور ہے تیوں امر ثابت ہیں۔

## جہیز فاطمی کے سلسلے میں ایک تحقیق

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا منظور صاحب نعمانیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ملک کے اکثر اہل علم لفظ جہیز سے عرفی جہیز مراد لیتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے جو سامان یعنی چادر مشکینہ وغیرہ دیا تھا وہ بطور جہیز کے دیا تھا لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ یہاں جہیز سے عرفی جہیز مراد نہیں بلکہ ضروریات کا انتظام اور بندوبست کرنا تھا کیونکہ اس زمانہ میں نکاح شادی کے موقع پر جہیز کے طور پر کچھ سامان دینے کا تصور بھی نہیں تھا سیدہ حضرت فاطمہؓ کے علاوہ حضور ﷺ کی دوسری صاحبزادیوں کے نکاح میں جہیز کا ذکر نہیں ملتا ہے اور حضرت فاطمہؓ کے لئے حضور ﷺ نے ان چیزوں کا انتظام حضرت علیؓ کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے انہی کی طرف سے انہی کے پیسوں سے کیا تھا کیونکہ ضرورت کی چیزیں ان کے گھر نہیں تھیں۔ ۲

حضرت مولانا مفتی ظفر الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی شادی کے سلسلہ کی تمام روایتوں کو سامنے رکھنے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ مہر میں دیدی تھی مگر میں کوئی سامان نہیں تھا خود سدر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے وہ سامان نہیں کر سکتے تھے اس لئے آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ مہر والی زرہ فروخت کر دو اور اس سے جو رقم آئے اس سے ضروری سامان خرید لو خود حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ:

فبعثها من عثمان بن عفان  
باربعماتہ وثمانین درهما ثم ان  
عثمان رد بالدرع الی علی فجاء  
بالدرع والدرهم الی المصطفی  
صلی اللہ علیہ وسلم فدعا  
لعثمان رضی اللہ عنہ بدعوات  
کما فی روایۃ زرقانی فی شرح  
مواہب لدنیہ صفحہ ۳ جلد ۲  
دعا کی :-

(فائدہ) اگر عزت و عظمت کا تعلق جہیز سے ہوتا تو حضور ﷺ اس کے زیادہ  
مستحق تھے کہ اس پر عمل کرتے اور اپنی گوشہائے جگر سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ، حضرت  
رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ، کوزرو جواہر کے ڈھیر جہیز میں دیتے حقیقت میں سیم وزر دنیاوی  
مال و متاع کے بجائے حسن معاشرہ پیدا کرنا آپؐ کا مقصد حیات تھا اس لئے نکاح جیسی  
عام ضرورتوں کے متعلق صاف اعلان کر دیا (ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ  
مؤنۃ) یعنی بہترین نکاح جس میں خیر و برکت ہوتی ہے وہ نکاح ہے جس میں زیادہ  
خرچہ اور لاگت نہ ہو۔

### موجودہ رسم جہیز کی حقیقت

ہندو قانون کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہیز کا رواج اصل میں  
ہندو مذہب کے اونچے طبقہ میں تھا کیونکہ ہندو پرسل لاء کے مطابق وراثت میں عورتوں  
کا کوئی حق نہیں ہوتا اس لئے شادی کے وقت ہی اچھی خاصی رقوم اور اشیاء ضروریہ کے  
ساتھ رخصت کر دیا جاتا ہے خصوصاً ان کے مذہب میں بڑا مبارک بیاہ برہما کہلاتا ہے  
جس میں لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کو بالکل ہبہ کر دیتا ہے کہ اب اس لڑکی کا اس خاندان سے

کوئی تعلق باقی نہیں رہا اب وہ باپ کے گھر واپس نہیں آسکتی چاہے سسرال والے کتنا ہی اس کے اوپر ظلم کریں باپ کی وراثت میں حصہ نہیں لے سکتی شوہر کے مرنے کے بعد دوسری شادی بھی نہیں کر سکتی شوہر کے ساتھ چاہے جل کر مر جائے چاہے بیوہ کی طرح زندگی گزارے اس لئے ایسی بے کس بے سہارا کو خاندان سے جدا کرتے وقت باپ اپنی حیثیت کے مطابق سامان، جہیز اور زیورات وغیرہ دیکر اپنی لخت جگر کا دل خوش کرتا ہے اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بیٹی کو جہیز دینا ہندوانہ رسم ہے۔ جسے برصغیر کے مسلمانوں نے بھی اپنایا ہے برصغیر کے علاوہ دنیا کے اکثر خطے میں مسلمانوں میں جہیز کا کوئی تصور بھی نہیں ہے صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے لڑکی والوں سے جہیز کی فرمائش کی ہو یا بغیر مطالبہ کے لڑکی والوں نے اپنا فرض سمجھ کر ادا کیا ہو نہ ادا کرنے پر لڑکی کو طعنے دیئے گئے ہوں۔

### رسم جہیز کی تباہ کاریاں

جہیز کے سلسلے میں جو غلط رواج پھیلے ہوئے ہیں اور اسلامی معاشرہ کو مجروح کر رہے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آج کے معاشرہ میں جہیز کو لڑکی کے نکاح کا ایک لازمی شرط سمجھا جا رہا ہے اس لئے مہانداری میں لڑکے والے لڑکی والوں سے مول تول پکی کرتے ہیں لینے دینے کی ساری باتیں پہلے ہی طے ہو جاتی ہیں تب رشتہ کی بات طے کی جاتی ہے گویا شادی کے بجائے ایک اچھی خاصی تجارت ہے لڑکا آج ایک طرح کا بکاؤ مال ہے جس کو ضرورت ہو بازار سے خرید لائے ہر شخص اپنے کو نیلام کر رہا ہے جہاں زیادہ بول بولا جاتا ہے وہاں اپنے لڑکے کو فروخت کیا جاتا ہے یہ اخلاقی و معاشرتی لحاظ سے ایک گھناؤنا فعل ہی نہیں بلکہ مردانگی کا سودا ہے جو شرعی اعتبار سے ناجائز اور حرام ہے، اور ایک قسم کا سماجی جرم ہے جو قابل مذمت ہے۔

(۲) جہیز کی مانگ اور اس کی لازمی اشیاء کی فہرست میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے صرف لڑکی کی ضروریات ہی نہیں بلکہ داماد کی ضرورت مثلاً اس کے کپڑے جوتے گھڑی سواری کیلئے سائیکل موٹر سائیکل نقد روپے کے علاوہ وہ تمام سامان جو اس کے گھر کو مزین کر سکے لازمی اور ضروری قرار دئے جا رہے ہیں لڑکی کا باپ چاہے نہ چاہے مگر اس پر تمام لوازمات جھک مار کر پوری کرنی ضروری ہے چاہے جہاں سے پوری کرے اپنے پاس استطاعت نہیں تو جائیداد بیچ کر پوری کرے جائیداد کی گنجائش نہیں تو قرض کے شکنجے میں جکڑ جائے ورنہ پھر رشوت، جعل سازی، دھوکہ، فریب اور دیگر ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے جس کی وجہ سے سراسر خسرالدنیاء والاخرۃ کا مصداق بنتا ہے۔

(۳) آج جہیز باپ کی طرف سے بیٹی کے دل کو خوش کرنے والا صرف تحفہ ہی نہیں رہا بلکہ ایسا جہیز ہونا ضروری ہے جو برات سرات اور ہر دیکھنے والے کا دل خوش کرے ہر ایک کی زبان سے واہ واہ کے کلمات سنائی دیں حالانکہ یہ ناجائز ہے حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ لڑکی کو دیئے جانے والے جہیز کا ہر سرعام دکھانا جاہلی رسم ہے جس کا منشاء محض نمود و نمائش ہے اور مستورات کے زیور اور کپڑے وغیرہ مردوں کو دکھانا تو اور بھی زیادہ بری رسم ہے شرفاء کو اس سے بہت غیرت آتی ہے۔

(۴) جہیز کے غیر معقول رواج نے آج معاشرہ کی ناک میں دم کر رکھا ہے اس کی وجہ سے کتنی لڑکیاں بغیر شادی کے زندگی گزار رہی ہیں کیونکہ باپ کے پاس اتنی وسعت نہیں کہ داماد کے مطالبات کو پورا کر سکے اگر کسی طرح غریب باپ نے قرض وغیرہ لیکر بیاہ کر بھی دیا تو توقع کے مطابق سامان جہیز نہ ملنے پر شوہر یا شوہر کے گھر



والے لڑکی کو طعنے دیتے دیتے دق کر دیتے ہیں ایسی بے بس لڑکی کا جینا دو بھر ہو جاتا ہے آخر میں وہ گھٹ گھٹ کر مر جانا پسند کرتی ہے اس جنجال سے ہمیشہ کیلئے راحت پانے کی غرض سے پھندا ڈال کر یا زہر کھا کر یا ٹرین کے نیچے کٹ کر اس عذاب سے نکل جانا چاہتی ہے اس طرح آئے دن نو خیز۔ دولہنوں کی خود کشیوں کے واقعات میں اضافے ہو رہے ہیں جہیز کی حریصانہ رسم نے معاشرہ کو انتہائی خوفناک بنا دیا ہے جہیز کے لالچی انسان اپنی نئی نیلی دولہنوں کو جلا کر انہیں ناکر وہ گناہوں کی سزا دے رہے ہیں ہر سال ہزاروں عورتیں جہیز کے منحوس دیوتا کی بھینٹ چڑھائی جا رہی ہیں جہیز کی یہ منحوس رسم پورے معاشرے کو جنگل کی آگ کی طرح اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے نمائشی جہیز آج معاشرے کی تباہی کی علامت بن چکی ہے۔ اس وقت کے حالات کے اعتبار سے علماء اور اسلام کے نام لیوا ذمہ داروں خصوصاً ہمارے نوجوان طبقے کا فریضہ ہے کہ اس میدان میں آگے بڑھ کر اصلاحی اقدام کریں ہر علاقہ اور گاؤں میں نوجوانوں کی ایک جمعیت ہو سب کی ایک آواز ہو کہ فرمائشی جہیز یا جوڑے گھوڑے کی رقم نہ تو ہم کسی سے لیں گے اور نہ کسی کو لینے دیں گے اس قسم کا اقدام نہ صرف خدا اور رسول کی خوشنودی کا باعث ہوگا بلکہ ایک اچھے اور مثالی معاشرے کی تشکیل نو کی راہ میں معاون و مددگار ثابت ہوگا۔

### سامان جہیز کس کی ملکیت ہے

جو سامان جہیز میں دیا گیا ہے وہ سب لڑکی کی ملک ہے باپ کو دو بارہ واپس لینے کا حق نہیں اور نہ شوہر اور نہ سر و غیرہ کی ملکیت اس میں ثابت ہوتی ہے اور داماد کو جو کچھ اور سامان گھڑی سائیکل اور نقد روپے دیا گیا ہے وہ لڑکے کی ملکیت ہے لڑکی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

## زپور کا مالک کون ہے

جوزیورات عورت کے والدین نے دیئے ہیں وہ سب عورت کی ملکیت ہیں عورت کے والدین یا سرال والے اس کے مالک نہیں ہو سکتے اور جوزیورات ساس خسر وغیرہ نے چڑھائے ہیں وہ اصل رواج کے اوپر موقوف ہے یا ساس خسر کے قول پر بعض جگہ عورت کو مالک بنا دیتے ہیں جوزیور کپڑا یا کوئی سامان سرال کی طرف سے لڑکی کو ملتا ہے اس کے متعلق طے ہوتا ہے کہ لڑکی کو بطور ہبہ ہے تو اسی وقت عورت مالک ہو جائے گی کسی کو واپس لینے کا حق نہیں اور بعض جگہ لڑکی کی ملکیت میں نہیں دیا جاتا اس کو مستعار سمجھا جاتا ہے تو لڑکی کی ملک نہیں ہوتی ہے اس وقت ساس سر وغیرہ کو واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔۱

جہیز کا سامان استعمال سے خراب ہو جائے تو کون ذمہ دار ہوگا  
جہیز کی جو چیزیں جس حالت میں ہیں وہ عورت کا حق ہے لیکن استعمال سے جو نقصان ہو جائے وہ شوہر یا سرال والے سے وصول نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ استعمال عورت کی اجازت یا رضامندی سے ہوا ہوگا۔۲

## نکاح میں دف اور باجوں کا حکم

دف کو اکثر علماء و مفتیان کرام نے بقدر ضرورت اور بغرض اعلان جائز قرار دیا ہے مگر حضرت تھانویؒ نے امداد الفتاویٰ میں اخبار فقہیہ سے ایک مضمون نقل

۱۔ جہز ابنتہ بجہلزل وسلمہا نلک لیس له الاسترداد منها ولا لورثتہ بعدہ ان سلمہا نلک فی صحتہ بل تختص بہ وبہ یفتی (درمختار علی ہلمش شامی صفحہ ۳۰۶ تا ۳۰۷ جلد ۱) ولو بعث الی امرأتہ شیلہ ولم ینکر جہۃ عند اللفع غیر جہۃ المہر الخ فقلالت ہو ای المبعوث ہدیۃ وقال ہو من المہر او من الکسوة او علریۃ فالقول له بیمنہ والبیئۃ لہا فان حلف والمبعوث قائم فلہا ان تردہ وترجع بہا بیلقی المہر (درمختار علی ہامش شامی ۳۰۱ جلد ۱)

۲۔ (مستفاد آپ کے مسائل اور ان کلحل صفحہ ۱۳۸ جلد ۵)

کیا ہے جس سے باجوں کے جواز پر ایک زبردست چوٹ ہے افادۂ عام کے لئے اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

## مذہب احناف کی تحقیق

مذہب حنفی میں تمام باجے حرام ہیں جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ (ان الملاحی کلھا حرام حتی التغنی بضرب القصب) اس طرح بزازیہ اور درختار کی عبارت (استماع صوت الملاحی کضرب قصب ونحوہ حرام) سے حرمت ثابت ہے دف بھی چونکہ ایک قسم کا باجا ہے اس لئے یہ بھی حرام ہے چنانچہ شامی میں ہے (استماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذالک حرام) اسی طرح شرح نقایہ ابوالکارم اور مجموعہ فتاویٰ عزیزی کی کئی عبارتوں سے حرمت معلوم ہو رہی ہے۔

## مذہب شافعی کی تحقیق

اس کے برخلاف مذہب شافعیہ میں شادی اور ختنہ کے موقع پر چند شرائط کے ساتھ مباح قرار دیا ہے جس کو علامہ ابن حجر کی شافعی اپنے رسالہ کف الرعاع عن بحر مات اللہو والسماع میں تفصیل سے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ درج ہے (آگے معلوم ہوگا کہ ان شرائط کا لحاظ کرنا حنفیہ کو بھی ضروری ہے)۔

(۱) شرط اول یہ ہے کہ دف بجانے والی خاص عورتیں اور لڑکیاں ہوں کیونکہ دف کے بجانے میں جسدِ روایت و آثار ثابت ہیں وہ سب عورتوں سے متعلق ہیں اس لئے مرد کا بجانا جائز نہیں تہنہ بالنساء کی وجہ سے ملعون ہوگا۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ جھانجھ نہ ہو اور بجانے میں کوئی تکلف و تصنع نہ کیا جاوے طرب یعنی خوش آوازی معلوم نہ ہو بلکہ سادگی کیساتھ ہاتھوں سے پیٹا جاوے انگلیوں کے سروں سے نہ بجایا جاوے کیونکہ اس میں ایک طرح کی صنعت طرب ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ وقت نکاح یا وقت زفاف یا اس کے بعد تھوڑی دیر تک عورتیں دف بشرائط مذکورہ بجادیں۔ علامہ ابن حجر نے ماوردی کا قول نقل کیا ہے کہ (واما فی زماننا قال فیکره فیہ لانه ادى الى السحف والسفاهة) یعنی اب ہمارے زمانے میں دف استعمال کرنا مکروہ ہے کیونکہ بے وقوفی اور سفاہت پائی جاتی ہے اس کے بعد علامہ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے اور ماوردی کے زمانہ میں پانچ سو برس کا فاصلہ ہے اب تو اس سے زیادہ خرابی آگئی اور میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن حجر کو بھی گزرے ہوئے قریب چار سو برس ہوئے اب تو شر و فساد کے سواء خیر و اصلاح کا نام نہیں اب تو بالکل ترک کر دیا جاوے۔

### حنفیہ کا اصل مذہب

اوپر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اصل مذہب حنفیہ میں عموماً باجا اور خصوصاً دف بھی حرام ہے اور حنفیہ کی جس کتاب میں اعلان نکاح کے واسطے دف کے جواز پر جو عبارت ہے وہ ظاہر الروایت کے خلاف ہے ہو سکتا ہے کہ علماء احناف کو روایات شافعیہ سے دھوکا ہو گیا ہو اس کے نظائر و امثال کتب حنفیہ میں کثرت سے ملتے ہیں کہ کسی ایک کتاب میں دوسرے مذہب کا کوئی قول کسی مصنف نے لکھا تو دیکھا دیکھی اعتماد و ذکر کے دوسرے مصنف نے بھی اپنی تصنیف میں درج کر دیا اور یہ خلاف مذہب قول نقل در نقل ہوتا چلا آیا اب کسی کوشبہ بھی نہیں ہوتا ہے کہ یہ مذہب حنفی کا مسئلہ نہیں ہے مگر تحقیق کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول خلاف مذہب ہے چنانچہ علامہ ابن ہمام فتح القدیر باب نکاح الرقیق میں تحریر کرتے ہیں (فهذا هو الوجه وکثیر اما یقلد الساهون الساهین) یعنی ایسا بہت ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں اسی طرح کی عبارت بحر الرائق میں بھی منقول ہے۔

لہذا کتب حنفیہ میں دف کے جواز پر جو قول منقول ہے وہ غلط نقل ہے جس کا اصل مذہب میں پتہ نہیں اس لئے یہ منشاء تقلید نہیں اسی وجہ سے علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ دف اکثر مشائخ کے نزدیک حرام ہے اور حدیث (اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد) جس میں اعلان نکاح کیواسطے دف بجانے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد اکثر مشائخ کے نزدیک اعلان نکاح ہے۔ نہ کہ حقیقتہً دف کا بجانا چنانچہ شرح نقایہ میں ہے کہ (قال التورپشتی انه حرام علی قول اکثر المشائخ وما ورد من ضرب الدف فی العرس کتابة عن الاعلان)

جب دف سے مراد اعلان نکاح ہے تو پھر متاخرین حنفیہ کا جائز کہنا اور اس حدیث کو استدلال میں پیش کرنا صحیح نہیں ہے اور اعلان و تشہیر کے مراد ہونے پر سب سے بڑا قرینہ یہ ہے کہ اب تک کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہ ہوا کہ زمانہ رسالت میں کسی صحابی نے اعلان نکاح کیلئے دف بجا کر اس حدیث کی تکمیل کی ہو حالانکہ صحابہ کرام کو اتباع سنت میں جو شغف تھا وہ علماء پر مخفی نہیں اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ خود حضور ﷺ نے متعدد نکاح اپنا اور اپنی صاحبزادیوں کا کیا مگر کبھی کسی نکاح میں آپؐ نے دف بجانے کا حکم نہیں دیا یا زیادہ سے زیادہ بخاری کی حدیث ربیع بنت معوذ سے ثابت ہوتا ہے کہ چند نابالغ لڑکیوں نے بعد زفاف دف بجا یا تھا جو غیر مکلف تھیں۔ اس سے بالغ عورتوں کا بجانا کہاں ثابت ہوتا ہے اگر کسی روایت سے بالغ عورتوں کا بجانا ثابت بھی ہو جائے تو اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کافی ہے (ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن ضرب الدف ولعب الضنج وضرب الزمارة) اس حدیث کی رو سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے

اجازت دی ہوگی پھر منع فرمادیا جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ظاہر فرمادیا۔ نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کے سامنے دف کو مزار الشیطان کہا تو حضور ﷺ نے سکوت فرمایا۔

غور کیجئے اگر حضرت صدیق اکبر کا دف کو مزار الشیطان فرمانا صحیح نہ ہوتا تو حضور ضرور منع کرتے لہذا جب دف مزار الشیطان ٹھہرا تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام اس کو بجا کر نکاح کا اعلان کرتے پس اکثر مشائخ حنفیہ کا حدیث ضرب دف سے اعلان اور تشہیر مراد لینا صحیح ہے کیونکہ عربی اور فارسی میں ضرب دف بول کر اعلان اور تشہیر مراد ہوا کرتی ہے عربی کا حال تو ابھی علماء محققین کے قول سے معلوم ہو چکا۔ اور فارسی میں حضرت شیخ سعدی نے گلستاں کے ایک مصرعہ میں فرمایا (بدف برز وندش دیوانگی) یعنی اس کی دیوانگی کا دف بجایا اس کو دیوانہ مشہور کیا پس جس طرح یہاں مشہور کرنا مراد ہے اسی طرح حدیث میں دف سے مراد نکاح کا اعلانیہ اور شہرت کیساتھ کرنا مراد ہے۔

### دف کا جواز اگر ہو بھی تو چند شرائط کیساتھ

اگر تنزل کے درجے میں متاخرین احناف کا استدلال مان بھی لیا جائے تو دف کا بجا نا مباح ہے مگر چند شرائط کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

- (۱) جہاں جہ نہ ہو (۲) تضریب نہ ہو جیسا کہ شامی وغیرہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے (هذا اذا لم يكن له جلاجل لم يضرب على هيئة التضریب)
- (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ تھوڑی دیر تک بجایا جائے لغات میں ہے (دل الحديث على اباحة مقدار اليسير)

## آج کا مروجہ طریقہ خلاف شرع ہے

آج کل جو متعدد دف برات کیساتھ لیکر چلتے ہیں بجانے والے بھی کاریگر ہوتے ہیں اور اس میں بسا اوقات بے پردہ عورتیں بھی ساتھ ہوتی ہیں اسکے علاوہ بہت ساری خرافات پر مشتمل مجمع ہوتا ہے جو محتاج بیان نہیں تو یہ طریقہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے جواز کی صورت جن علماء نے بیان کی ہے اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ نکاح کے بعد چند مرتبہ ہاتھ سے دف پیٹ دیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ نکاح ہو چکا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں اس لئے مروجہ طریقہ کے مطابق دف جائز نہیں ہوگا۔

## خلاصہ تحریر اور مذہب حنفی

ان تمام بیانون کا خلاصہ یہ نکلا کہ دف وغیرہ کل باجے حرام ہیں شادی اور غیر شادی کسی وقت میں جائز نہیں ہاں مذہب شافعیہ میں چند قیود کیساتھ جائز ہے مگر ترک کر دینا ان کے یہاں بھی اولیٰ اور بہتر ہے۔ جن علماء احناف نے خلاف مذہب چند قیود کیساتھ جائز لکھا ہے وہ تو اولاً غلط نقل کی اتباع ہے دوسری بات یہ ہے کہ اس کی وجہ سے مروجہ طریقہ جائز نہیں ہوگا حرام ہی ہوگا پس مقلدین امام ابوحنیفہ کیلئے خیریت اسی میں ہے کہ ہرگز اس کو اختیار نہ کریں ورنہ سخت خطرہ میں مبتلا ہوں گے۔

## گولہ اور پٹاخا کے ذریعہ اعلان

نکاح میں مروجہ طریقہ سے گولہ اور پٹاخا پھوڑنا اور آتش بازی کرنا وغیرہ ہندو و اندرسم ہے نیز اضاعت مال ہونے کی وجہ سے ناجائز اور واجب الترتک ہے۔ ۲

## شادی کے موقع پر عورتوں کا اشعار اور گیت گانا

بہت سارے مقامات میں شادی کے موقع پر عورتیں اور بالغ لڑکیاں غلط اور برے برے اشعار و گیت گانے لڑائی کودتی ہیں بعض لوگ اس کو جائز کہتے ہیں کیونکہ سفر ہجرت کے موقع پر یا اس کے قریب تر جب حضرت عائشہؓ کی رخصتی کا موقع تھا تو کچھ بچیوں نے یہ اشعار پڑھے تھے۔

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع و فینا نبی یعلم ما فی غد  
قائلین جواز اس سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ استدلال کرنا اس سے اس لئے غلط ہے کہ اولاً تو وہ بچیاں تھیں جو غیر مکلف تھیں آج تو دوشیزائیں بے پردہ ہو جاتی ہیں جن کی آواز بھی باعث فتنہ ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ اعمال باب تربیت کے قبیل سے ہیں شریعت مطہرہ میں احکام تربیت عموماً تدریجاً اور آہستہ آہستہ مکمل ہوتے ہیں خود نماز میں بھی کلام الناس اور لوگوں کے سلام کا جواب دینا وغیرہ کی ممانعت بعد میں ہوئی شروع میں سب کچھ نماز کے اندر جائز تھا اسی طرح شراب کی حرمت تین مرحلوں میں مکمل ہوئی وغیرہ ذالک۔ اسی طرح گانا بجانے والا معاملہ بھی باب تربیت کے قبیل سے ہے رفتہ رفتہ تربیت کے انداز میں مکمل ہو کر آخری حکم یہ ہوا:

کل لہو المسلم حرام الا ثلثة کہ مسلمان کا لہو ولعب اور بیکار چیزوں  
ملاعبتہ باہلہ ومسابقۃ بفروہ میں مشغول رہنا حرام ہے مگر تین چیزوں  
ومناضلۃ بقوسہ او کما قال علیہ میں کھیل جائز ہے ایک تو اپنی بیوی  
الصلوۃ والسلام رواہ الصحاح کیساتھ کھیلنا (یعنی بے تکلفی سے رہنا)  
بلفظہ دوسرے گھوڑے کا مسابقہ میں دوڑانا

تیسرے تیر اندازی کرنا لہذا گانے بجانے کو بھی حضور ﷺ نے دھیرے دھیرے ختم فرما دیا اسلئے حضرت عائشہؓ کی شادی میں گانے بجانے اور ابتداء اسلام کے محض ان واقعے سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں کیونکہ وہ شروع کی بات تھی اب منسوخ ہو کر گانا بجانا



وغیرہ حرام ہو گیا۔

## مرد کا مہندی لگانا

مرد کے لئے صرف سر اور ڈاڑھی میں خضاب کے مقصد سے مہندی لگانے کی اجازت ہے ہاتھ وغیرہ میں مہندی لگانا مرد کیلئے جائز نہیں حرام ہے خواہ شادی کا موقع ہو یا غیر شادی کا۔

عورتوں کے لئے ہاتھ وغیرہ پر مہندی لگانا مستحب ہے عورتوں کو ہاتھوں میں مہندی لگانا حدیث میں حکم آیا ہے نہ لگانے پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

وعن عائشة ان هند بنت عتبة قالت يا نبي الله بايعني فقال لا ابايحك حتى تغيري كفك فكانهما كفاسبع ۲  
حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ عتبہ کی بیٹی ہندہ نے جب یہ کہا کہ اے اللہ کے نبی مجھ کو بیعت کر لیجئے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تم اپنے دونوں ہاتھوں کو مہندی لگا کر ان کی رنگت کو (متغیر نہ کر لو گی) میں تم سے زبانی بیعت نہیں لوں گا تمہارے ہاتھ مہندی کے بغیر ایسے ہیں جیسے درندے کے ہاتھ ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے:

وعن عائشة قالت اومت امرأة من وراء ستر ببدها كتاب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبح النبي صلى الله عليه وسلم بده فقال ما احدى ائيد رجل ام بد امرأة قالت بل يد امرأة قال لو كنت امرأة لغيرت اظفارك يعني بالحناء الخ ۳  
حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک دن ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ کے ذریعہ اشارہ کیا جس میں ایک پرچہ تھا جو کسی شخص نے رسول کریم ﷺ کو بھیجا تھا (یعنی حضور ﷺ کو اس عورت نے پرچہ دینا چاہا) لیکن حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ نہ کھینچ لیا اور فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ

۱ نظام الفتنی صفحہ ۲۵۰ جلد ۱) ۲ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۸۲ جلد ۲)

۳ مشکوٰۃ شریف ۲۸۲ جلد ۲ باب للرجل

ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا اس عورت نے کہا یہ ہاتھ عورت کا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو مہندی کے ذریعہ ضرور تبدیل کرتی۔

صاحب مظاہر حق فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مہندی لگانا مستحب ہے اور اس کو ترک کرنا مکروہ ہے یہ کراہت مردوں کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے ہے (کیونکہ مرد مہندی نہیں لگا سکتا)۔

### ابٹن لگانا

بعض علاقے میں شادی سے قبل عورتیں جو جوار ہلدی وغیرہ ملا کر ابٹن بناتی ہیں اس کے بنانے کا اہتمام عورتوں کے اجتماع کیساتھ ہوتا ہے اپنے گھر ابٹن نہیں پیتیں دوسرے کے گھر جا کر پیتیں ہیں اور راستے میں گیت گانے وغیرہ گاتے جاتی ہیں نیز اس کے بھوننے کیلئے عام چولہا نہیں ایک نیا چولہا بنایا جاتا ہے اور ابٹن کے سامان کو کسی لڑکی کے سر پر دیکر ڈھانپ دیا جاتا ہے اور پھر اس کو پیس کر دولہا دولہن کو لگایا جاتا ہے غیر محرم عورتیں بھابھی وغیرہ اکثر دولہا کو لگایا کرتی ہیں اور ایک مرتبہ نہیں سات سات مرتبہ کئی مجلسوں میں لگاتی ہیں لگاتے وقت پورے بدن کا کپڑا ہٹا دیا جاتا ہے غیر محرم کا ہاتھ اس کے بدن پر پڑتا ہے اس کے علاوہ اور بھی خرافات رسمیں پائی جاتی ہیں یہ بالکل حرام اور ناجائز ہے حدیث و قرآن میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے حضرت مفتی محمود صاحب نے بھی فتاویٰ محمودیہ میں اس کو واجب الترتک لکھا ہے۔ اسلئے دولہا دولہن کو خاص طور سے دولہا کو تو بالکل نہیں لگانا چاہئے کیونکہ اس میں رنگ ہوتا ہے میل وغیرہ دور کرنے کا تو صرف بہانا ہوتا ہے اصل مقصد نمائش کرنا اور رسم کو پورا کرنا ہوتا ہے اس لئے یہ چیزیں جائز نہیں ہیں۔

## نکاح میں سہرا و گجر اور غیرہ باندھنا

نکاح کے موقع پر دولہا کو پھول یا کاغذ اور روپے وغیرہ کا ہار مالا گلے میں باندھنا اور سہرا سر پر باندھنا اور ہاتھ و گلے میں گجرے پہنانا ہتھیلی یا جوڑ بند باندھنا وغیرہ یہ سب ہندو اند رسومات ہیں ان رسومات کا ادا کرنا غیر کیسا تھ مشابہت ہے جس سے حضور نے منع فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کی حدیث ہے (من تشبه بقوم فهو منهم) جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے معلوم ہوا کہ غیر کے طریقے کو اپنانا بہت بڑا گناہ ہے اکثر علماء و مفتیان کرام نے اس کو واجب الترتک بتلایا ہے۔

## لڑکی سے اجازت لینے کا غلط طریقہ

نکاح سے کچھ دیر پہلے لڑکی عورتوں کے مجمع میں بیٹھتی ہے پھر تین اجنبی مرد ایک وکیل اور دو گواہ اس بھرے مجمع میں پہنچ کر اجازت لیتے ہیں اب بھلا سوچئے ایسے موقع پر کون بے شرم لڑکی ہوگی جو قولاً و فعلاً انکار کرے گی اور ناراضگی ظاہر کرے گی حالانکہ اجازت لینے کا مقصد عورتوں کی رضامندی معلوم کرنی ہوتی ہے اور یہ بات اس وقت ہوگی جبکہ کہیں سے نکاح کا مناسب پیغام آئے تب اسی وقت لڑکی سے آزادانہ ماحول میں اجازت لی جائے اجنبی مرد اجازت لینے ہرگز نہ جائیں اور نہ اجازت کے وقت گواہ کی ضرورت ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اجازت لینے کا حق ولی (باپ دادا بھائی چچا وغیرہ) کو دیا ہے حدیث میں ہے (یستأذنہا ابوہا) کہ لڑکی کا باپ اجازت لے اور اسی حدیث میں آگے ہے۔ (اذنہا صماتہا) کہ لڑکی کا خاموش رہنا اجازت

ہے جبراً منہ سے کہلوانا غیر مہذب طریقہ ہے۔ لیکن اگر غیرولی اجازت لینے جائے تو پھر خاموش رہنا اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔

## نکاح کے وقت جھک کر چلنا

جب دولہا کو نکاح کی مجلس میں لایا جاتا ہے تو دولہا کو اندھا ہو کر چلنے اور اسی طرح آہستہ آہستہ جھک کر چلنے کو کہا جاتا ہے اگر کوئی اپنی روش پر چلے تو اس کو بے ادب کہا جاتا ہے یہ سب رسومات ناجائز ہیں اور تکلف بارد ہے اس طرح چلنے اور کسی کے سامنے ادباً جھکنے کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے چنانچہ حضرت انسؓ سے منقول ہے ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

یا رسول اللہ الرجل منا یلقى اخاه کہ ہم میں سے کوئی اپنے کسی بھائی یا او صدیقہ اینحنی لہ قال لا ۲ دوست سے ملاقات کرتا ہے تو کیا اس کے سامنے جھک سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

لہذا یہ رسم واجب الترتک ہے، اپنے وقار کے ساتھ مجلس نکاح میں آجائے۔ ۳

## نکاح کے وقت سلام کرنا

لوگ عقد نکاح کے بعد مجلس ہی میں فوراً کھڑے ہو کر دولہا کے سلام کرنے کو لازم سمجھتے ہیں اگر کوئی ایسا نہ کرے تو برا سمجھا جاتا ہے سلام تو پہلی ملاقات پر کیا جاتا ہے یا رخصت ہوتے وقت، بیچ میں سلام کرنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے لہذا اس رسم کے ترک پر ملامت کرنا ناجائز ہے۔ ۴

۱ مستفاد بہشتی زیور ۲ مشکوٰۃ شریف ۴۰۱ جلد ۲

۳ مستفاد فتاویٰ محمودیہ ۲۱۶ جلد ۲ ۴ مستفاد فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۲۱۶ جلد ۲

## نکاح کے بعد مصافحہ

اسی طرح یہ رواج ہے کہ نکاح پڑھانے کے بعد دولہا حاضرین مجلس سے مصافحہ کرتا ہے اس مصافحہ کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے بے اصل اور بدعت ہے مصافحہ نہ کرنے والے کو برا کہنا کسی طرح درست نہیں ہے اس سے اجتناب کرنا چاہئے مصافحہ بھی سلام کی طرح صرف شروع ملاقات یا رخصت کے وقت کیا جاتا ہے۔

## نکاح کے بعد چھوہارے لٹانا

نکاح کے بعد چھوہارے کالوٹنا اور لٹانا حضرت انس کی ایک حدیث سے اگرچہ ثابت ہوتا ہے مگر حدیث ضعیف ہے ایسے جزئی عمل کو کرنا کچھ ضروری نہیں ہے ایسے فعل سے اکثر چھینا چھٹی ہو جاتی ہے اور لوگوں کو چوٹ بھی لگ جاتی ہے جو اذیت مسلم ہے اگر مسجد میں نکاح ہوا ہے تو مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے اس لئے چھوہارے پھینکنے کے بجائے ایک آدمی مجلس میں کھڑے ہو کر تقسیم کر دے اگر مسجد میں ہو تو مسجد سے باہر گیٹ پر کھڑے ہو کر اطمینان سے تقسیم کر دے تو مناسب طریقہ ہے ۲ حضرت تھانوی نے بھی اصلاح الرسوم میں تقسیم پر کفایت کرنے کو لکھا ہے۔

## دولہا والے سے مسجد یا مدرسہ کا جبراً چندہ لینا

ایک دستور یہ بھی ہے کہ شادی کے موقع پر گاؤں والے یا مسجد والے دولہا والے سے جبراً چندہ لیتے ہیں یہ طریقہ خلاف شریعت ہے کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی رضامندی اور خوش دلی کے لینا جائز نہیں ہے ایسی رقم جو رسم و رواج کی وجہ سے دی جاوے مسجد و مدرسہ میں اس کا استعمال کرنا بھی زیادہ برا ہے حدیث پاک میں ہے (ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب) کہ اللہ پاک ہے اور پاک ہی مال کو پسند کرتا ہے۔ ۳

۱ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۲۱۶ جلد ۳)

۲ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۵۶۷ جلد ۱) ۳ اصلاح الرسوم

## دولہا سے دربانی وغیرہ کا روپیہ لینا

آج کل یہ بھی رسم ہے کہ دولہا سے دربانی کا روپیہ لیا جاتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دولہا جس راستے سے جاتا ہے وہاں ایک شخص کھڑا ہو جاتا ہے اور روپیہ بند دے تو روک لیا جاتا ہے اور برا بھلا کہا جاتا ہے (اسی طرح کبھی دولہا کا جوتا چرایا جاتا ہے یا اور بھی کئی طریقے سے لوگ روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں) یہ سب رسم بد ہے اگر دولہا شرم کے مارے یا جبراً دیدے تو اس کی واپسی ضروری ہے نہ دینے پر برا کہنا سخت گناہ ہے۔

## نکاح کے بعد دولہن کا منہ دکھلانا

بعض جگہ تو نکاح کے فوراً بعد دولہن کا منہ دکھلاتے ہیں اسی طرح دولہا کے گھر آنے کے بعد آدمی دولہن کا منہ دیکھنا ضروری سمجھتے ہیں اور اس پر روپے پیسے دینے کا بھی التزام ہوتا ہے یہ سب رسم بد ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے خاص طور سے غیر محرم مردوں کو تو دیکھنا اور دیکھانا حرام ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

## شب زفاف کی رسم

شب زفاف کی رسموں میں سے ایک بہت ہی خراب اور گھناؤنی رسم یہ ہوتی ہے کہ دولہا اور دولہن کو یکجا گھر میں کر کے دروازہ یا کھڑکی وغیرہ سے بعض لڑکیاں اور عورتیں جھانکتی اور تاکتی ہیں یہ بیحد گھناؤنا طریقہ حدیث کی روے ایسی لڑکیاں لعنت میں داخل ہوتی ہیں۔

ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا:

۱۔ فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۳۱۶ جلد ۲

۲۔ مستفاد فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۳۱۶ جلد ۳

۳۔ بہشتی زیور صفحہ ۳۵ حصہ ۶

من کشف سترا فادخل بصرہ فی البیت قبل ان یؤذن لہ فرأی عورۃ اہلہ فقد اتی حدًا لایحل لہ ان یأتیہ ولو انہ حین ادخل بصرہ فاستقبلہ رجل ففقأ عینہ ما عبرت علیہ۔

کہ اگر کسی شخص نے کسی کے گھر کا پردہ کھولا اور اسکے گھر میں اپنی نظر ڈالی اس کی اجازت دینے سے قبل اور اس کے گھر والے کے ستر کو دیکھا (تو اس نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے) جس کی وجہ سے وہ مستحق سزا ہوگا اس کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ بلا اجازت کسی کے گھر میں آئے اور اس کے گھر میں جھانکے اگر اس نے گھر میں جھانکر دیکھا اور گھر والوں میں سے کوئی شخص سامنے آ گیا اور اس نے اس جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو میں اس آنکھ پھوڑنے والے کو کوئی سزائش نہیں کرونگا اور نہ (بطور تادان) اس پر کوئی چیز واجب کرونگا۔

### شب زفاف گزارنے کا صحیح طریقہ

نکاح سے قبل میاں بیوی کے درمیان غیر موانست اور اجنبیت تھی کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں تھا اور ہونا بھی نہیں چاہئے نکاح کے بعد ایک دم عجیب تعلق پیدا ہو گیا ہے کہ دونوں کو یکجا ہونے اور خلوت گزینی کا موقع مل رہا ہے جو ایک عجیب، پر کیف مرحلہ ہوتا ہے اسلئے اس کے کچھ آداب بتلادینا مناسب ہے۔

(۱) دونوں کی ملاقات کے وقت طبیعت میں انبساط اور شگفتگی اور بدن میں تازگی ہو اور دل و دماغ فرحان اور شاداں ہو، ذہن میں کسی قسم کا انتشار اور بدن میں کسی طرح کی کوئی سستی نہ ہو۔ اس لئے شب زفاف سے پہلے والے دن میں موقع نکال کر کچھ آرام کر لینا چاہئے اور طبیعت کے کھلنے کے کچھ اسباب مثلاً پھل فروٹ خوشبو وغیرہ کا انتظام کر لینا چاہئے۔ (۲) اگر مہر نقد ہو تو اس کا پہلے انتظام کر کے رکھ لیا جائے اگر مہر

معتدل نہیں اودھار ہے تو کوئی بھی چیز مہر کے علاوہ زوجہ کے مزاج کے موافق بطور ہدیہ پیش کر دینی چاہئے جیسا کہ مہر کے بیان میں گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو فاطمہؓ کے پاس جانے سے اس وقت تک منع کر دیا تھا جب تک کہ اُن کو کچھ پیش نہ کر دے۔ (۳) پہلی ملاقات میں کلام سے قبل سلام کرے اور پھر دلہن کی پیشانی اور اس کے بالوں پر ہاتھ رکھ کر یہ دعاء پڑھے۔

اللهم انی اسئلك من خیرھا اے اللہ میں تجھ سے اس عورت کی  
و خیر ما جبلت علیہ واعوذ بک بھلائی اور اسکے عادات و اخلاق کی  
من شرھا و شر ما جبلت علیہ! بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر  
اور اس کے اخلاق و عادات کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(۴) ملاقات ہونے کے بعد دونوں وضو کرے پھر دو رکعت صلوٰۃ الحاجہ پڑھ کر خیر و برکت اور محبت و موافقت اور خوشگوار کیساتھ رشتہ نکاح کے نبھاؤ اور دوام و بقاء نیز صالح اولاد کے حصول کیلئے دعاء کرے۔ دلہن کے سامنے دینی انداز میں بات چیت کرتے ہوئے مال و دولت اور دنیا کی بے وقعتی کا تذکرہ کرے۔ (۵) جماع اور صحبت میں جلد بازی نہ کرے اس کے لئے تو پوری زندگی پڑی ہے اس لئے شروع میں دل لگی اور خوش طبعی کی باتیں ہوں رات کا اکثر حصہ تو اس کے ساتھ محبت اور تعلقات کی باتیں ہوں آہستہ آہستہ مانوس کر کے اپنی طرف مائل کرے جب وہ پورے طور پر مائل ہو جائے اور کھل کر ابھر کر سامنے آجائے تو پھر صحبت کرے۔ (۶) فقیہ ابواللیث نے بستان میں لکھا ہے کہ جماع کا بہتر وقت آخری شب ہے کیونکہ اول وقت میں پیٹ بھرا رہتا ہے اس حالت میں جماع کرنے سے معدہ خراب اور بد بھسی ہونے کا اندیشہ ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت منقول ہے کہ حضور ﷺ جب آخری شب



میں وتر پڑھ چکے ہوتے اور آپ کو اپنی بیویوں سے ملنے کی خواہش ہوتی تو حاجت پوری فرماتے ورنہ لیٹ جاتے یہاں تک کہ حضرت بلالؓ فجر کیلئے نماز کی اطلاع دیتے ویسے اول شب میں بھی آپؐ سے جماع کرنا ثابت ہے اسلئے جس وقت چاہے جماع کر سکتا ہے۔

## ہم بستری کرنے کے آداب

(۱) مباشرت اور جماع دن اور رات ہر وقت کر سکتے ہیں مگر زیادہ بہتر رات کا وقت ہے کیونکہ اکثر حضور ﷺ سے رات ہی میں مباشرت ثابت ہے۔ (۲) مباشرت بالکل خلوت میں ہو ایسی جگہ اور ایسے مکان میں ہو جہاں چھت بھی ہو اور کسی کے آنے جانے کا اندیشہ بھی نہ ہو اگر چھوٹا بچہ بھی ہو تو بیدار نہ ہو حتیٰ کہ جانور بھی نہ ہو۔ (۳) مباشرت کرتے وقت بالکل ننگا ہونا اچھا نہیں ہے کوئی چادر وغیرہ اوپر سے ڈال لینا چاہئے حضور ﷺ تو مباشرت کے وقت اپنا سر مبارک بھی کپڑے سے چھپا لیتے تھے اور آواز کو ہلکی فرما لیتے تھے اور بیوی سے فرماتے کہ اطمینان و سکون سے رہو۔ (۴) دخول سے قبل عورت کو خوب آمادہ کر لیا جائے اور اس کے جذبات کو جوان کر لیا جائے ورنہ مرد جلد فارغ ہو جائے گا اور عورت کی خواہش نا تمام رہے گی کیونکہ مرد کا مزاج گرم اور عورت کا مزاج اکثر سرد ہوتا ہے عورت کو ابھارنے کے طریقے ہر شخص سمجھ سکتا ہے مثلاً چومنا، بھینپنا، پیار و محبت کی باتیں کرنا تو عمومی چیزیں ہیں عورت کے پستان کی گھنڈی یعنی گول حصہ کو آہستہ آہستہ سہلانے اور شرمگاہ کے اوپر کے چھوٹے ابھرتے ہوئے ثنا کو گدگانے سے جذبات بہت جلد ابھر جاتے ہیں مگر مرد اس وقت دھیان کو ہٹا کر خواہش کو دبائے رکھے ورنہ پہلے انزال ہو جانے کا خطرہ ہے۔ (۵) خواہشات کے ابھر جانے کے بعد جماع کرے مگر اس سے قبل یہ دعاء پڑھ لے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

بسم الله اللهم جنبني الشيطان      اللہ پاک کے نام سے شروع کرتا ہوں  
وجنب الشيطان ما رزقته ۱      اے اللہ ہم کو شطان سے بچا اور اس  
سے جو اولاد تو عطا کرے اس کو بھی شيطان سے محفوظ فرما۔

(نوٹ) بغیر دعاء اور بغیر بسم اللہ کے ہمبستری کرنے سے مرد کے نطفے  
کیساتھ شيطان کا نطفہ بھی اندر شرمگاہ میں چلا جاتا ہے جس سے اولاد میں شیطانی  
اثرات آجاتے ہیں۔

(۶) جماع ہر طرح سے کرنا جائز ہے مگر بہتر طریقہ یہ ہے کہ عورت کو چیت لٹا  
دے اور اس کے دونوں گھٹنوں کو موڑ کر اس کی پستان سے لگا دے اس کے بعد مرد اس کو  
پورے طور پر ڈھانپ لے جیسا کہ قرآن میں ہے (فَلَمَّا تَغَشَّاهَا) ۲ یعنی جب شوہر  
نے اپنی بیوی کو ڈھانپ لیا اور حدیث میں ہے کہ:

اذا جلس احدكم بين شعبها      یعنی جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے  
الاربعة ثم جهدها فقد وجب      چار پائے (یعنی دونوں ہاتھ اور پیروں)  
الغسل ۳      کے بیچ میں بیٹھا اور پھر کوشش  
کی (یعنی جماع کیا) تو اس کے اوپر غسل واجب ہو جائیگا۔

(۷) جماعت کرتے ہوئے مرد کو اتنی کوشش کرنی چاہئے کہ عورت کی بھی  
خواہش پوری ہو جائے اور منی نکل جائے یہ بڑی بے مروتی کی بات ہے کہ خود تو تسکین  
حاصل کر لے اور عورت کو یوں ہی تڑپتی چھوڑ دے ایسا کرنے سے آپسی محبت کے  
بجائے نفرت و عداوت پیدا ہو جاتی ہے (۸) جماع کے بعد حدیث میں آتا ہے کہ استنجا  
کر لے اور آلہ تناسل دھو کر وضو کر کے سوئے اس سے پاکیزگی زیادہ حاصل ہوتی  
ہے۔

(تنبیہ) یہ باتیں بظاہر حیا سوز ہیں مگر بے تکلف لکھ دی گئی ہیں تاکہ ہمارا ہر کام شریعت اور سنت کے مطابق ہو یہ شریعت اسلامیہ کا کمال ہے کہ اکسیں کسی چیز کے متعلق تشکیک نہیں ہے بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کا بھی طریقہ بتلایا گیا ہے۔

### صحبت کا غلط طریقہ

اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں جماع کرنا حرام ہے اسی طرح عورت کے پیچھے کے مقامِ دبر میں وطی کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے قرآن میں ہے:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ  
أَذَى فَأَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي  
الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى  
يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ  
حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ  
التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ  
نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ  
أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِنَفْسِكُمْ  
وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ مُلْقَوَةٌ  
وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ

(یعنی آگے کے مقام میں صحبت کرو) بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور تمہاری بیویاں تمہارے لئے (بمیزان) کھیت کے ہیں (جس میں نطفہ بیج اور بچہ کی پیدوار ہے) سوا اپنے کھیت میں جس طرف سے چاہو آؤ (مگر آگے ہی کی طرف سے نہ کہ پیچھے کے مقام میں کیونکہ اس سے بچہ پیدا نہیں ہو سکتا)

ہے) اور آئندہ کیلئے بھی اپنے لئے کچھ اعمال صالحہ کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (ایسا نہ ہو کہ خواہشات میں مشغول ہو کر خدا کو بھول جاؤ) جان لو کہ اللہ کے سامنے پیش ہونے والے ہو اور اے محمد ایمانداروں (یعنی جو خدا سے ڈر کر کام کریں) اُن کو جنت کی خوشخبری سنا دیجئے۔

اور پیچھے کے مقام میں صحبت کرنے والے کے متعلق حضور ﷺ کی حدیث ہے۔  
ملعون من اتى امرأته فی یعنی جو شخص اپنی بیوی کے پیچھے کے مقام دبر ہاں! میں وطی کرے وہ شخص عند اللہ ملعون ہے۔  
مسئلہ: حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے بدن کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا بھی درست ہے۔

مسئلہ اگر غلبہ شہوت سے حالت حیض میں صحبت ہو گئی تو خوب توبہ کرنا واجب ہے اور اگر کچھ خیرات و صدقہ بھی دیدے تو زیادہ بہتر ہے۔  
ہم بسترِی اور خلوت کے راز کو بیان کرنا

میاں بیوی اپنی خلوت اور تنہائی کی باتیں دوسرے سے بیان نہ کریں نہ شوہر اپنے دوستوں سے نہ بیوی اپنی سہیلیوں سے حدیث میں ہے کہ (ان اعظم الامانة عند الله يوم القيامة) یعنی میاں بیوی کے بوس و کنار اور ہمبستری سے متعلق حرکات و سکنات ایک بہت بڑی امانت ہے ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا  
(ان من اشر الناس عند الله قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک منزلة يوم القيامة الرجل يفضى الى امرأته وتفضى اليه بتر اور شریرہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی سے ہمبستر ہو اور اس کی بیوی اس کے ثم ینشور سرھا) ۳

۱۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۶ جلد ۲ ۲۔ بیان القرآن صفحہ ۱۲۹ جلد ۱

۳۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۷۶ جلد ۲

اسکے ہم آغوش ہو اور پھر اسکی پوشیدہ باتیں ظاہر کرتا پھرے۔

اسکی قباحت کو حضور ﷺ نے مزید مثال و کیریوں بیان کیا ہے کہ:

فلا تفعلوا فانما ذلک مثل  
الشیطان لقی الشیطانة فی طریق  
فغشها والناس ینظرون  
کے اور لوگ اسکے تماشے دیکھ رہے ہوں۔

بہر حال یہ بڑی گھناؤنی اور اخلاق سے گری ہوئی بات ہے کہ اپنی عزت و شرافت کو دوسرے کے سامنے کھولے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

### غسل جنابت

اگر رات میں جماع کیا تو صبح ہوتے ہی فجر سے قبل فوراً غسل کر لینا چاہئے اگر غسل نہ کیا تو نماز قضاء ہونے کا گناہ تو الگ اسکے علاوہ حدیث میں آتا ہے کہ جنابت کے غسل میں بہت تاخیر کرنے اور سستی سے ناپاک پڑے رہنے سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے مگر اس سے مراد بہت تاخیر ہے رات کا تھوڑا حصہ بغیر غسل کے صرف وضو کر کے سو جائے تو اس حدیث کے تحت وہ داخل نہیں ہوگا۔

### چوٹھاری نہانے کی رسم بد

ایک رسم نکاح کے موقع پر نہایت ہی خطرناک اور خلاف شریعت پائی جاتی ہے جسکو چوٹھاری نہانا کہتے ہیں اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو لہن تین چار روز کے بعد چوٹھاری نہان نہاتی ہے اس سے قبل اسکو غسل کی اجازت نہیں حالانکہ اس سے پہلے وہ ہمبستر ہونے کی وجہ سے جنابت کی حالت میں رہتی ہے نماز تو تین چار روز کی جو ضائع اور قضاء ہو گئی اس کا گناہ تو الگ ہے اسکے ساتھ ساتھ جنابت کی حالت میں زیادہ دیر

رہنے کی وجہ سے نحوست اور بے برکتی میں خود مبتلا رہی اور پورے گھر والوں کو مبتلا رکھا حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا لا تدخل الملائكة بيتاً فيه صورة ولا كلب ولا جنب یعنی رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں تصویر اور کتے اور جنبی رہتے ہوں۔ اس لئے یہ رسم واجب الترتیب ہے ورنہ اس میں جتنے لوگ شریک ہیں وہ سب اپنے گھر والوں کے ساتھ گناہ میں مبتلا ہوں گے (اللهم احفظنا منهم) آمین۔

### بیمار یا بوڑھی اور نابالغہ سے جماع

بیوی سے پوری عمر جماع کر سکتے ہیں اسکے لئے عمر کی کوئی قید نہیں البتہ عمر کے زیادہ یا کم ہونے کی وجہ سے بوڑھی اور نابالغہ بیوی جماع کی متحمل نہیں یا کسی مرض کی وجہ سے جماع پر اسکو قدرت نہیں یا جماع کرنے سے کسی ضرر کا اندیشہ ہو تو پھر جماع کرنا درست نہیں۔ ۲

### بیوی سے حالت حمل میں وطی کرنا

بیوی سے حالت حمل میں بھی وطی کرنا جائز ہے البتہ اگر وطی سے بچہ یا عورت کو ضرر اور نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو پھر وطی کرنا مناسب نہیں، ماہر ڈاکٹر اور حکیم حاذق سے معلوم کر لیا جائے کہ کب جماع نقصان دہ ہوتا ہے۔ ۳

۱ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰ جلد ۱

۲ وفي الاشباه من احكام غيبوبة الحشفة فيما يحرم على الزوج وطأ زوجته مع بقاء النكاح قال وفيما اذا كانت لا تحتمل لصغر او مرض او سمنه فعلم من هذا كله انه لا يحل له توطؤها لما يؤدي الى اضرارها (شملی نعلانیہ صفحہ ۵۴۹ جلد ۲ ماخوذ فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۳۱۸ جلد ۱۲)

۳ (فتاویٰ محمودیہ صفحہ ۳۱۸ جلد ۱۲)

## دودھ پلانے کی مدت میں جماع

دودھ پلانے کی مدت میں بیوی سے جماع کرنا بلا کراہت جائز ہے البتہ دودھ پینے والے بچے کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو جماع سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کیونکہ صحبت کرنے سے دوسرا حمل شروع ہونے کا امکان ہے جو دودھ کے بند ہو جانے کا سبب ہوتا ہے۔ نیز حمل کی وجہ سے کبھی دودھ میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حضور ﷺ کی اس سلسلہ میں ایک حدیث منقول ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لقد هممت ان انهى عن الغيلة  
فنظرت في الروم وفارس فاذا هم  
يغيلون اولادهم فلا يضروا  
اولادهم ذالك شيئا  
لكن پھر میں نے دیکھا کہ روم اور فارس  
کے لوگ اپنی اولاد کی موجودگی  
میں جماع کرتے ہیں مگر اسکی وجہ سے ان کے بچوں کو نقصان نہیں پہنچتا (تو میں نے یہ  
ارادہ ترک کر دیا)

(فائدہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدت رضاعت میں بیوی سے جماع کرنا جائز ہے مگر نقصان پہونچنے کی صورت میں احتیاط کرنا بہتر ہے۔

## عزل اور نرودھ کا استعمال

جماع کرتے وقت عزل کی صورت یہ ہوتی ہے کہ انزال کے وقت اپنے آلہ تناسل کو باہر نکال کر مادہ منویہ کا اخراج باہر کیا جائے۔ اسی کے مشابہ نرودھ ہے کہ فرج لیدر (ربڑ کی تھیلی) اپنے عضو مخصوص پر چڑھا لیا جاتا ہے تاکہ منی کا قطرہ اسی تھیلی میں رہے عورت کی فرج میں نہ پہنچے۔ تو اس کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا

(ذالک الواد الخفی ۱) کہ عزل کرنا گویا بچہ کو زندہ درگور کرنا ہے۔ اس کے برخلاف ایک دوسری روایت میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ (کننا نعزل والقرآن بنزل ۲) ہم لوگ حضور ﷺ کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا یعنی نزول شریعت کے وقت ہم یہ کام کر رہے تھے مگر اس کی ممانعت نازل نہیں ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے۔

بہر حال حدیث کے مختلف ہونے کی وجہ سے علماء کی آراء بھی مختلف ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ بیوی کی اجازت کیساتھ جائز ہے کیونکہ انزال کیوجہ سے جنسی لذت حاصل ہوتی ہے جو بیوی کا حق ہے اس لئے بغیر اس کی اجازت کے عزل کرنا یا زودھ کا استعمال مکروہ ہے۔ ۳

### ضبط تولید (برتھ کنٹرول) کا شرعی جائزہ

ضبط تولید یعنی برتھ کنٹرول اور مانع حمل دواؤں کے استعمال کی اولاً دو صورتیں ہیں وقتی اور دائمی پھر وقتی کی بھی دو صورتیں ہیں ضرورۃً، بلا ضرورت ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے وقتی ضبط تولید بعض اعذار شدیدہ کیوجہ سے جائز ہے مثلاً ماں بچے کی پرورش کے لائق نہ ہو، حمل اور ولادت کیوجہ سے عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہو۔ یا اس کی جسمانی و دماغی صحت کے خراب ہونے اور کمزوری لاحق ہونے یا کسی اور شدید مرض میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا بچہ کے ناقص لاغر اور کمزور ہونے کا امکان ہو، یا دو بچوں میں مناسب فاصلہ رکھنا مقصود ہو (وغیرہ ذلک) تو ان مجبوریوں کیوجہ سے چند ماہ جب تک

۱ مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۶ ج ۲

۲ مشکوٰۃ شریف ص ۲۷۵ ج ۲

۳ والاذن فی العزل وهو الانزال خارج الفرج (درمختلر) وفي الفتح وفي بعض اجوبة المشائخ الکراهة وفي بعض علمها نهر وعنهما ان الاذن لها وفي الفهستلانی ان للسید العزل عن امته بلا خلاف וכذا لزوج للحرۃ بانہا (شامی صفحہ ۳۲۵ جلد ۱)



عذر باقی رہے حمل کو روکنے کیلئے تدابیر و معالجہ کرانا جائز ہے اس کے علاوہ بلا عذر شرعی مثلاً عورت کے حسن و جمال سے حسن آرائی اور مستی نکالنے کی غرض سے عورت کو جوان رکھنا، یا چھوٹا گھرانہ، چھوٹا خاندان اور سماجی دلچسپی کیلئے اولاد کے سلسلے کو منقطع کرنا یا اقتصادی و معیشت کی تنگی کے خوف سے قطع نسل کی تدبیریں کرنا یا سرکاری ملازمت ختم ہونے یا اس میں فرق پڑنے کے ڈر سے قانونی دباؤ میں آکر ضبط تولید اور مرد و عورت کا آپریشن وغیرہ کے ذریعہ ہمیشہ کیلئے اولاد سے محرومی کی کوشش کرنا حرام اور زمانہ جاہلیت کے مشابہ رسم بد اور گناہ کبیرہ ہے اللہ رب العزت خود ارشاد فرماتا ہے کہ:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمْلَاقٍ (اے لوگو!) اپنی اولاد کو مفلسی اور  
نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِنَّا كَاشِمٌ  
انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔  
ناداری کے خوف سے قتل مت کرو ہم

دوسری جگہ ارشاد باری ہے

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ  
یعنی جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے تمام مشکلات سے نجات  
وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ  
کی راہ پیدا کر دیتا ہے اور ایسی جگہ سے  
رزق پہنچاتا ہے جس کے متعلق اسکو وہم و گمان تک نہیں ہوتا اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا  
اس کے لئے خداوند تعالیٰ مشکلات دور کرنے کے لئے کافی ہے۔

کثرت اولاد بہت بڑی نعمت ہے اس کو ختم کرنا کفران نعمت خداوندی ہے

حضور ﷺ نے بھی ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔

تزوجوا الودود الودود فانی  
مکاتر بکم الامم ۳  
کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو بہت  
زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے

والی ہو۔ کیونکہ قیامت کے دن میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کرونگا۔ چنانچہ حضور ﷺ کے زمانے میں بعض صحابہ نے اپنے اوقات کو عبادت کیلئے یکسو کرنے کی غرض سے خسی کرانے کی حضور ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے منع کیا اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے (واما خصماء آدمی فحرام) انسان کا خسی ہو جانا اور نسل انسانی کو بالکل ختم کر دینا حرام ہے۔

### اسقاط حمل

اسقاط حمل کی دو صورتیں ہیں حمل کو گرانا بچہ میں جان پیدا ہونے کے بعد یا جان پیدا ہونے سے قبل ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے۔

### اسقاط الحمل بعد نفخ الروح

استقرار حمل کے چار ماہ یعنی ایک سو بیس (۱۲۰) دن کے بعد حمل میں روح پیدا ہو جاتی ہے اتنے دنوں میں بچہ کے ہاتھ، پیر، انگلیاں اور بال وغیرہ تمام اعضاء مکمل ہو جاتے ہیں گویا یہ بھی عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ایک زندہ نفس تو اس دنیائے آب و گل میں آچکا ہے اور وہ رحم مادر میں پڑا ہے اس کا اسقاط خواہ آپریشن کے ذریعہ آگہ دھار دار سے کاٹ کر نکالنے کی شکل میں ہو یا دواؤں اور گولیوں کے زور سے گلا سڑا کر نکالنا ہو یہ سب قتل نفس اور نفس کشی میں داخل ہے اور آیت کریمہ (لا تقتلوا اولادکم خشیہ املاق الخ) میں یہ بھی داخل ہے۔ اسی لئے فقہاء نے بالاتفاق اس صورت میں اسقاط حمل کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ ۲۔

البتہ بچہ پیٹ میں مر گیا اور ماں زندہ ہے، مردہ بچہ کے پیٹ میں رہنے سے

۱۔ درمختلر مع الشامی صفحہ ۵۵۷ جلد ۹

۲۔ وفي التخبیرہ لو ارادت إلقاء الملع بعد وصوله إلى الرحم قلوا إن مضت مدة ينفخ فيه الروح لا يباح لها وقبله اختلف المشايخ فيه والتنفخ مقدر بمائة وعشرين يوما بالحديث (شامی صفحہ ۵۳۷ جلد ۹)

ماں کی زندگی خطرہ میں ہے تو پھر بچہ کو کاٹ کر نکالنا جائز ہے یا اس کے برعکس حاملہ عورت مرگئی اور بچہ پیٹ میں زندہ ہے تو اس صورت میں عورت کے پیٹ کے بائیں جانب چیر کر بچے کو نکالا جائے۔

اگر بچہ پیٹ میں زندہ ہے اور ولادت نہ ہونے کی وجہ سے حاملہ پریشان ہے تو علامہ شامی کا فتویٰ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی بچے کو کاٹ کر نکالنا درست نہیں ہوگا کیونکہ بچہ کی وجہ سے ماں کی موت یقینی نہیں احتمالی ہے لہذا شک کی بنا پر ایک زندہ نفس کا قتل کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپریشن وغیرہ کے ذریعہ دونوں کی زندگی بچانے کی کوشش کی جائے۔ ہاں ولادت کی عام مدت نو ماہ پورے ہونے میں کافی دیر ہے حمل کی وجہ سے عورت بچہ پریشان ہے، بچہ کے اسقاط کئے بغیر آپریشن وغیرہ کے ذریعہ کسی بھی طرح دونوں کی زندگی بچانا ممکن نہ ہو تو مسلمان حاذق طبیب، ماہر ڈاکٹر یہ تشخیص کرے کہ اسقاط سے ماں کی زندگی بچ سکتی ہے تو استسنا اسقاط کی اجازت ہو جائے گی کیونکہ ماں کی زندگی موجود و مشاہد ہے اور بچہ کی زندگی مظنون ہے نیز بچہ کی موت کے مقابل ماں کی موت کا ضرر بڑھا ہوا ہے۔

## اسقاط الحمل قبل نفخ الروح

نفخ روح سے قبل یعنی استقرار حمل کے بعد چار ماہ سے قبل اسقاط کے متعلق علماء کی آراء مختلف ہیں بعض علماء نے مطلقاً جائز قرار دیا ہے مگر بعض حنفیہ نے مطلقاً نہیں بلکہ اعذار شدیدہ کی وجہ سے ہی جائز قرار دیا ہے مثلاً حاملہ کی جان کا خطرہ ہو، دماغی و جسمانی صحت کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو یا اسقدر معذور ہو کہ بچہ کی پرورش کرنے کی

۱. حامل ماتت ولدها حیّ یضطرب شق بطنها من الایسر ویخرج ولدها ولو بالعمس وخیف علی الام قطع واخرج لومیتا والا لا کما فی کراهیة الاختیار (درمختلر) ای لوکان حیا لا یجوز تقطیعه لان موت الام به موهوم فلا یجوز قتل آدمی حی لأمر موهوم۔ (شامی صفحہ ۱۴۰ جلد ۳ باب صلوة الجائز)

اہل نہ ہو یا زنا بالجبر سے حاملہ ہوگئی ہو اسی طرح جنین کے خلقی نقص، جسمانی اعتبار سے عدم اعتدال یا خطرناک موروثی امراض وغیرہ کا خطرہ ہو تو اسقاط جائز ہوگا۔ ورنہ اقتصادی و معاشی تنگی کے خوف سے یا عورت کے حسن و جمال سے حسن آرائی و مستی نکالنے کی غرض سے ولادت کو نہ چاہنا اور اسقاط کرنا جائز نہیں ہوگا۔

## شادی کی دیگر رسومات

نکاح میں مذکورہ رسومات کے علاوہ اور بھی بے شمار خرافات ہیں حضرت تھانوی نے تو ایک رسالہ اسی سلسلے میں اصلاح الرسوم کے نام سے تالیف فرمایا ہے۔ ان رسومات کو معلوم کر کے پہچنا ضروری ہے مثلاً ناچ، گانا، قوالی، کٹھ پتلیوں کے کھیل، غیر معمولی اسراف، دیواروں کو کپڑوں سے ڈھانکنا، گھوڑے پر دولہا کو سوار کرنا، بارات لیکر بلا ضرورت شہروں میں پھرنا، دولہا کا شہر اور آبادی کے مزارات پر جانا، وہاں کچھ نقد چڑھانا لڑکیوں اور جوان عورتوں کا بارات میں شامل ہونا، مردوں کے سامنے عورتوں کا جلوہ آرائی کرنا، دولہا کو ریشمی مسند پر بٹھانا، دولہا کی پگڑی کو ڈوری سے تاپنا پھر اس ڈوری کو ٹونکا کرنے والے ساحروں کو دیدینا تاکہ زوجین کی محبت میں کوئی ٹونکا نہ کرے۔ براتیوں اور دولہا کے رشتہ داروں کی حد سے زیادہ تعریف و توصیف کرنا اور بے جا خوشامد و چالپوسی اور ایسی باتیں جو بالکل جھوٹی ہوں کہنا، دولہا کے سر سے پگڑی اتار کر دولہن کے سر پر رکھ دینا، دولہا اور دولہن کو سب کے سامنے برابر کر کے اونچ نیچ دیکھنا، دولہا اور اس کے خادم (لوکنیہ) کے پاس اجنبی عورتوں کا آنا اس کو ہاتھ لگانا اس کی ناک اور اس کا کان پکڑنا، اور اس کے ساتھ بے حیائی کی باتیں کرنا، دلہا سے سپاری اور مٹی کا برتن ایک چوٹ میں توڑ دانا، نہ توڑ سکے تو اس کا مذاق اڑانا، دولہا اور دولہن کو گھیرے رہنا، دولہا اور دولہن کو ایک ساتھ بیٹھا کر چومانا اور پوجنے کی شکل اختیار کرنا،

وغیرہ وغیرہ معلوم نہیں کتنے خرافات اور بدعات نے آج نکاح کو جکڑ رکھا ہے جو سراسر حرام ہیں شریعت اور سنت سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس لئے اس سے اجتناب کرنا انتہائی ضروری اور واجب ہے۔

### غلط رسموں کے اختیار کرنے پر وعید

رسومات اور غیروں کے طور طریقے کو اپنانے پر حدیث میں بہت وعیدیں آئی ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ابغض الناس الى الله ثلاثة  
(وعدمہا) مبتغى في الاسلام سنة  
بڑے مبغوض اور ناپسندیدہ ہیں پھر آپؐ نے ان تینوں میں سے اس شخص کا ذکر

کیا جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ اختیار کرے۔

اس حدیث سے غیروں کے طریقے اختیار کرنے والوں پر حق تعالیٰ کا سخت غصہ ہونا بیان کیا گیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے ادنیٰ غصہ کی تاب کوئی نہیں لاسکتا تو سخت غصہ کا کیا حال ہوگا خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

### جس شادی میں منکرات ہوں اس میں شرکت کرنے کا حکم

جس شادی میں گانا بجانا اور دیگر رسومات بدعیہ ہوں اس میں شرکت کرنا اور نکاح پڑھانا ممنوع اور معصیت ہے خاص کر علماء اور مقتداء حضرات کو تو بہت احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ ان کی اتباع میں دوسرے لوگ بھی شریک نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں غلط مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ (کہ اگر تجھ کو شیطان بہکا دے) تو پھر  
الطَّالِمِينَ  
مجلس میں مت بیٹھ (جو اللہ کے ذکر اور اس کی شریعت سے غافل ہوں)  
تاہم اگر ان قبائح کے باوجود نکاح پڑھا دیا تو نکاح منعقد ہو جائیگا۔ ۲

### نکاح شغار کی ممانعت

نکاح شغار کی صورت یہ ہے کہ دو آدمی ایک دوسرے کی بیٹی سے بغیر مہر کے  
نکاح کرے جیسے زید بکر سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح زید  
سے کر دیگا اور ان دونوں کے نکاح میں مہر کچھ بھی متعین نہ ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان  
ایک دوسرے کی بیٹی کا تبادلہ ہی گویا مہر ہو (اسی طرح ایک شخص اپنی بہن کا نکاح کسی  
سے اس شرط پر کرے کہ دوسرا بھی اپنی بہن کا نکاح اس سے کر دے اور ان دونوں کے  
درمیان ایک دوسرے کی بہن کا تبادلہ ہی گویا مہر ہو اس طرح کا نکاح زمانہ جاہلیت میں  
لوگ کیا کرتے تھے اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔

عن ابن عمر ان رسول الله صلى  
الله عليه وسلم نهى عن الشغار  
والشغار ان يزوج الرجل ابنته  
على ان يزوجه الآخر ابنته ليس  
بينهما صداق ۳  
حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ  
حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
شغار سے منع کیا اور شغار یہ ہے کہ کوئی  
شخص (کسی دوسرے آدمی سے) اپنی  
بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرے کہ اس  
دوسرے شخص کو اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرنا ہوگا اور دونوں میں مہر کچھ بھی نہ ہو۔

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کا نکاح کرتا ہے تو نکاح صحیح ہو جائے گا مگر دونوں پر مہر مثل لازم ہوگا۔ لیکن شریعت کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کے نکاح سے اجتناب کرنا چاہئے۔

### نکاح متعہ کی ممانعت

کسی متعین مدت تک ایک متعین رقم یا کسی اور چیز کے عوض نکاح کرنے کو متعہ کہا جاتا ہے جیسے کوئی شخص کسی عورت کیساتھ یہ کہہ کر نکاح کرے کہ میں فلاں مدت (مثلاً دو سال تک کیلئے) اتنے روپے (مثلاً ایک ہزار روپے) یا دو جوڑے کپڑے کے عوض تم سے فائدہ اٹھاؤنگا نکاح کا یہ خاص طریقہ یعنی متعہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تو جائز تھا مگر بعد میں حرام قرار دیدیا گیا۔ تحقیقی بات یہ ہے کہ متعہ دو مرتبہ حلال ہو کر حرام قرار دیا گیا۔ (۱) پہلی مرتبہ تو جنگ خیبر سے پہلے کسی جہاد میں صحابہ تجرد کیوجہ سے سخت پریشان ہوئے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے حضور ﷺ سے خفی کرانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں وقتی طور سے نکاح متعہ کی اجازت مرحمت فرمادی پھر جنگ خیبر سے ۷ھ میں آپ ﷺ نے متعہ کو حرام قرار دیدیا۔ (۲) پھر اس کے بعد دو بار ۸ھ میں فتح مکہ کے سال غزوہ حنین میں جس کو او طاس بھی کہتے ہیں وقتی طور سے متعہ کو جائز قرار دیا گیا پھر اسکے بعد ہمیشہ ہمیش کیلئے حرام قرار دیدیا گیا چنانچہ دونوں روایت کو صاحب مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے ایک روایت حضرت علیؓ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ ﷺ نے خیر کے دن عورتوں کو متعہ النساء یوم خیبر کیساتھ نکاح متعہ کرنے سے منع فرمایا اور دوسری روایت سلمہ ابن الاکوع سے منقول ہے فرماتے ہیں:

رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ کہ حضور ﷺ نے جنگ او طاس کے  
 وسلم عام او طاس فی المتعۃ ثلاثا سال تین یوم کیلئے متعہ کی اجازت دی  
 ثم نہی عنہا (راوہ مسلم) ۱۔ تھی پھر اس کے بعد (ہمیشہ کیلئے) ممنوع  
 قرار دیا۔

بہر حال اس کے بعد متعہ کی حرمت پر تمام فقہاء و محدثین بلکہ تمام اہل سنت  
 والجماعت کا اجماع ہے۔ اور متعہ کے طور سے جو بھی نکاح ہو وہ صحیح نہیں ہوگا وہ نکاح  
 باطل ہے مگر فرقہ شیعہ اب تک نکاح متعہ کو جائز ہی نہیں کہتے بلکہ اس کے فضائل بھی  
 بیان کرتے ہیں۔ ۲۔

### نکاح کے غیر اسلامی طریقے

دین فطرت اور شریعت اسلامیہ نے انسانی جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے  
 شادی بیاہ کی اہمیت کو اس قدر اجاگر اور اس کے جائز و ناجائز طریقہ کو اس طرح ممتاز  
 اور جدا کر کے واضح طور سے بیان کیا ہے کہ اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا ہے اس کی  
 نظیر کسی دوسرے مذہبی یا غیر مذہبی وضعی یا غیر وضعی قانون میں ملنی نہ صرف دشوار بلکہ  
 ناممکن ہے اس لئے دین فطرت اور قانون شریعت سے باخبر ہونے کے بعد دیگر  
 مذاہب و ادیان میں نکاح کی حقیقت اور جنسی تقاضوں کی تکمیل کے طریقوں کو معلوم کرنا  
 نامناسب اور بے محل نہ ہوگا بلکہ تقابلی مطالعہ سے مذہب اسلام کی حقانیت کا اعتراف  
 کرتے ہوئے اسلامی مذہب پر شکر گزاری کی توفیق بھی ہوگی۔

### زمانہ جاہلیت کے ازدواجی رشتے

امام بخاری نے حضرت عائشہؓ کی ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں



تفصیل سے جاہلیت کے نکاح کی اقسام اور موجودہ اسلامی نکاح کے علاوہ باقی نکاحوں کے ممنوع ہونے کا ذکر موجود ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب لوگ چار طرح سے نکاح کرتے تھے (۱) ایک تو اسی طرح جیسے آج لوگ کرتے ہیں کہ ایک مرد دوسرے آدمی (یعنی عورتوں کے سر پرست) کے پاس پیغام بھیجتا ہے (وہ اپنی رشتہ دار عورت مثلاً بہن بھتیجی بھانجی وغیرہ) یا بیٹی کا مہر ٹھہرا کر نکاح کر دیتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ شوہر اپنی بیوی کو حیض سے پاک ہونے کے بعد کہتا کہ تو فلاں مرد کو بلا لے اور اس کے ساتھ لیٹ جا (جماع کر لے) جب عورت ایسا کر لیتی تو شوہر اس سے اس وقت تک جدا رہتا جب تک اس کا حمل اس غیر مرد سے نمایاں نہ ہو جاتا جب حمل نمایاں ہو جاتا تو اس کا خاوند بھی اگر چاہتا تو اس کے ساتھ ہم بستر ہوتا یہ کام شوہر عورت سے اسلئے کراتا کہ بچہ شریف اور عمدہ پیدا ہو اور فرضی باپ کی ناموری کا باعث ہو اس نکاح کا نام استبضاع تھا۔ (۳) تیسرا نکاح یہ تھا کہ دس سے کم آدمی کسی عورت کے پاس جاتے اور

ان النکاح فی الجاهلیۃ کان علی اربعة احوال فنکاح منها نکاح الناس الیوم یخطب الرجل الی الرجل ولیتہ او ابنۃ فیصدقها ثم ینکحها و نکاح اخر کان الرجل یقول لامرأۃ اذا ظہرت من طمثها ارسلی الی فلان فلیستضعی منه وبعثزلها زوجها ولا یمسها ابدا حتی یتبین حملها من ذلک الرجل الذی تستضع منه فاذا تبین حملها اصابها زوجها اذا احب وانما یفعل ذلک رغبۃ فی نجابة الولد فکان هذا النکاح نکاح الاستبضاع و نکاح اخر یجتمع للرجل مائون العشرة فیدخلون علی المرأة کلهم یصیبها فاذا حملت ووضعت ومر علیها لیال بعد ان تضع حملها ارسلت الیهم فلم یستطع رجل منهم ان یمتنع حتی یجتمعوا عندها تقول لهم قد عرفتم الذی کان من امرکم وقد ولدت فهو ابنک یا فلان تسمى من احبت باسمه فیلحق به ولدها ولا یستطیع ان یمتنع به الرجل و نکاح الرابع یجتمع الناس الکثیر فیدخلون علی المرأة لا تمتنع متن جلاها وھن البغایلکن ینصبن علی ابوابھن رأیات تكون علما فمن اراد ھن دخل علیھن فاذا حملت احدھن ووضعت حملها جمعوا لها ودعوا لهم القافۃ ثم الحق ولدها بالذی یرون فالتاط به ودعی ابنه لا یمتنع من ذلک فلما بعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالحق ھدم نکاح الجعلیۃ کلہ الا نکاح الناس الیوم (بخاری کتاب النکاح صفحہ ۷۶۹ تا ۷۷۰ جلد ۲)

سب صحبت کرتے اس کے نتیجے میں جب عورت امید سے ہو جاتی اور بچہ جننے کے بعد کی رات گزر جاتی تو یہ عورت ان سب مردوں کو بلا بھیجتی اور سب کو آنا پڑتا کسی کی مجال نہ تھی کہ نہ آئے۔ جب سب عورت کے پاس جمع ہو جاتے تو عورت ان سب کو یاد دلاتی کہ تم جانتے ہو جو تم نے کیا ہے اب میرا یہ بچہ پیدا ہوا ہے اور یہ تم میں سے فلاں شخص کا بچہ ہے جس شخص کے متعلق چاہتی ہے کہ اس کی طرف منسوب کر دیتی اور اس کا نام دھردیتی وہ بچہ اس کا ہو جاتا اس مرد کو انکار کی مجال نہ ہوتی (کیونکہ قوی رسم یوں ہی تھی) (۴) چوتھا نکاح یہ تھا کہ ایک عورت کے پاس بہت سے آدمی آتے جاتے رہتے تھے وہ ہر ایک سے صحبت کراتی کسی سے انکار نہیں کرتی وہ عورت رنڈی ہوتی تھی اس کے دروازے پر پہچان کیلئے ایک جھنڈا (صلائے عام سائن بورڈ) لگا رہتا تھا جس مرد کا دل چاہتا اس سے صحبت کر لیتا اگر اس کو حمل رہ جاتا اور پھر وہ بچہ جنتی تو جتنے مرد اس کے پاس گئے تھے وہ ان سب کو بلا بھیجتی ساتھ ہی قیافہ شناس کو بلایا جاتا قیافہ شناس (اپنے علم کی رو سے) جس مرد کو اس بچہ کا باپ بتاتا وہ بچہ اسی کا بیٹا ہو جاتا اور اس کا باپ وہی مرد کہلاتا اس کو انکار کی مجال نہ ہوتی۔ حضرت عائشہؓ اس کے بعد فرماتی ہیں کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا کر بھیجے گئے تو آپ نے موجودہ اسلامی طریقہ نکاح کے علاوہ تمام نکاح کو ختم فرمادیا۔ بخاری کے مشہور شارح حافظ ابن حجر عسقلانی نے جاہلیت کے ان چار نکاح کے علاوہ مزید تین صورتیں اور نقل کی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں۔

۱۔ قال الداودی وغيره بقى عليها لئلا لم ننكرها الاول نكاح الخدن وهو فى قوله تعالى (ولا متخذات اخدان) كلنوا يقولون ما استقر فلا بأس به وما ظهر فهو لوم الغنى نكاح المتعة وقد تقدم بيناه الثالث نكاح البدل وقد اخرج الدارقطني عن حديث ابى هريرة كان البدل فى الجاهلية ان يقول الرجل للرجل لنزل لى عن امرأتك وانزل لك عن امرأتى وازيدك ولكن اسناده ضعيف جدا (فتح الباری ص ۲۳۱ جلد ۱۰)

(۱) پہلی قسم نکاح الحذن ہے یعنی مرد اور عورت دونوں اپنی رضامندی سے چھپ کر تعلق قائم کر لیتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں فرمایا (اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی ہو) بہر حال زمانہ جاہلیت میں اس پوشیدہ تعلق کے متعلق لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ اگر یہ تعلق پوشیدہ ہی رہتا تو کوئی حرج اور عیب کی بات نہیں ظاہر ہونے پر عیب شمار کیا جاتا (آج بھی مختلف شکلیں موجود ہیں اس پر موڈرن لیبل لگایا جاتا ہے کہیں کال گرل اور کہیں گرل فرینڈس وغیرہ) (۲) دوسری قسم نکاح متعہ تھا جس کا بیان گذر چکا۔ (۳) تیسری قسم کا نکاح۔ نکاح البدل تھا۔ یعنی دو شخص کا آپس میں اپنی بیویوں کا تبادلہ کرنا۔ دارقطنی نے ابو ہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ نکاح البدل کی صورت زمانہ جاہلیت میں یوں تھی کہ ایک شخص دوسرے سے یوں کہتا کہ تم مجھے اپنی بیوی دیدو تو میں تم کو اپنی بیوی دیدیتا ہوں اور اس کے ساتھ مزید کچھ رقم وغیرہ بھی دوں گا۔ (مگر اس روایت کی سند بہت ہی ضعیف ہے)

### مذہب یہودیت میں عورت

یہود جو اپنی پوری تاریخ میں اخلاقی انحطاط کیساتھ جس قدر بخیل شمار ہوتے چلے آ رہے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں تو بھلا عورتوں کیساتھ وہ انصاف کیسے کر سکتے تھے یہودیوں کی نگاہ میں ہر عورت شیطان کی سواری اور بکھو ہے جو ضروری طور سے ہر انسان کو ڈنک مارنے کی فکر میں رہتا ہے انہوں نے عورتوں کی حقیقتوں کو اتنا ہی گرا دیا کہ گویا وہ انسان نہیں بلکہ مردوں کی خدمت کیلئے انسان نما حیوان ہے اسی وجہ سے عورتیں یہودیوں کے یہاں مرد کے ہوتے ہوئے مال میں حصہ دار بھی نہیں ہو سکتیں تھیں اور نہ میراث کی حقدار ہوتی تھیں یہودیوں کی مستند جیوش انسائیکلو پیڈیا میں ہے کہ معصیت اول چونکہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوتی ہے اس لئے اس کو شوہر کا محکوم رکھا

گیا اور شوہر اس کا حاکم اور مالک ہوتا ہے۔ طلاق کے بارے میں ان کے یہاں یہ شائستگی ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کر لیتا اور پھر کوئی پلید بات پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے عورت سے نفرت ہو جاتی ہے تو اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا جاتا ہے اور پھر اس کو اپنے گھر سے باہر کر دیا جاتا ہے باہر نکل کر پھر وہ بغیر کسی ضابطے کے دہرے مرد کی ہو کر رہ جاتی ہے۔

### مذہب عیسائیت میں نکاح

تعجب خیز بات ہے کہ دنیا کے ایک مشہور مذہب عیسائیت میں نکاح جیسی اہم ضرورت کے بارے میں کوئی واضح ہدایت نہیں ملتی خود ایک عیسائی محقق اخلاق مذہب کی انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ عہد نامہ جدید میں شادی کے بارے میں کوئی واضح ہدایت نہیں، انجیل میں دراصل شادی کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا آگے بڑھ کر اس نے یہ حقیقت بھی تسلیم کی ہے کہ عیسائیت میں شادی کی کوئی ایسی رسم نہیں جو قدیم رومی رسم و رواج میں نہ پائی جاتی ہو گیارہویں اور پندرہویں صدی کے بیچ (یعنی اسلام کے ظہور سے آٹھ نو سو سال بعد تک) میں انگلستان میں عام طور پر بیویاں فروخت کی جاتی تھیں گیارہویں صدی کے آخر میں عیسائی مذہبی عدالتوں نے ایک قانون کو رواج دیا جس میں شوہر کو حق دیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو کسی دوسرے شخص کو عاریتہ دے سکتا ہے چاہے جتنی مدت کیلئے ہو اور جس طرح چاہے۔ اس سے بھی زیادہ شرمناک اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ روحانی پیشواؤں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ کسانوں اور مزدوروں کی نئی نویلی دواہن کو چوبیس گھنٹے تک اپنے پاس رکھ کر اس سے لطف اندوز ہو سکیں۔ ۲

## ہندو دھرم میں شادی

ہندو دھرم میں تو شادی بیاہ کے بارے میں اگرچہ کچھ تفصیلی ہدایات ملتی ہیں مگر عورت کی عفت و عصمت محفوظ رہنے اور کسی ایک ہی مرد کیساتھ مخصوص رہنے کا اتنا صاف ستھرا تصور نہیں ملتا ہے کہ عورت میں شرکت کا امکان ختم ہو جائے شادی کے علاوہ جنسی تعلقات کی اور بھی صورتیں ان کے یہاں رواں ہیں۔ اس کے علاوہ اس مذہب میں ازدواجی تعلقات کو دائمی قرار دیکر ناقابل انقطاع مانا گیا ہے طلاق کی ضرورت کا کوئی حل نہیں پیش کیا گیا پھر شادی کی بھی اتنی ساری قسمیں ہیں کہ جنسی تعلقات و خواہشات کی تکمیل پر ناجائز ہونے کا اطلاق بہت محدود ہوتا ہے۔ اسی انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ سمرئی میں آٹھ قسم کی شادیوں کو تسلیم کیا گیا ہے اسی طرح ہندو مذہب کی معتبر و مشہور کتاب منوسمرتی میں نکاح کے متعدد دفعات نقل کئے گئے ہیں چند قسموں کو یہاں بھی نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) ان نکاحوں میں سے ایک کا نام اسوار (ASURA) ہے یعنی عورتوں کو خرید لینا ہی نکاح قرار دیا جاتا ہے طریقہ جنگجو اور اونچی ذات کے لوگوں میں رائج تھا۔

(۲) دوسری قسم کا نام راکش (RAKSASA) ہے یعنی عورتوں پر زبردستی قبضہ کر لینا ہی نکاح شمار ہو جاتا ہے۔ (۳) نکاح کی تیسری قسم یہ ہے کہ اگر عورت کو اپنے شوہر سے اولاد نہ ہو تو اپنے خاندان کے بزرگوں سے اجازت لیکر مالک (یعنی شوہر) کے کسی رشتہ دار مثلاً دیور وغیرہ سے جنسی تعلق قائم کر کے اولاد پیدا کر سکتی ہے۔

(نوٹ) ہندو مذہب میں شوہروں پر مالک کا اطلاق عام طور سے ہوتا ہے اس لئے شوہر کو مالک لکھا گیا ہے (۴) والد کا حکم پا کر بدن میں گھی لگا کر خاموش ہو کر بیوہ عورت سے لڑکا پیدا کرے سوائے ایک لڑکا کے دوسرا کبھی پیدا نہ کرے (۵) بہت سے اچار ج

وید کے عالم بیوہ عورتوں میں دوسری اولاد کو بھی جائز اور دھرم کے موافق جانتے ہیں کیونکہ ایک سنتان (اولاد) بعض حالتوں میں نفی کے برابر ہوتی ہے۔ (۶) اسی طرح جس دختر کے بارے میں کسی کوزبان سے دینے کو کہہ دیا گیا اور وہ شخص جس کو دینا تھا شادی سے قبل ہی مر گیا تو اس کا برابر حقیقی اس دختر کی شادی مندرجہ ذیل طریقہ کے مطابق کرے۔ (۷) پاکی سے برات کرنے والی سفید کپڑے پہنے ہوئے کینا کا بواہ شاستری کی ریت (طریقہ) سے کر کے اس سے جو اولاد ہوگی وہ اس کی ہوگی جس کو وہ دختر زبانی اقرار سے پہلے دی گئی ہے۔ (۸) چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی زوجہ سے بیٹا پیدا کرے تو اس بیٹے کیساتھ چاچا لوگ برابر تقسیم اور حصہ کریں۔

تنبیہ: ہندوانہ شادی کی اس غیر مہذب طریقہ کے علاوہ اور بھی بہت ساری قسمیں ہیں ان میں سے ایک شادی ہندوؤں میں اب بھی رائج ہے وہ نیوگ (عارضی نکاح) ہے دیانند سوسوتی نے اپنے لکچر میں بغیر کسی تردید کے اس کی اجازت دی ہے اور مزید تائید کیساتھ بیان کیا ہے، نیوگ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بیوی کا اپنے شوہر سے تعلق عمر بھر کیلئے نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک یا دو اولاد پیدا ہونے تک رہتا ہے اسکے بعد یہ عورت آزاد ہو کر اس مرد کے علاوہ سے بھی نیوگ کر سکتی ہے۔ ہندوؤں اور غیر ہندوؤں میں ازدواجی رشتے کے اور بھی گھناؤنے طریقے رائج ہیں سب کو تفصیلی طور سے بیان کرنے کا موقع نہیں ہے صرف غیر مذہب کے ازدواجی قانون کی جھلکیاں دکھانا ہے جو ہمارے لئے باعث عبرت ہو اور ہم کو اس بات پر آمادہ کرے کہ ہم مذہب اسلام پر خدا کا شکر ادا کریں۔

## مسائل متعلقہ

### غیر مسلم میاں بیوی ایک ساتھ ایمان قبول کر لیں

ہندو اور دیگر غیر مسلم کا نکاح اگرچہ ہماری شریعت کی رو سے صحیح نہیں ہوتا مگر جب وہ اپنے مذہبی ضابطے کے اعتبار سے صحیح نکاح کر لیں اور پھر بعد میں میاں بیوی دونوں ایمان قبول کر لیں تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں پہلا نکاح ان کا باقی رہے گا البتہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان دونوں کا نکاح دوبارہ کر دیا جائے۔

(نوٹ) کفر کے زمانہ کے نکاح کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ بیوی شوہر کی محرمات میں سے نہ ہو اگر بیوی شوہر کی محرمات میں سے ہو مثلاً اگر اس نے بہن یا پھوپھی سے نکاح کر رکھا ہے یا رضائی اور سرالی رشتے کی محرمات میں سے کسی عورت سے رشتہ نکاح قائم کر رکھا ہو تو پھر قاضی یا حاکم دونوں کے مابین تفریق کرا دے۔

### کافر کی بیوی جب مسلمان ہو جائے تو اس سے نکاح کا حکم

اگر کسی کافر شخص کی بیوی تنہا بغیر شوہر کے مسلمان ہو گئی تو شوہر پر اولاً اسلام پیش کیا جائے اگر اسلام قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ انکار کرنے کی صورت میں تفریق کر دی جائے پھر اس کے بعد عورت تین حیض یا حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ گزار کر ہی نکاح

ن اسلام المتزوجان بلا مسمع شہود او فی عدة کلہم معتقدين ذلك اقرا علیہ ..... ولو کلنا ای المتزوجان اللذان اسلما محرمین او اسلم احد المحرمین ..... فرق القاضی او الذی حکماہ بینہما لعدم المحلیۃ (درمختلر علی ہلمش شلسی ۳۵۱ تا ۳۵۲)۔

ثانی کر سکتی ہے اس سے قبل نہیں۔ ہاں اگر اس کی عدت کے ایام گزرنے سے قبل شوہر بھی مسلمان ہو گیا تو اس کا نکاح برقرار رہے گا عورت دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔  
 کافرہ بیوی یا کافرہ مطلقہ عورت مسلمان ہو جائے تو اس کے نکاح کا حکم اگر کافرہ کا شوہر عورت کے اسلام قبول کرنے سے اتنا عرصہ پہلے مر چکا ہے کہ عورت حالت کفر ہی میں اپنی عدت و وفات گزار چکی ہے اسی طرح اگر عورت کو اسکے شوہر نے حالت کفر میں طلاق دے دیا اور عورت نے ایمان قبول کرنے سے قبل ہی عدت طلاق گزار لی ہے تو ان دونوں صورتوں میں ایمان قبول کرنے کے بعد فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے الگ سے اس پر عدت واجب نہیں ہے۔

زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہو جانے سے نکاح ٹوٹ جائیگا  
 میاں بیوی میں سے کسی ایک کے (نعوذ باللہ من ذلک) مرتد ہو جانے سے ان دونوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اگر دوبارہ اسلام قبول کر لے تو نکاح کا اعادہ کیا جائے گا بغیر تجدید نکاح کے ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اگر عورت شوہر کیساتھ رہنے پر راضی نہیں اس لئے دوبارہ اس سے نکاح نہیں کرتی ہے تو دوسرا نکاح کر سکتی ہے لیکن اگر عورت شوہر سے پریشان اور عاجز آ کر نکاح توڑنے اور خاوند سے علیحدگی کی ہی غرض سے مرتد ہوئی ہے تو اس میں حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسی عورت کو جبراً مسلمان کر کے شوہر اول سے ہی کم مہر پر دوبارہ نکاح کر دیا جائے مگر یہ جبر و اکراہ اس وقت ہے

۱. واذا اسلم احد الزوجین المجوسیین او امرأة الکتابی عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم فیها و الا بان ابی اوسکت فرق بینہما النکح ولو اسلم احدهما ای احد المجوسیین او امرأة الکتابی النکح لم تبین حتی تحيض ثلاثا او تمضي ثلثة اشهر قبل الاسلام الاخر لقلمة لشرط الفرقة مقام السبب (درمختار) قوله لقائمة لشرط الفرقة وهو مضی هذه المدة مقام السبب وهو الابد (درمختار مع الشلمی صفحہ ۳۵۴ تا ۳۶۳ جلد ۴)

۲. (مستفاد فتاوی دارالعلوم صفحہ ۳۸۵ جلد ۸)



جبکہ شوہر اس کا طالب ہو اگر خاموش ہے یا صراحتہ چھوڑ رکھا ہے تو پھر عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے۔

### میاں بیوی دونوں ساتھ مرتد ہو جائیں

اگر میاں بیوی دونوں ایک ہی ساتھ مرتد ہو گئے اور پھر ایک ہی ساتھ ایمان کی طرف لوٹ آئے تو ان کا نکاح باقی رہے گا۔ البتہ اگر دونوں میں سے ایک پہلے اسلام کی طرف لوٹا پھر بعد میں دوسرا بھی لوٹتا ہے تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ ۲

### ارتداد کا نقصان عظیم

کسی دنیاوی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اپنے دین سے کھیلنا اور مرتد ہو کر وقتی غرض پوری کرنا بہت بڑے خطرے کی بات ہے اگرچہ اس صورت میں وقتی طور پر کچھ فائدے حاصل ہو جاتے ہوں مگر اپنی پوری زندگی کا سرمایہ اعمال خیر سب رائیگاں اور بیکار ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اگر کسی نے حج ادا کر لیا تو ارتداد سے وہ بھی ختم ہو جاتا ہے دوبارہ مسلمان ہونے کے بعد بشرطِ وسعت پھر سے حج فرض ادا کرنا ضروری ہوگا ارتداد سے پہلے کئے ہوئے اعمال نماز روزہ زکوٰۃ صدقات وغیرہ کا ثواب آخرت میں کچھ نہیں ملے گا۔ (نعوذ باللہ) اگر اسی ارتداد کی حالت میں موت آگئی تو ہمیشہ کیلئے جہنم رسید ہونا پڑے گا اللہ تبارک و تعالیٰ اسی کو قرآن میں اس طرح بیان کیا ہے۔

۱۔ وَلَرْتَدَّ أَحَدُهُمَا إِلَى الزَّوْجَيْنِ فَمَنْعَ فَلَا يَنْقُضُ عِدًّا عَاجِلٌ وَلَا قَضَاءٌ لَخَ لَوْ ارْتَدَّتْ لِمَجَى الْفِرْقَةِ لَخَ تَجَبَّرَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَعَلَى تَجْدِيدِ النِّكَاحِ زَجْرًا لَهَا بِبَهْرِ يَسِيرٍ كَدِينَارٍ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى (بِرمختل) وَلَا يَخْفَى أَنْ مَحَلَّهُ مَا إِذَا طَلَبَ الزَّوْجُ ذَلِكَ لِمَا لَمْ يَكُنْ أَوْ تَرَكَ صَرِيحًا فَلَهَا لَا تَجَبَّرُ وَتَزَوَّجَ مِنْ غَيْرِهِ (شامی باب النکاح الکفر صفحہ ۳۶۷ جلد ۴)

۲۔ وَبَقِيَ النِّكَاحُ أَنْ لَرْتَدَّ مَعَ الْخِثْمِ لِمَا كَذَلِكَ اسْتَحْسَنَّا وَفَسَدَ أَنْ اسْلَمَ أَحَدُهُمَا قَبْلَ الْآخَرِ (بِرمختل علیٰ هَلْشِ ثَلَاثِي صَفْحَه ۳۶۹ تَا ۲۷۰ جلد ۴)

وَمَنْ يُرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ  
فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ  
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ  
هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ  
اور جو شخص تم میں سے اپنے دین  
(اسلام) سے پھر جائے پھر کافر ہونے  
کی حالت ہی میں مرجائے تو ایسے لوگوں  
کے نیک اعمال دنیا اور آخرت میں سب  
غارت ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ جہنمی  
ہیں جو اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

لہذا ہر وقت اور ہر لمحہ ایمان کی حفاظت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر زندہ رکھے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے  
آمین ثم آمین۔

والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات

العبد الفقير

محمد کوثر علی سبحانی ار ریادی

## مراجع و ماخذ

نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
قرآن مجید		
حدیث		
صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری	اصح المطابع، رشیدیہ دہلی
اصح لمسلم	ابو الحسین مسلم ابن الحجاج بن مسلم القشیری	اصح المطابع، رشیدیہ دہلی
جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	اسلامی کتب دیوبند
سنن ابوداؤد	ابوداؤد سلیمان بن الاشعث البجستانی	اصح المطابع، نبراسکڈ پور
سنن نسائی	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی	اصح المطابع
سنن ابن ماجہ	ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی	مکتبہ ندیم اینڈ کمپنی دیوبند
مسند احمد	امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی	مطبع نظامی دہلی
مشکوٰۃ المصابیح	محمی السنہ محمد ابن مسعود البغوی (دول الدین)	مطبع مینہ مصری
	محمد انطیب الترمذی	اصح المطابع اینڈ کمپنی دہلی
تفسیر		
تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی	اصح المطابع، اینڈ کمپنی دہلی
حاشیہ جلالین	مولانا مولوی وصی علی بن حکیم	
بیان القرآن	محمد یوسف طلیح آبادی	تاج پبلشرز دہلی
	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	

نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستانی	ربانی بکڈ پولال کنواں دہلی
تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی بر حاشیہ ترجمہ شیخ الہند	حضرت مولانا محمد شبیر احمد عثمانی	شائع کردہ شاہ فہد ملک المملکۃ العربیۃ سعودیہ
شروع حدیث		
نودی شرح مسلم فتح الباری (شرح صحیح البخاری) عمدة القاری (شرح صحیح البخاری) مرقاۃ المفاتیح (شرح مشکوٰۃ المصابیح) مظاہر حق جدید (شرح مشکوٰۃ) معارف الحدیث	محی الدین ابوزکریا محی بن شرف النووی حافظ احمد بن حجر العسقلانی علامہ بدر الدین ابوجمہ محمود بن احمد العینی ملا علی ابن السلطان القاری علامہ نواب قطب الدین خاں دہلوی حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی	اصح المطابع، رشیدیہ دہلی دار الفکر بیروت لبنان دار الطباعة العامرة مصر بجملہ اسلامک ایڈمی دیوبند ادارۃ اسلامیات دیوبند الفرقان بکڈ پونظیر آباد لکھنؤ
فقہ اسلامی		
ہدایہ قدوری فتح القدیر (شرح ہدایہ) بدائع الصنائع بحر الرائق (شرح کنز) الدر المختار (مطبوعہ بر حاشیہ شامی) رد المحتار (معروف بہ شامی)	علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی ابوالحسن احمد بن ابوبکر محمد بغدادی محقق کمال الدین ابن ہمام ملک العلماء علاء الدین الکاسانی علامہ زین الدین ابن نجیم المصری علاء الدین الحسکفی علامہ ابن عابدین الشامی	کتب خانہ رشیدیہ دہلی تاج کمپنی چوک بازار سہارنپور دار احیاء التراث العربی بیروت مطبع شرکت العلمیہ مصر دار الکتاب دیوبند مکتبہ ذکریا دیوبند مکتبہ ذکریا دیوبند

نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
الفتاویٰ البندیہ (عالم گیری)	شہنشاہ اورنگ زیب کے حکم سے مرتب کردہ فتاویٰ کا مجموعہ	مکتبہ زکریا دیوبند
شرح الوقایہ عمدۃ الرعاۃ (حاشیہ شرح وقایہ)	علامہ عبید اللہ ابن مسعود ابن تاج الشرعیہ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ تھانوی دیوبند
تجمین الحقائق (شرح کنز) طحاوی علی مراقی الفلاح	الامام فخر الدین عثمان بن علی الزلیعی الحنفی العالم علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل الطحاوی	مکتبہ تھانوی دیوبند دارالکتب اعلیہ بیروت لبنان دارالکتب دیوبند
فتاویٰ قاضیخان (بر حاشیہ عالمگیری)	شیخ حافظ الدین محمد بن شہاب المعروف بابن البرار	مکتبہ زکریا
جواہر الفقہ بہشتی زیور	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	مکتبہ سیرت النبی جامع مسجد دیوبند فرید بکڈ پوٹیا محل دہلی
امداد الفتاویٰ فتاویٰ رشیدیہ	حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	زکریا بک ڈپو دیوبند درسی کتب خانہ دہلی
کفایت المفتی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند	مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند	نعمانی پریس دہلی زکریا بک ڈپو دیوبند
فتاویٰ محمودیہ	فتیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن مفتی اعظم ہند	زکریا بک ڈپو دیوبند
احسن الفتاویٰ فتاویٰ رحیمیہ	فتیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب حضرت مولانا قاری مفتی عبدالرحیم صاحب لاہوری	زکریا بک ڈپو دیوبند مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ رائدر سورت گجرات

نام کتاب	نام مصنف	کتب خانہ
نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی دارالعلوم دیوبند	ساجدہ بک ڈپو دہلی
آپ کے مسائل اور نکاح	حضرت مولانا یوسف لدھیانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
قرآن اور فقہی احکام	حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم	ادارہ تحقیقات مسائل جدید دیوبند

## دیگر موضوعات

اصلاح انقلاب امت	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	تاج کمپنی دہلی
اصلاح الرسوم	حضرت حکیم الامت تھانوی	مطبع مجیدی واقع کانپور
اشرف الجواب	حضرت تھانوی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند

0212011000313

No. 9825040397

**C. H. & COMPANY**  
 A-10, Ground Floor,  
 Market Complex, Opp. Kiran Motors,  
 Sarkhy - Ghansal Road, Ahmedabad.

## ایک نظر

### جامعۃ الفلاح دارالعلوم الاسلامیہ

زیر اہتمام: الفلاح ایجوکیشن فاؤنڈیشن، فار بس گنج، ارریا بہار (الہند)

ہمارے ملک ہندوستان کا مسلم باشندگان ہندی ہے، پرانی شاہی مسجد، مقابر، مسافر خانے وقف کردہ بڑی بڑی اراضی اس پر شاہد ہیں۔ مسلمان بادشاہوں نے کئی کئی سو سال اس سرزمین پر حکومتیں کی ہیں۔ مگر مدارس و مکاتب اور تعلیمی ادارے کی طرف ان کی توجہ نہ ہونے کی وجہ سے جہالت بڑھتی گئی۔ مسلمان اپنے دین اور بانی دین حضرت محمدؐ کی لاکھوں شریعت بیضہ سے ناواقف ہو گئے ایسے موقع سے فائدہ اٹھا کر مختلف فتنے نے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانا شروع کیا۔ لیکن بعد کے قائد الناس اور درویش صفت علماء نے امت مسلمہ کی ڈوبتی ہوئی نینا کو سہارا دیا۔ مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے محنتیں کیں۔ اور ملک کے جس خطہ میں ضرورت کا احساس ہوا مدارس و مکاتب قائم کئے۔ آج ہندوستان میں جو دینی ماحول کسی نہ کسی حد تک پایا جاتا ہے وہ انیس سلف و خلف علماء کی جدوجہد اور انتھک محنتوں کا صدقہ ہے مگر بہار و نیپال کے سرحدی علاقے آج تک اسی ضلالت و جہالت کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری ہر اعتبار سے اسے نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ تعلیمی اور تبلیغی ادارے کا کوئی انتظام نہیں ہے بعض ادارے ٹھٹھاتے چراغ کی شکل میں نظر بھی آرہے ہیں تو اسباب و وسائل نہ ہونے کی وجہ سے دم توڑ رہے ہیں۔ جاہل، غریب اور سادہ لوح مسلمان مختلف فرقی ضالہ خصوصاً قادیانی فتنہ کی لپٹ میں آ رہے ہیں۔ اسی سرحدی علاقہ کے چند حساس اور قابل اعتماد علماء خصوصاً مفتی محمد کوثر علی سبحانی کے توجہ دلانے پر ہم نے چند با اثر علماء کرام کا ٹرسٹ بنا کر آل انڈیا الفلاح ایجوکیشن فاؤنڈیشن ادارہ رجسٹرڈ کرا کے مکاتب کا سلسلہ شروع کیا اور مشہور سرحدی شہر فار بس گنج میں ایک وسیع زمین خرید کر جامعۃ الفلاح دارالعلوم الاسلامیہ اور الفلاح اسلامک اکیڈمی اسکول کا بھی آغاز کیا گیا ہے یہ سارے کام اس وقت چھپر اور کچے مکانات میں کئے گئے ہیں۔ پختہ تعمیری کام باقی ہے۔ نیز سیکڑوں مکاتب اور قائم کرنے کے سخت تقاضے ہیں یہ ادارہ ایک نہ ایک دن انشاء اللہ پورے ملک خصوصاً اس علاقہ کے مسلمانوں کے دین کی حفاظت کے لئے سنگ میل ثابت ہوگا۔

اس لئے جملہ قارئین اور اہل ثروت سے ہماری پر زور اپیل ہے کہ دعاء کے ساتھ خود بھی تعاون کا دست دراز فرما کر اپنے دوست و احباب کو اس کار خیر میں حصہ لینے کی ترغیب دیں۔ اللہ رب العزت آپ کو اس کا بہترین بدلہ دے گا۔

ایبل کنندہ (مولانا مفتی) محمد امتیاز مسین احمد آبادی  
بانی و صدر الفلاح ایجوکیشن فاؤنڈیشن

